159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com

Marfat.com

وضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یویلتنا مال ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا و وجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا

رسالۂ قاتلانِ حسینؑ کی تکفیر

مصنفہ

علامۃ السید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

(مرحوم)

ناشر الجواد بکڈپو جوادیہ کالج بنارس۱

مطبوعہ اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس فون نمبر ۶۰۳۸ بنارس

Marfat.com

۲۹۷۶۹۳۱
م ۲۹۱ ق
۱۵۳۷۵

تیسری ایڈیشن .... اکتوبر سنہ ۱۹۶۸ء ...
تعداد اشاعت.. ایک ہزار ......
مطبع .... اکرام حسین الیکٹرک مشین پریس بنارس
ناشر .... الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس
قیمت مجلد ...... ۳ ..... تین روپیہ
" غیر مجلد ...... ۲/۵۰ پیسے .... دو روپیہ پچاس پیسے

ملنے کے پتے

(۱) الجواد بک ڈپو جوادیہ عربی کالج بنارس ۱
(۲) امامیہ پبلشرز اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنو
(۳) مکتبہ تعمیر ادب پیسہ اخبار انارکلی لاہور (مغربی پاکستان)

Marfat.com

تمہید

اس سال ماہ محرم میں ایک رسالہ میری نظر سے گزرا جس کا نام "مظلومان کربلا کی کہانی خود ان کی زبانی" ہے۔ مولف رسالہ مفتی محمد خلیل صاحب ہیں جو چند دنوں پیشتر اسلامی ریاست مالیر کوٹلہ میں "مفتی شرع" کے عہدے پر فائز تھے۔ اور بنی امیہ کی روحانی بیعت کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتے تھے۔ سنا گیا ہے کہ چشم و چراغ خاندان بنی امیہ یزید بن معاویہ سے آپ کو خلوص ہے۔ اور مواعظ میں اس کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" یا "علیہ السلام" کہنا آپ کی عادت مستمرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر افسوس کہ ریاست مالیر کوٹلہ کی عاقبت اندیش گورنمنٹ نے آپ کی تخریبی کارروائیوں کو مصالح حکومت کے خلاف سمجھا۔ اور زیادہ مدت تک آپ کا ایک عہدہ دار ریاست کی حیثیت سے مالیر کوٹلہ میں مقیم رہنا گوارا نہ کیا جس سے آپ کے اموی نواز طرز عمل کو دنیوی حیثیت سے کچھ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور فقط آخرت کی آس رہ گئی، دیکھئے مالک یوم الدین کی عدالت سے کس طرح کا منصفانہ فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ خدائی فیصلوں کے متعلق "منصفانہ" کا لفظ استعمال کرنا اہلسنت کے اصول و عقائد کے بموجب حق بجانب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ حقیقی عدل و انصاف کو خدا کے اوصاف کمالیہ میں شمار ہی نہیں کرتے۔ اور جس قسم کے عدل کی اس سے توقع رکھتے ہیں وہ ظلم و جور و سلب حق کا مرادف ہے۔ لہذا اس عقیدہ مسلمہ کی بنا پر آپ کو خدائی فیصلوں سے بھی روشن توقعات وابستہ کرنے کا موقع حاصل نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہو آپ کے حق میں

اہل ایمان کی دعا صدق دل سے تو یہی ہوگی کہ بروز حساب خبرالٰہی "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" کے بموجب بنی امیہ کی اخروی امامت کا دور شروع ہو تو آپ جیسے فدویان خاص اپنے آقاؤں کی فوج میں علمبرداری کے ممتاز عہدہ پر فائز کئے جائیں۔ تاکہ خسران دنیا و آخرت کا حسرتناک منظر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔

رسالہ کی بار بار ورق گردانی کرکے ایک ایک بات پر نظر تعمق ڈالی گئی مگر مقصد تحریر اس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہو سکا کہ شیعوں کے خلاف غیر ضروری بدزبانی اور زہر فشانی کرکے دل کے جلے پھپھولے توڑے جائیں۔ ایسی صورت میں یہ رسالہ اس قابل نہیں ہو سکتا کہ اس کے نقد و تبصرہ میں ارباب فہم اپنے عزیز اوقات کو برباد کریں مگر محض چند محترم احباب کے شدید اصرار کے سامنے سر تسلیم خم کرکے با دل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑا اور ایک ایسا مجموعہ تیار ہو گیا جو ارباب نظر کے سامنے قاتلان حسینؑ کی اصلی مذہبی طبیعت اور دینی حیثیت کو بے نقاب کر دینے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔

مفتی صاحب کے رسالہ کو دیکھکر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے اول سے آخر تک تہذیب و متانت کی ہواؤں سے اپنے خیالات و افکار کو محفوظ رکھنے کی کس قدر سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اور جہل مرکب کا یہ کرشمہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہو سکتا کہ آپ نے رافضیوں کی عداوت میں خود رافضی شعار بنجانے کی نادر مثال پیش کی ہے یعنی قاتلان امامؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے "علیہم اللعنۃ" کا فقرہ استعمال کرنے میں بہت بہا غیر محتاط بنگئے۔ اور اپنے اعمالنامہ میں سب و شتم صحابۂ رسولؐ کے ناقابل عفو جرم کا ایک نیا باب قائم کر دیا ہے۔ کاش آپ کو اس کی خبر ہوتی کہ اگر واقعات کربلا تمام تر صحابہ و تابعین کے ہی مقدس ہاتھوں سے عالم شہود میں آئے تو ایسا رافضیانہ طرز عمل اختیار

اور رحم کی درخواست دشمن شیعوں کے سامنے پیش کرنے پہ مجبور ہو گیا افسوس ہزار افسوس نہ ملائکہ کی فوج ہی نے اس کو پناہ دی اور نہ شیعہ جنات نے آپ کی دستگیری کی۔ (الیٰ آخر الملفوظات)

(و) آنحضرت کے حضور میں شیعی جبرئیل حضرت حسینؓ کا جھولا جھلایا کرتا تھا۔ اور حضرت فاطمہؓ کی چکی پیسا کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت کے وصال کے بعد حضرت رسولؐ کا پیارا ..... العطش العطش پکار رہا ہے ..... مگر حضرت فاطمہؓ کی چکی پیسنے والا جبرئیل دم بخود ہے۔ سب بے پروا ہے۔ امامؑ کی مظلومی و بیکسی پر اسے رحم نہیں آتا۔ مظلوم کی درد انگیز آواز پر اس کا دل نہیں پسیجتا۔

(ز) شیعوں کے خدا نے فرشتوں کو اجازت بھی دی تو نہایت تنگ وقت میں سخت کا احسان۔ الخ

(ح) مانا کہ شیعوں کے خدا کی گورنمنٹ میں امام حسینؓ کی مظلومی کی اطلاع دیر سے پہنچی اور محکمہ حرب کا سامان جنگ مہیا کرنے۔ اسلحہ صاف کرنے میں دیر لگ گئی۔ اور مسلح فوج کے میدان میں آنے سے پیشتر ہی امامؑ ان لوگوں کے ہاتھوں سے جنہیں وہ باوجود عالم ماکان و مایکون ہونے کے مخلص مومن، صادق شیعہ نیک نیت ہونے کا سارٹیفکیٹ عطا فرما چکے تھے بہزار تکلیف بھوکے پیاسے شہید ہو چکے تھے۔ الخ۔

(ط) رسولؐ خدا نے امام حسینؓ کا فدیہ بھی دیدیا۔ لیکن خدا نے فدیہ لیکر بھی امامؑ کو نہ چھوڑا۔ قتل کرا کر تماشہ دیکھ ہی لیا۔

(ی) ہائے افسوس یہ عراقی شیعوں کے نجس منحوس ہاتھ اور پاکدامن مقدس خواتین کے کان۔ اے آسمان تو اس وقت کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ اے زمین

Marfat.com

تو کیوں نہ شق ہو گئی۔ ہاں صاحب شیعوں کے خدا ہی کی مرضی تھی تو پھر کسی کے بس کی بات۔

(ث) بدمعاش ناہنجار عراقی شیعہ امام کی مستورات کی طرف جھانک رہے ہیں۔

(ل) استغفراللہ ہم حضور کی تماش بینی کا ذکر کیا کریں۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ ان مظالم کا ذمہ دار کون ہے؟ الخ

تمام رسالہ میں اسی قسم کی بدزبانی، تمسخر و استہزا کا اظہار کیا گیا ہے۔ بہت سے مقامات پر یہ طرز تحریر اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ ارباب تہذیب اس کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

قال المخاطب :- آخر وہ کون بدبخت شقی القلب سنگدل لوگ تھے کہ جنہوں نے ایسی پاک ہستیوں کے ساتھ ایسے سلوک کئے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے دو فریق آگے بڑھتے ہیں۔ ایک شیعہ صاحبان۔ دوسرے اہلسنت صاحبان۔ شیعہ صاحبان یہ تمام مظالم اہلسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اہلسنت یہ تمام کرتوتیں اُن لوگوں کی بتلاتے ہیں جو امام حسینؑ اور اُن کے پدر بزرگوار امیرالمومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے۔ اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے۔ حضرت امیر کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ الخ

الجواب :- خدا جانے کن ذرائع سے آپ کو اس کا علم ہوا کہ شیعہ صاحبان مظالم کربلا کو اہلسنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم نے تو آجتک کسی شیعہ کو نہیں دیکھا کہ وہ قاتلان امامؑ کو سنی کہتا ہو۔ کاش آپ نے اپنے دعوی پر کوئی معتبر شہادت بھی پیش کی ہوتی۔ چونکہ آپ نے محض ایک دعوی بے دلیل و شاہد پر اکتفا کی ہے لہذا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ شیعوں کی جانب سے اس بدگمانی میں حق بجانب نہیں ہیں۔ اور آپ کے اس خود ساختہ الزام کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرات اہلسنت کے جذبات کو شیعوں کی طرف سے بھڑکایا جائے۔ اور اس اشتعال انگیزی میں آپکے جو ذاتی اغراض مضمر ہوں گے اُن کو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ آپکے دل کی گہرائیوں میں جو باتیں پوشیدہ ہوں گی اُن کا جائزہ لینا آپ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

اشقیائے کوفہ و شام جن دلگداز مظالم کے ذمہ دار تھے ان کو تسنن تو درکنار اسلام سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ اگرچہ بظاہر حلقہ بگوش دین اسلام ہونے کے مدعی تھے لیکن درحقیقت اسلام کشی اُن کا اصلی مذہب تھا۔ اور زرپرستی و دنیا طلبی ان کا حقیقی دین و ایمان۔ ان کا ظاہری اسلام کفر و جاہلیت کا ایک بگڑا ہوا مرقع تھا۔ جس سے اخلاقی خصوصیات کا وہ رنگ بھی اڑ چکا تھا جو زمانہ جاہلیت میں سرمایۂ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کے ارادات و حرکات سے بے دینی و لامذہبی کو بھی شرم آتی تھی۔ اور کفر و الحاد بھی بیزار تھا۔

البتہ بغیر کسی عذر کے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل شقاوت کو اپنے اسلام کش ارادات میں جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی وہ انھیں اصول و ضوابط کی روشنی میں نصیب ہوئی جن کی بنیاد زمانہ رسالتؐ کے بعد ارباب حل و عقد نے ایوان سقیفہ بنی ساعدہ میں ڈالی تھی۔ اور ان کی حوصلہ افزائی اس سلوک و طرز عمل سے ہوئی جو صحابۂ کبار نے اہلبیت رسالت کے ساتھ اختیار فرمایا۔ اس مبارک عہد سے لیکر زمانہ خلافت یزید تک جن عقاید و جذبات کی پرورش سینوں میں ہوتی رہی ان کی نشوونما کی آخری رفتار ان ننگ انسانیت افعال پر ہوئی جو سرزمین نینوا پر واقع ہوئے۔ صفحات تاریخ کو عبرت کی نگاہ سے دیکھکر مبادی و مقدمات سے نتائج تک پہونچنے کی صلاحیت رکھنے والے دل و دماغ اس حقیقت کو بے عذر تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ خلافت بنوامیہ کو عالم وجود میں لانے۔ اور اس کے اقتدار کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جن اصول و عقاید و خیالات کی اس مبارک عہد میں علانیہ طور سے ترویج کی گئی انھوں نے عوام کے دلوں میں کوئی خوشگوار اثر نہیں پیدا کیا۔

Marfat.com

اسی خیر القرون کی پاک شخصیتوں نے مذکورہ بالا دینی مقصد کے حصول کو پیش نظر رکھکر جو روش اور طرز عمل اختیار کیا انھیں پر بعد کے تمام حوادث و واقعات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اہل کوفہ و مصر نے حضرات صحابہ کرام کی سرکردگی میں قتل حضرت عثمان جیسے جرم عظیم کا ارتکاب انھیں نظریات وعقاید کو نظر کے سامنے رکھکر کیا۔ اہل عراق نے انھیں اصول اور طریقوں کے ماتحت جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھوں پر بیعت کی اور پھر مختلف نازک مواقع میں انتہائی مشکلات کا سبب بنتے رہے۔ یہانتک کہ خاندان بنی امیہ کی خلافت و امارت تسلیم کر کے اپنے ارادات وحرکات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ اصول و نظریات نہ صرف خاندان رسالت بلکہ دین اسلام کے لئے بھی کتنے خطرناک اور تباہ کن تھے۔ اور وہ انسانی دنیا میں کیسے بھیانک نتائج پیدا کر سکتے تھے۔

اب رہا دوسرا دعویٰ کہ اہل سنت تمام مظالم کو شیعوں کے ذمہ عائد کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالشکور صاحب سے پیشتر جہانتک مجھے معلوم ہے باتیرا اہلسنت کیجانب سے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام کبھی وارد نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ موصوف سے پہلے بھی کسی ناعاقبت اندیش اور فکر انجام سے خالی دل و دماغ میں پیدا ہوا ہو۔ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس بے بنیاد الزام کو انھیں کی تحریرات نے فروغ دیا۔ اور آپ نے بھی اپنے عواقب سے غافل ہو کر انھیں کے راگ کو دہرا کر دل کے جلے پھپھولے توڑنے کی ہوس کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی تحریروں کے متعدد نشانی دکانی جو باتیں شیعوں کیطرف سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ لہذا محض الزامات کی فہرست کو دہرانے میں عمر عزیز کو

Marfat.com

ضائع کرنے سے زیادہ مناسب آپ کے لئے یہی ہوتا کہ اُن جوابات پر نقد و تبصرہ کرتے جس سے آپ کے جوہر کمالات بھی دنیا پر روشن ہوتے۔ اور عوام الناس کو بحث کے ہر پہلو پر غور کر کے حق و باطل کے پرکھنے کا عمدہ موقع مل جاتا۔

انصاف پسند دنیا میرے اس دعوی کی سچائی میں شبہ نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں پر واقعات کربلا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اُن کے دلوں میں نور اسلام کا اثر مطلق نہ تھا۔ وہ لوگ اسلام کے دامن پر ایسے بدنما داغوں کی حیثیت رکھتے تھے جن کے مہلک اثرات تا قیامت مٹنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا کہ اُن کا تعلق درحقیقت اسلام کے کس فرقہ سے تھا۔ اور وہ کس مذہب کے پیرو تھے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں ان افتراق پسند لوگوں کی طرف سے یہ سوال خواہ مخواہ اُٹھایا جاتا ہے جن کے مخصوص اغراض کیلئے اتحاد بین المسلمین سے زیادہ سم قاتل کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ لہذا وقت عزیز کی صفت بربادی کا خیال نہ کرتے ہوئے اس کی تفتیش و تنقیح مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اشقیائے کوفہ جس قسم کی اسلامیت کی آڑ لیکر دین و ملت کا خون بہا رہے تھے وہ کس فرقہ کے عقاید مسلمہ پر منطبق ہو سکتی ہے۔ جو مطلب پرست حضرات ناواقف دنیا کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قاتلان امام شیعہ تھے۔ اُن کو یہ بات نظر انداز نہ کر دینی چاہیئے کہ کتب تواریخ کے اوراق جن حقائق و واقعات کی صدیوں سے حفاظت کرتے چلے آتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنا آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ یہ اُن کے اختیار کی بات ہے کہ واقعات سے نتائج کی طرف عقل سلیم کی رفتار حیلہ و فریب کو سنگ راہ بنا کر روک دی جا سکے۔ یہ حقیقت عالم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی کہ نہ صرف وہی لوگ جنکی پامالیوں نے دشت کربلا کو خاندان رسالت کے مقدس خون

Marfat.com

سے گلرنگ کر دیا۔ اجماع و شوریٰ کے گرویدہ اور مادی قہر و غلبہ کے فریفتہ تھے۔ خلافت نبویہ کو بیعت اہل علم و عقد کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے۔ بلکہ جن ارکان نے مدینہ طیبہ کو دار الحرب قرار دیا۔ اور مختلف بلاد و امصار کے لوگوں کو دعوت جہاد دیکر حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دیا۔ اور حادثہ کربلا کے بعد حرم نبوی میں صحابہ کرام کا خون بے دریغ بہایا۔ ان کی عزت و ناموس کو کمال بیدردی سے برباد کیا نیز حرم خداوندی میں ہنگامہ کارزار گرم کر کے خانہ خدا کی انتہائی بیحرمتی کے مجرم ہوئے وہ بھی صحابہ کرام کے انھیں اصول و نظریات کو بنیاد اسلام تصور کرتے تھے۔ اور ان تمام شرمناک کرتوت کے باوجود اس کے مدعی تھے کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ فسق فجور، کفر و الحاد نہیں بلکہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے جسکو انجام دینا ان کا دینی فریضہ ہے۔

مجھے اکابر صحابہ کے ایجاد کئے ہوئے اصول و عقائد پر نقد و تبصرہ اس وقت مد نظر نہیں ہے مگر یہ بات کہنے میں ضرور آتی ہے کہ عہد صحابہ میں جو خیالات و جذبات پھیلائے گئے اور جس طرح کی غلط مثالیں پیش کی گئیں انھیں کے یہ تلخ ثمرات حاصل ہوئے کہ دنیا پرست اور لامذہب افراد کو احکام خداوندی کی کھلی مخالفت، شعائر اللہ کی بیدریغ توہین کے باوجود اپنے آپ کو پیرو اسلام ظاہر کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ محض اس لئے کہ انھوں نے جو کچھ کیا انھیں اصول و عقائد کی حمایت میں کیا۔ اور حد درجہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ علماء اسلام نے بھی ان ننگ انسانیت افراد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے عوض ان کی حمایت کا بیڑا اٹھالیا ان کی حرکات و سکنات کی نئی سے نئی تاویلیں کرنے لگے۔ ان کے اعمال و افعال کو ملکہ اجتہاد کا کارنامہ قرار دیکر واقف دنیا کو بہکا

سمجھایا کہ یہ لوگ مجتہد زمانہ تھے۔ ان کے تمام کرتوت قوت اجتہاد کا نتیجہ تھے۔ لہٰذا ان پر مخالفانہ نکتہ چینی ناروا ہوگی۔ اس مقام پر ناظرین کو ملا علی قاری جیسے عالم متبحر کے مندرجہ ذیل ارشاد کو بہ نظر عبرت ملاحظہ کرکے یہ اندازہ کر لینا چاہیئے کہ علمائے اہلسنت نے کس قدر خالص ارادت اور پختہ عقیدت کے ساتھ اجماع و شوریٰ کے طرفداروں کی حمایت و عیب پوشی کا حق ادا کیا ہے۔ اور بدگمان دنیا کے سامنے ان کے عیوب کو ہنر ظاہر کرنے میں کتنی سرگرم کوششیں کی ہیں۔

ملا علی قاری کی طرف سے عمر ابن سعد کی پر زور حمایت یہ صحابی زادہ مجتہد تھا اس کا انجام بخیر ہوگا

قال ابن معین فی عمر ابن سعد کیف یکون من قتل الحسین ثقة - انتھی - اقول رحم اللّٰہ ....

من انصف والعجب ممن یخرج حدیثہ فی کتبھم مع علمھم بحالہ ثم کلام میرک فیہ انہ لم یباشر قتلہ ولعل حضورہ مع العسکر کان بالرأی والاجتہاد ربما حسن حالہ وطاب مآلہ ومن الذی سلم عن صدور معصیة وظھور

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ابن معین نے عمر ابن سعد کی بابت کہا کہ قاتل حسینؑ ثقہ (قابل اعتبار) کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خدا انصاف پسندوں پر رحم کرے ....

تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو عمر ابن سعد کی احادیث اپنی کتابوں میں اس کے حال جاننے کے باوجود درج کرتے ہیں۔ یہاں تک کلام میرک تمام ہوا۔

(اب ملا علی قاری فرماتے ہیں) اس میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ عمر ابن سعد تو مباشر قتل حسین ہی نہیں۔ البتہ وہ اس لشکر کی فوج کے ساتھ تھا تو امید ہے کہ اس میں اس کے اجتہاد کو دخل رہا ہوگا اور بعد میں اس کا حال درست اور آل پاکیزہ ہوگیا ہوگا اور آخر ایسا کون ہو سکتا ہے جو کسی گناہ کے

زلة منه فلو فتح هذا الباب اشكل الامر على ذوي الالباب۔
شرح مشکوٰۃ منقول
از تشیید المطاعن جلد دوم

صادر اور کسی لغزش کے ظاہر ہونے سے محفوظ و سالم رہ گیا ہو۔ (پھر بالخصوص عمر ابن سعد کو بے اعتبار ٹھہرانے کی کیا وجہ) اگر اتنی سی بات سے اس پر بے اعتمادی کا دروازہ کھولدیا جائے تو صاحبان عقل مشکل میں پڑجائیں گے۔"

دیکھئے یہ وہی عمر ابن سعد ہے جو باعتبار مورخین محض حکومت رے کی طمع میں قاتلانِ حسینؑ کی فوج کا قائد اعظم اور مطلق العنان امیر الامراء بنکر آیا تھا۔ اور جملہ سیہ کاریاں اس کی مرضی اور احکام و ہدایت کے ماتحت واقع ہوئیں۔ ملا علی قاری اس کی مخلصانہ طرفداری وحمایت فرمارہے ہیں۔ اولاً یہ عذر کیا کہ وہ خود مباشر قتل حسینؑ نہ تھا۔ یہ حادثہ کبریٰ اس کے ہاتھوں سے واقع نہیں ہوا۔ رہا لشکر کے ساتھ اس کا حاضر رہنا تو امید کہ یہ فعل اس کا اجتہاد کی بنا پر واقع ہوا ہوگا۔ ثانیاً۔ یہ توقع ظاہر کیگئی کہ اس کا حال درست اور انجام پاک اور بخیر ہوگیا ہوگا۔ اس کلام میں واقعہ قتل فرزند رسولؐ اور بربادی خاندان رسالت کی عظمت واہمیت کو جس حد تک گھٹا کر ظاہر کیا گیا ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کاش اسی پر قناعت کی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ صاف صاف اس بدترین جرم کو ان معمولی معصیتوں اور ہلکی لغزشوں میں داخل کیا گیا جس سے انسان عام طور پر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لوگوں سے عموماً سرزد ہوا ہی کرتے ہیں۔ لہذا قابل اعتنا نہ ہوں گی۔

عمر ابن سعد کی خطاؤں پر نظر کرنا ارباب عقل کو مشکل میں ڈالدیگا

آخر کلام میں نہایت ایمانداری سے عجیب وغریب مگر حق بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر ایسے ہی

امور کو وجہ الزام بنا کر ایک مرتبہ جرح و قدح کا فتح الباب کر دیا جائے تو ارباب عقل گرفتار مشکلات ہو جائیں گے۔ اس ارشاد نے یہ حقیقت بالکل بے نقاب کر دی کہ عمر بن سعد نے جو کچھ کیا وہ کوئی نئی بات نہ تھی جس میں وہ منفرد و لاثانی رہا ہو۔ بلکہ دیگر اراکین ملت و مقتدایان مذہب بھی ایسی ہی لغزشوں اور معصیتوں (یعنی بغض و عداوت اہلبیتؑ اور ایذاء و تذلیل عترت طاہرہ) سے پاکدامن نہ تھے۔ لہٰذا اگر عمر بن سعد کے خلاف نکتہ چینی اور بے اعتمادی کا دروازہ کھول دیا گیا تو ارباب عقل بڑی مشکل میں پھنس جائینگے۔ تمام مذہبی روایات ناقابل اعتبار ہو جائیں گی اور مذہب کی خیر نہ رہے گی۔

قاتلان حسین کی مذہبی حالت کا انکشاف تنقیحات ذیل پر منحصر ہے

اس سوال کے حل ہونے کیلئے کہ قاتلان امامؑ کس فرقہ سے ظاہری تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل امور کی تنقیح لازم ہے۔

(۱) شیعہ امامیہ اور اہلسنت والجماعت کے مابین امامت و خلافت کے معاملہ میں بنیادی و اصولی اختلافات کیا ہیں۔؟

(۲) قرون اولیٰ میں شیعہ امامیہ (بقول اہلسنت روافض) ہی لقب "شیعہ" سے ملقب تھے۔ یا اہلسنت بھی اسی لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔؟

(۳) صحابہ کرام اور اہل کوفہ کی اکثریت نے جناب امیرؑ کی بیعت و اطاعت کن اصول کے ماتحت قبول کی تھی۔ اور یہ لوگ دیگر خلفائے راشدین کے باب میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔؟

(۴) قتل عثمان اور واقعہ ہائلہ حرہ۔ اور بے حرمتی خانہ کعبہ کے ایسے شرمناک جرائم کن لوگوں سے واقع ہوئے۔ اور ان کے متعلق اہلسنت کس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

(۵) سبط رسول ؐ، شہید مظلوم امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کبریٰ کے واقعہ میں صحابہ کرام و تابعین کا کیا رویہ رہا۔ اور اُن کی کوئی فرد قاتلان امام کی فوج میں معروف کار تھی یا نہیں۔ اور جو لوگ اہلبیتؑ کی تذلیل و خانہ بربادی کے اصل بانی و ذمہ دار تھے اُن کیطرف سے علمائے اہلسنت کے عقائد و خیالات کیا ہیں۔؟

تنقیح اول :- امر اول کی تنقیح کیلئے زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ توحید و نبوت وغیرہ اصول دین میں بھی ان دونوں فرقہائے اسلام کے مابین شدید اختلاف عقاید موجود ہے۔ لیکن بالخصوص مسئلہ امامت و خلافت میں بنیادی اختلافات اس حد تک شہرت پذیر ہو چکے ہیں کہ ان کی تفصیل غیر ضروری ہو گئی ہے۔ پھر بھی چند علمائے اہلسنت کی تحریرات یہاں نقل کیجاتی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ دونوں فرقے کس حد تک متضاد عقاید رکھتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کی مشہور کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" کے مندرجہ ذیل اقتباسات مسئلہ امامت میں شیعہ و سنی کے اصولی اختلافات کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہوں گے۔

عقیدہ سوم آنکہ امام را معصوم بودن از خطا در علم اجتہاد ضرور نیست و نہ امتناع صدور گناہ از وے شرط امامت است آرے در وقت نصب باید کہ مرتکب کبائر و مصر بر صغائر نباشد کہ معنی عدالت ہمیں است مذہب اہلسنت و شیعہ خصوصاً امامیہ و اسماعیلیہ

"تیسرا عقیدہ یہ کہ علم و اجتہاد میں امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور نہ صدور گناہ کا ممتنع ہونا شرط امامت ہے۔ ہاں یہ البتہ ہونا چاہیئے کہ نصب خلافت کے وقت وہ شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب اور صغائر پہ اصرار کرنے والا نہ ہو۔ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اہلسنت کا مذہب یہی ہے شیعہ خصوصاً امامیہ و اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ علم و عمل میں خطا

گویند که عصمت از خطا در علم و از گناه در عمل بمعنی امتناع صدور که خاصۀ انبیاست شرط امامت است۔

و گناہ سے معصوم ہونا اسی معنی سے شرط امامت ہے جو کہ انبیاء کیلئے مخصوص ہے (یعنی امام سے بھی صدور گناہ اسی طرح ممتنع ہونا چاہیے جس طرح انبیاء سے ممتنع ہونا لازم اور شرط نبوت ہے"۔

عقیدۂ چہارم امام را لازم نیست که منصوص باشد۔ واجب است که وقت حاجت بر وفق مصلحت آں وقت یکی را از خود رئیس سازند...... و امامیہ گویند که نصب امام بر خدا واجب است پس میباید که منصوص باشد از جانب خدا۔

چوتھا عقیدہ یہ کہ امام کو خدا کی جانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کا نصب کرنا مکلفین کے ذمہ واجب ہے کہ بوقت حاجت مصلحت وقت کے موافق اپنی جماعت میں کے ایک شخص کو اپنا رئیس بنالیں...... امامیہ کہتے ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے لہذا ضروری ہے کہ خدا کیجانب سے منصوص ہو۔

عقیدۂ پنجم۔ آنکه امام را لازم نیست که عند اللہ افضل از جمیع اہل عصر خود باشد۔

پانچواں عقیدہ یہ ہے کہ امام کیلئے یہ لازم نہیں ہے کہ خدا کے نزدیک اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو۔

عقیدۂ ششم آنکه امام بعد از رسول ص بلا فاصله ابوبکر صدیق است و ہمیں است ..... مذہب اکثر اہل اسلام و شیعہ منفرد اند بانکار ایں عقیدہ و قدر مشترک در جمیع فرق شیعہ آنست که امام بعد از رسول ص

چھٹا عقیدہ یہ کہ امام بعد رسول ص بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ہیں۔ اور اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے۔ شیعہ اس عقیدہ کے انکار میں منفرد ہیں۔ اور شیعوں کے تمام فرقے اس رائے میں مشترک ہیں کہ امام بعد رسول ص بلا فاصلہ جناب امیر ہیں۔ اور ابوبکر غاصب

بلا فاصلہ جناب امیرؑ است و ابوبکر غاصب بود بتغلب و حیلہ حضرت امیرؑ را از منصب امامت دفع نمود و خود برآں قائم شد۔	تھے۔ انھوں نے تغلب (زبردستی) وحیلہ سے جناب امیرؑ کو منصب امامت سے ہٹا دیا اور خود جم گئے۔

ان تمام اقتباسات سے مندرجہ ذیل اختلافات عقائد کی تشریح ہوتی ہے۔

(۱) اہلسنت کے نزدیک خطا و عصیان سے امام کو معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ مسلمہ اس کے خلاف ہے۔ اُن کے نزدیک امام کو علم و عمل میں عصمت مطلقہ کے اس درجہ پر ہونا لازم ہے جو انبیاء کا خاصہ ہے۔ عصمت کے معاملہ میں ان کے نزدیک نبی و امام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو خداوند عالم کیجانب سے منصوص ہونا لازم نہیں ہے۔ بلکہ شاہ صاحب کے متعدد ارشادات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ امام کا خدا کیجانب سے منصوص ہونا مفاسد کا سبب ہوگا۔ منصوص نہ ہونا ہی انسب اور مصلحت سے قریب تر صورت ہے۔ اس کے خلاف شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بدون نص خداوند عالم کوئی شخص امام نہیں ہوسکتا۔ اور نہ خلق اللہ کو اس کا اختیار ہے۔ کہ کسی شخص کو کسی عنوان سے امام برحق بنا سکے۔

(۳) امام کو خدا کے نزدیک تمام اہل زمانہ سے افضل ہونا اہلسنت لازم نہیں سمجھتے۔ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے اس سے کم درجہ کا شخص بھی اس منصب جلیل پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ اس سے مختلف ہے ان کے نزدیک افضلیت مطلقہ شرط امامت ہے۔

(۴) اہلسنت کے تمام فرقے بعد رسولؐ حضرت ابوبکر کو امام بلا فصل مانتے ہیں۔

مگر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام بالفعل جناب امیرؑ ہیں۔ اور خلافت و امامت کے باب میں حضرات شیخین کے متعلق اس فرقہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی شاہصاحب کے الفاظ کر رہے ہیں۔ اور وہ عقائد خود جناب امیر المومنینؑ اور عم رسولؐ جناب عباس کے اُن خیالات کی پیروی کرتے ہوئے قائم کئے گئے ہیں۔ جن کی تصریح مسلم کی اس حدیث میں کی گئی ہے۔

قال فلما توفی رسول اللہ صلعم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب ھذا میراث امرأتہ من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم ما نورث ما ترکنا ہ صدقۃ فرأیتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق راشد تابع للحق ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابوبکر فرأیتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق راشد تابع للحق الخ

(صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر ص۔۔)

(حضرت عمر جناب امیرؑ و جناب عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ) جب آنحضرت نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں رسول کا ولی ہوں پس تم ان کے پاس اپنی میراث مانگنے کیلئے آئے تم (عباس) اپنے بھتیجے کیطرف سے میراث کے دعویدار تھے۔ اور یہ (علی ابن ابیطالب) اپنی بیوی کی میراث ان کے باپ کیطرف سے طلب کر رہے تھے ابوبکر نے جواب دیا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس جواب پر تم نے اُن بزرگ کو جھوٹا، گنہگار، غدار، خائن سمجھ لیا حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ سچے پاکباز، ہدایت یافتہ، اور تابع حق تھے۔ پھر جب وہ دنیا سے گئے اور میں نے کہا کہ میں رسولؐ اور ابوبکر کا ولی ہوں تو تم لوگوں نے مجھے بھی جھوٹا گنہگار،

Marfat.com

غدار، خائن ٹھہرایا۔ حالانکہ خدا کو معلوم ہے کہ علی سچا راست باز۔ صاحب شریعت [illegible]
اور تابع حق ہوں [illegible]

ان تمام اختلافات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر اس دعویٰ پر اصرار کیا جائے کہ جن کوفیوں پر قتل امام کا الزام عائد ہوتا ہے وہ شیعہ امامیہ تھے۔ تو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ وہ مذکورۂ بالا شیعی عقائد و خیالات کے پیرو تھے۔ اور اہلسنت کے عقائد مندرجہ بالا سے ان کو کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت نہ دینے کی صورت میں شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی نیت سے اس طعن آمیز دعوے کو دہراتے رہنا ایک ایسا عمل ہوگا جس پر حماقت و بے دانشی بھی خندہ زن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

تنقیح دوم :- امر دوم کی تنقیح پہلی تنقیح سے وابستہ ہے۔ جبکہ کسی شہادت سے یہ ثابت کرنا ممکن نہیں ہے کہ جو اہل کوفہ خاندان رسالت کی تباہی کے مجرم تھے۔ اور ارتکاب جرم سے پیشتر اس خاندان کے بظاہر طرفدار نظر آتے تھے وہ تولا و تبرا میں عقائد شیعہ امامیہ کے پیرو تھے۔ امیر المومنین کو معصوم مطلق و امام [illegible] تسلیم کرتے تھے۔ نیز حضرات شیخین کی شان میں وہی ناگفتہ بہ جذبات و خیالات رکھتے تھے۔ جو شاہ عبد العزیز کے ارشادات اور حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہیں تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے تشیع کی اصلیت بس اتنی ہی تھی کہ بعد قتل عثمان امیر المومنینؑ کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کی بیعت و اطاعت انہیں اصول و نظریات کے ماتحت قبول کر لی تھی جو پہلے سے دلوں پر نقش ہو چکے تھے۔ یہ ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عمر کے آباد کردہ شہر کوفہ کے باشندے تبرائی مذہب میں داخل ہو چکے تھے۔ کتب تواریخ شاہد ہیں کہ بعد قتل حضرت عثمان خود صحابہ کرام اور ان کے تابعین

دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے تھے - ایک جماعت نے اصول اجماع کے ماتحت امیر المومنین کی بیعت قبول کی - وہ "شیعہ علی" کے لقب سے ملقب ہوئے - دوسری جماعت نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا - اس کا لقب "عثمانیہ" مشہور ہوا
اُن میں سے چند سربرآوردہ اشخاص کے اسمار بنابر تصریح مورخ ابن اثیر یہ ہیں :-

وبایعت الانصار الا نفرا یسیرا منهم حسان بن ثابت وکعب بن مالک ومسلمہ بن مخلد وابوسعید الخدری ومحمد بن مسلمۃ والنعمان بن بشیر وزید بن ثابت ورافع بن خدیج وفضالہ بن عبید وکعب بن عجرۃ وکانوا عثمانیہ

"گروہ انصار نے جناب امیرؑ کی بیعت کی مگر چند حضرات اس سے مستثنیٰ رہے اُن کے نام یہ ہیں - حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری - محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج - فضالہ بن عبید، کعب بن عجرہ یہ لوگ عثمانی جماعت بن گئے تھے -"

(کامل جلد ۳ صلے)

نیز طبقات ابن سعد میں ہے - جلد ۶ ص‌ -

کان زرار بن جیش یحب علیا وکان ابو وائل یحب عثمان

"زرار بن جیش محب علیؑ تھے - اور ابو وائل عثمان کی محبت رکھتے تھے -"

پھر اسی کتاب میں مذکور ہے - جلد ۶ - ص‌ -

قال رأیت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ و عبد اللہ بن حکیم وکان هذا یحب علیا وهذا یحب عثمان -

"میں نے عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اور عبد اللہ بن حکیم کو دیکھا - وہ (عبد الرحمان) علیؑ کو دوست رکھتے تھے یہ (عبد اللہ) عثمان سے محبت رکھتے تھے"

Marfat.com

تمام اہل شام انھیں صحابۂ کرام و تابعین عظام کی پیروی کر کے عثمانیہ جماعت بن گئے تھے بمقابلہ اُن کے اکثر اہل کوفہ نے حضرت امیر المومنینؑ کا ساتھ دیا اور "شیعہ علی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر یہ بات نہ تھی کہ جماعت عثمانیہ کے خیالات رکھنے والے کوفہ میں موجود نہ رہے ہوں۔ بلکہ وہاں بھی عثمانیہ خیالات و جذبات رکھنے والے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ تاریخ کامل میں ہے۔ جلد ۳ صـ ۱۲۹۔

ثم مضی حتی مر بالناعطیین وکان کلھم عثمانیہ ۔

"جناب امیر کا گذر ناعطیین کیطرف سے ہوا۔ یہ لوگ سب کے سب عثمانی تھے۔"

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴۔ صـ ۹۲۔

ونادوا فی الجبانۃ یالثارات الحسینؑ فسمعھا یزید بن عمیر ... الھمدانی فقال یالثارات عثمان فقال لھم رفاعہ بن شداد ما لنا و لعثمان لا اقاتل مع قوم یبغون دم عثمان ۔

"یعنی جب انصار مختار نے مقام جبانہ میں پہونچکر یالثارات الحسینؑ کی آواز بلند کی تو یزید بن عمیر ہمدانی نے ان کی صدا سنکر یالثارات عثمان کا نعرہ مارا۔ رفاعہ بن شداد نے لوگوں سے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا غرض۔ میں اس قوم کے ساتھ ہو کر نہ لڑوں گا جو خون عثمان کا قصاص چاہتی ہے۔"

آیندہ معلوم ہوگا کہ میدان کربلا میں ایسے لوگ موجود تھے جو انصار حسینؑ کے مقابلہ میں جماعت عثمانیہ کے جذبات کا علانیہ اظہار کر رہے تھے۔ اور ان کے طرز عمل سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ گئی تھی کہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے فرزند رسولؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے ہیں۔ پھر ان باتوں سے چشم پوشی کر کے قاتلان حسینؑ پر شیعیت کا الزام لگانا کسی طرح عقلمندی کا مقتضی نہیں ہوتا۔

۱۵۳۷۵

Marfat.com

علمائے اہلسنت کے بیانات، زمان سابق میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے

علماء اہلسنت نے بکمال فخر و ناز اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قرون اولیٰ میں اہلسنت ہی "شیعہ علی" کہے جاتے تھے۔

شاہ عبد العزیز صاحب "تحفۂ اثنا عشریہ" میں لکھتے ہیں :۔

باید دانست کہ فرقۂ سنیہ و تفضیلیہ اندر زمان سابق بشیعہ ملقب بودند چون غلاۃ در وافض و زیدیہ و اسماعیلیہ باین لقب خود را ملقب کردند خوفاً عن الالتباس، فرقۂ سنیہ و تفضیلیہ خود را باہلسنت وجماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلان من الشیعۃ او من شیعۃ علی حالانکہ او از رؤسائے اہلسنت وجماعت است راست است۔ تحفہ ص ۱۱ ۔

"جاننا چاہیئے کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ زمان سابق میں "شیعہ" سے ملقب تھے۔ جب غلاۃ در وافض و زیدیہ و اسماعیلیہ نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کر لیا تو اشتباہ کے خوف سے فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اپنا لقب اہلسنت وجماعت قرار دے لیا۔ اس سے واضح ہوا کہ پرانی کتابوں میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے اور فلاں شخص شیعہ علیؑ ہے۔ حالانکہ وہ مذہب اہلسنت کے رؤساء میں سے ہے تو یہ بات بالکل درست ہے۔"

نیز اسی کتاب میں ہے :۔

فرقۂ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہلسنت وجماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند۔

"فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین جو کہ اہلسنت کے پیشوا ہیں۔ جناب مرتضیٰؑ کی روش پر چلتے تھے۔"

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

Marfat.com

شیعہ اولیٰ عبارت اند از جمیع مہاجرین
والنصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت
مآب جناب مرتضوی بحروب لغات
قیام نمودہ اند۔

"شیعہ اولیٰ سے مراد جمیع مہاجرین و انصار
ہیں جن میں سے اکثر نے ہمراہ رکاب
سعادت مآب جناب مرتضیٰؑ باغیوں
سے جدال و قتال کیا۔

پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

اول کسیکہ بشیعہ ملقب شد جماعت از
مہاجرین و انصار و تابعین ایشان اند
کہ بمشایعت و متابعت حضرت مرتضیٰ نمودند
در وقتیکہ جناب ایشان خلیفہ شدند ص۱۸

"پہلے جو لوگ "شیعہ" سے ملقب ہوئے
وہ مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین
تھے۔ جنھوں نے حضرت مرتضیٰؑ کی پیروی
اس وقت اختیار کی جبکہ آپ خلیفہ ہوئے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ لکھتے ہیں :۔

وشیعة اهل البیت هم اهل السنة
والجماعة لانهم الذین احبوهم کما
امرهم الله ورسوله واما غیرهم
فاعدائهم فی الحقیقة۔

"اہلسنت وجماعت ہی شیعہ اہلبیت ہیں
کیونکہ یہی لوگ حکم خدا اور رسولؐ کے موافق
انکی محبت رکھتے ہیں۔ اہلسنت کے سوا دوسرے لوگ
درحقیقت محب اہلبیت نہیں۔ بلکہ ان کے دشمن ہیں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں تذکرہ ابان بن تغلب میں لکھتے ہیں :۔

ابان بن تغلب الکوفی شیعی لکنه
صدوق وقد وثقه احمد وابن
معین وابوحاتم وقال کان غالیا فی التشیع
فلقائل ان یقول کیف ساغ توثیق

"خلاصہ عبارت یہ ہے۔ ابان بن تغلب کوفی شیعہ
تھا مگر سچا تھا۔ احمد و ابن معین و ابوحاتم نے اس
کی توثیق کی ہے۔ اور ابوحاتم کا قول ہے کہ تشیع میں
غالی تھا اس مقام پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی

Marfat.com

مبتدع وحد الثقة العدالة والإتقان
فكيف يكون عادلاً من هو صاحب بدعة
وجوابه ان البدعة على ضربين صغرى
كغلو التشيع او كالتشيع بلا غلو ولا تحرف
فهذا كثير من التابعين وتابعيهم
مع الدين والورع والصدق فلو ذهب
حديث هولاء لذهب جملة من آثار
النبوة وهذا مفسدة بينة والبدعة
الكبرى كالرفض الكامل والغلو فيه
والحط على ابي بكر وعمر والدعاء
الى ذالك فهذا النوع لا يحتج بهم
ولا كرامة - (جلد اول ص ٥)

بدعتی شخص کی توثیق (قابل اعتبار ٹھہرانا) کیونکر
جائز ہوا۔ حالانکہ ثقہ کی تعریف عدالت ہے
اور صاحب بدعت کسطرح عادل ہوگا۔ اس
سوال کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک
بدعت صغریٰ مثلاً غلو تشیع یا تشیع بلا غلو یہ قسم
بدعت بہت سے تابعین اور ان کے اتباع
میں صاحب دین و ورع و صدق ہونیکے
باوجود پائے جاتے تھے۔ پس اگر ان کی حدیثوں
کو غیر معتبر کردیا جائے تو آثار نبوت کا بڑا حصہ
ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور یہ ایک کھلا ہوا مفسدہ
ہے۔ دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے مثلاً
رفض کامل اور رافضیت میں غلو اور ابوبکر و
عمر کی قدر و منزلت کو گھٹانا۔ اور اس کیطرف دوسروں کو دعوت دینا
تو اس قسم کی بدعت کرنے والوں کو ہم لائق احتجاج نہیں ٹھہراسکتے۔
اور نہ ان میں کوئی کرامت سمجھتے۔"

عامر بن واثلہ صحابی کا تشیع۔ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں

كان ابو الطفيل عامر بن واثلة يتشيع
في علي ويفضله ويثني على الشيخين ابي بكر
وعمر رضي الله عنهما ويترحم على عثمان

ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی علیؓ کے بارے
میں شیعی خیالات رکھتے تھے۔ اور شیخین کے مداح
و ثناخواں تھے۔ اور حضرت عثمان پر ترحم کرتے تھے۔

Marfat.com

امام نسائی کا تشیع: - ابن خلکان نے امام نسائی کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے:-

الامام ابوعبد الرحمٰن بن شعیب النسائی خرج الی دمشق وسئل عن معاویۃ وماروی عن فضائلہ فقال ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ وکان یتشیع فمازالوا یدفعون فی خصیتہ حتی اخرجوہ من المسجد (وفیات الاعیان)	"امام نسائی داخل دمشق ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے معاویہ کے باب میں اظہار خیال کی فرمائش کی اور وہ حدیثیں پوچھیں جو فضائل معاویہ میں مروی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں لا اشبع اللہ بطنہ کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ امام نسائی شیعی خیالات رکھتے تھے۔ ان کے اس جواب پر لوگوں نے ان کے خصیتین میں ٹھوکر مار کر مسجد سے باہر نکال دیا۔"

(اہلسنت کی یہ سعادت مندی قابل صد آفرین ہے - مترجم)

تشیع امام حاکم - حافظ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں:-

قال ابن طاھر سألت ابا اسماعیل	ابن طاہر کہتے ہیں - میں نے ابو اسماعیل انصاری سے

۱؎ ابو اسماعیل انصاری نے امام حاکم جیسی جلیل القدر شخصیت کو "رافضی خبیث" کا لقب محض اس جرم میں دیا کہ وہ دشمنان جناب امیرؑ معاویہ و اولاد معاویہ سے منحرف تھے حالانکہ وہ ائمہ رجال مذہب اہلسنت میں اس قدر بلند پایہ بزرگ تھے کہ ان کے کمالات و مناقب کو لکھنے کیلئے ایک مستقل رسالہ درکار ہوگا۔ اور بنابر تصریح حافظ ذہبی تعظیم شیخین بہر حال کرتے تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ جس طرح کسی شخص کا شیعہ علیؑ کہا جانا زبان سابق کی اصطلاح کی بنا پر اس کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ اسی طرح "رافضی" کا لقب بھی علماء اہلسنت کی اصطلاح و عرف خاص میں کسی شخص کے پیرو عقاید شیعہ امامیہ ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ احتمال بہر حال رہے گا کہ یہ لقب "رافضی" اسکو معتقد و مرید شیخین ہونیکے باوجود محض اس جرم میں عطا کیا گیا ہو کہ معاویہ و اولاد معاویہ کیجانب سے اس کے خیالات اچھے نہ تھے۔

Marfat.com

الانصاری عن الحاکم فقال ثقة فی
الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن
طاهر کان شدید التعصب للشیعة
فی الباطن وکان یظهر التسنن
فی التقدیم والخلافة وکان منحرفا
عن معاویة وآله متظاهرا بذالک
ولا یعتذر منه قلت اما انحرافه
عن خصوم علیؓ فظاهر واما امر
الشیخین فمعظم لهما بکل حال
فهو شیعی لا رافضی۔
انتہی۔

حاکم کی بابت سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ حدیث میں
تو ثقہ ہے مگر رافضی خبیث ہے۔ پھر ابن طاہر کہتے
ہیں کہ وہ باطن میں نہایت متعصب شیعہ تھا اور
تقدیم شیخین وخلافت کے بارے میں اظہار تسنن
کیا کرتا تھا۔ اور معاویہ وآل معاویہ سے
کھلم کھلا منحرف تھا۔ اور اپنی اس روش سے کوئی
عذر نہیں کرتا تھا۔ (حافظ ذہبی فرماتے ہیں)
میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا دشمنان علیؓ سے منحرف
ہونا تو ظاہر ہے۔ اب رہا شیخین کا معاملہ تو وہ
ان حضرات کی تعظیم بہر حال کرتا تھا۔ پس
وہ شیعی تھا۔ رافضی نہیں تھا۔

علامہ سیوطی نے کتاب تدریب الراوی میں اور ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں ایک لمبی فہرست ان لوگوں کی مرتب کی ہے جو آئمہ مذہب اہلسنت اور موثق رواۃ احادیث ہونے کے باوجود "شیعہ" کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔ اس فہرست کو نقل کرنا باعث طوالت تحریر ہوگا۔ لہذا اس سے قطع نظر کر کے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ اگر ان عظیم الشان شخصیتوں اور جلیل القدر ہستیوں کا تشیع وہی خصوصیات رکھتا ہوتا جو روافض میں پائی جاتی ہیں۔ تو ان کو یہ شرف کب حاصل ہو سکتا کہ وہ صحاح ستہ بالخصوص صحیحین کے رواۃ احادیث میں شامل ہوں۔ حالانکہ اکابر آئمہ اہلسنت نے صاف کہا ہے کہ خوارج کی روایت تو قابل تسلیم ہو سکتی ہے

Marfat.com

لیکن روافض کی بیان کی ہوئی حدیث تو کیا ان کی گواہی کسی دوسرے معاملہ میں بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔

توثیق خوارج امام ابوداؤد کی زبان سے:-

حافظ جلال الدین السیوطی کتاب تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:-

قال ابوداؤد لیس فی اهل الاهواء اصح حدیثاً من الخوارج

امام ابوداؤد کا قول ہے کہ بدعتیوں میں خوارج سے زیادہ صحیح الحدیث کوئی نہیں ہے۔"

رافضیوں کی گواہی قبول نہیں کیجاسکتی

امام نودی منہاج شرح مسلم میں لکھتے ہیں:-

قال امامنا الشافعیؓ اقبل شهادة اهل الاهواء الا الخطابیة یعنی الرافضة:-

ہمارے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں خطابیہ یعنی رافضیوں کے سوا تمام بدعتی لوگوں کی گواہی قبول کرلیتا ہوں۔

علمائے اہلسنت کے نزدیک تشیع و غلو فی التشیع کا معیار کیا ہے

ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری شرح بخاری میں تشیع اور غلو در تشیع کا اصل معیار اور مفہوم بیان کیا ہے۔

آپ کا کلام مندرج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس کو بغور پڑھو معلوم ہوجائیگا کہ زمان سابق کا تشیع غلو کے مرتبہ پر پہونچکر بھی اپنے اندر وہ خصوصیات حاصل نہ کرسکا جو شیعہ امامیہ میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا اس زمانہ کے لوگوں کا شیعہ غالی کے لقب سے مشہور ہونا بھی اُن کے شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

التشیع محبة علیؓ وتقدیمه علی الصحابة یعنی محبت علیؓ اور آپ کو صحابہ سے مقدم سمجھنا

فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غالی فی التشیع — تشیع ہے اور جو شخص آپ کو ابوبکر و عمر پر مقدم سمجھے وہ تشیع میں غلو کرنے والا ہے۔

اس کلام سے ظاہر ہوا کہ علمائے فرقہ سنیہ کی اصطلاح میں "تشیع" بس اسی کا نام ہے کہ علیؑ کی محبت دل میں ہو اور حضرت کو ابوبکر و عمر کے سوا دیگر صحابہ پر مقدم سمجھا جائے۔ اور حضرات ابوبکر و عمر پر تقدم کا اعتقاد رکھنا غلو در تشیع کا معیار ہے اور ایسا شخص شیعہ "غالی" کہا جائیگا۔ اگرچہ ان حضرات کے فضائل و مناقب کا صادق دل سے اقرار و اعتراف کرتا ہو۔ اُن کی روحانی بیعت کے دائرہ سے اس کا قدم باہر نکلا ہو۔ پھر انصاف کرو کہ اہل کوفہ کا شیعہ یا شیعہ غالی کہا جانا بھی اس بات کا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ رافضیوں کے عقاید رکھتے تھے۔ اور ان کے اعمال کو رافضیوں کے سامنے طعن و الزام کے طور پر پیش کرنا عقل و دانش کو رسوا کرنا ہے یا نہیں۔؟

کیا صحابہ کرام بھی رافضی تھے۔؟

غلو در تشیع کے اس معیار و مفہوم کے مطابق صحابہ کرام کی صف اول میں بھی ایسی مقدس شخصیتیں نظر آئیں گی، جو شیعہ غالی تھیں۔

حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:

روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید و زید بن ارقم ان علی بن ابیطالب اول من اسلم وفضله هولاء علی غیره۔ (جلد ۲ ص ۴۵۷)

"جناب سلمان، بوذر، مقداد، خباب، جابر، ابو سعید، زید بن ارقم سے مروی ہے کہ اول مسلمین علی بن ابیطالب ہیں۔ ان حضرات نے آپ کو دوسروں سے (جن سے ابوبکر و عمر و عثمان بھی مستثنیٰ نہیں) افضل قرار دیا ہے۔"

Marfat.com

پھر اگر کسی شخص کا شیعہ یا شیعہ غالی ہونا اوس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ صحابہ کے طبقۂ اعلیٰ کی ممتاز ترین ہستیاں بھی رافضیت کے بدترین جرم میں گرفتار تھیں۔ اور وہ اسی مذکورہ بالا سلوک کی حقدار تھیں جو امام شافعی نے تجویز فرمایا ہے۔ کیا مولوی عبدالشکور صاحب جیسے علمائے فرقۂ سنیہ ایمانداری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کیلئے تیار ہیں کہ سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید، زید بن ارقم جیسے صحابۂ کبار کو رافضیت کا مجرم قرار دیکر اس حد تک ناقابل اعتبار و اعتماد سمجھیں کہ اون کی شہادتیں معمولی معاملات میں بھی لائق قبول و قابل تسلیم نہ ہوں۔ اگر یہ علمائے دین اس پر آمادہ ہوسکیں تو چشم ما روشن و دل ما شاد۔ کیونکہ اس صورت میں اون کے تسنن بلکہ تدین کی عمارت کا سرنگوں ہوجانا یقینی ہوجائیگا۔ آخر ایسے صحابۂ کبار کے رافضی بے اعتبار ٹھہرائے جانے کے بعد عدالت صحابہ کا شور عالم میں کس منھ سے اور کس زبان سے مچایا جائیگا اور جب عدالت صحابہ رخصت ہوئی تو اجماع خلافت کے قلعہ کے مسمار ہوجانے میں کیا دیر لگے گی۔ اگر ان صحابۂ کبار کی بابت رافضیت کی نسبت دینا گوارا نہ ہوسکے تو یہ بتانا پڑیگا کہ جب یہ حضرات علیؑ ابن ابیطالب کے شیعہ غالی ہونے کے باوجود رافضی نہ ٹھہرے تو اہل کوفہ کا "شیعہ" کے لقب سے مشہور ہوجانا اون کے رافضی و شیعہ امامیہ ہونے کا ثبوت کس طرح ہوا۔ اور ان کے کرتوت سے فرقۂ شیعہ امامیہ کو ملزم ٹھہرانے کی کوشش کہانتک عاقلانہ فعل قرار پاسکتی ہے۔ اگر ایمانداری، حیاداری سے دست برداری نہ کیجائے تو اس الزام کو شیعوں کے سامنے زبان پر لانا بھی مناسب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کوفیوں کا تشیع وہی تشیع تو تھا جو زمانہ سابق میں عام طور کے صحابہ و تابعین کے دلوں میں پیوست ہوچکا تھا۔ اور باوجود اس کے انکے علمبردار اجماع و شوریٰ

Marfat.com

ہونے میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ فرقۂ سنیہ کے پیشوا اور رہنما تصور کئے جاتے رہے۔ اس اصلیت کے انکشاف کے بعد غور سے دیکھئے ظاہر ہو جائے گا کہ فرزند رسولؐ اور آپ کے رفقا کے مقدس خون کے نہ مٹنے والے دھبے کس کے دامن پر ہیں۔ روافض کے دامن پر یا ان لوگوں کے جو تشیع ظاہری کے بھیس میں اصول تسنن کے سچے پیرو تھے۔

مولوی عبدالشکور صاحب کی آخری فیصلہ کن شہادت کہ قاتلان امامؑ تمامتر عقائد فرقۂ سنیہ رکھتے تھے۔

مولوی عبدالشکور اڈیٹر "النجم" ومولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" جن کے دم قدم سے بین المسلمین غیر ضروری مذہبی مباحثات کی چہل پہل قائم ہے۔ ترجمہ اسد الغابہ میں تذکرۂ اسود کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"شیعان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفین سے لڑتے تھے۔ جو تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ گو یہ لفظ یعنی شیعہ اب زیادہ تر مخالفین اہلسنت پر اطلاق پاتا ہے۔ مگر زمانۂ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے یہ لفظ مستعمل ہوتا تھا۔ ص۱۱ منقول از رسالہ الآل والاصحاب

دوسرے مقام پر حجر ابن عدی کندی صحابی رسولؐ کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ "شیعان علیؑ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ نہ کہ روافض۔"

مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین ان تحریروں کو پڑھکر غرق حیرت ہو جائیں گے

Marfat.com

اور یہ دیکھکر اُن کے تعجب کی کوئی حد نہ رہے گی کہ وہی بزرگ جو ابھی ابھی مد قاتلان حسین علیہ السلام،، کو شیعہ بتا رہے تھے - اور اس جرم عظیم کا ملزم شیعوں کو قرار دینے میں قوت زبان و قلم کا تمامتر قدرتی سرمایہ صرف کئے دیتے تھے قادرت خدا سے بیک جنبش دست و قلم معاملہ کو اس طرح الٹ پلٹ کر دیتے ہیں کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے - اور خود اس شعر کے مصداق مجسم بنجاتے ہیں سہ

تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

دیکھئے ایک طرف تو مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے دوسری جانب یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ،،شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا جو تمامتر عقاید اہلسنت رکھتے تھے - یہ لفظ شیعہ زمانہ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے مستعمل ہوتا تھا،، محترم ناظرین ان دونوں باتوں کو نظر حق بیں کے سامنے رکھکر مولوی صاحب سے جان عدل و انصاف اور روح دین و ایمان کی قسم دیکر یہ سوال کیجئے کہ فاضل مولانا ! آپ کی ان دونوں باتوں کو یکجا کر دینے سے منطقی نتیجہ اس کے سوا اور کیا حاصل ہوتا ہے کہ قاتلان حسینؑ تمامتر عقائد اہلسنت رکھتے تھے - نہ کہ عقائد روافض پھر یہ کون سا انصاف ہے کہ جس فعل قبیح کو انجام دینے والے وہ لوگ ہوں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور تمامتر عقائد اہلسنت رکھتے تھے - اسکا الزام شیعہ امامیہ یعنی روافض کے ذمہ لگایا جائے - اور ان کو ملزم ٹھہرانے کیلئے قلم، روشنائی، کاغذ اور سب سے بڑھکر عمر عزیز کو یوں مفت برباد کیا جائے - حیف - صد حیف -

میری اس گذارش کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی بدبخت تو تھے جو عہد خلافت جناب امیرؑ میں آپ کے ساتھ رہتے تھے -

Marfat.com

اور وہ لوگ جو اُن کے ہمخیال وہمشرب تھے؟ اس حقیقت سے انکار کرنا فاضل اڈیٹر النجم کیلئے اس وجہ سے غیر ممکن ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنے مشہور رسالہ "قاتلان حسین" میں جو الزامات بزعم خود فرقۂ شیعہ امامیہ پر عائد کئے ہیں اُن کا ہیولیٰ اسی حقیقت سے تیار کیا ہے۔ اور اسی واقعہ پر اُن تمام الزامات کی عمارت کھڑی کی ہے۔ اب اگر اُس سے انکار کر دیا جائے تو وہ عمارت از خود سرنگوں ہو جائیگی۔ اور شیعہ امامیہ کو اپنی برأت و پاکدامنی کا اظہار کرنے کیلئے جنبش دست و قلم کی احتیاج مطلق نہ ہیگی۔ اور جبکہ واقعہ کی اصلیت مولف رسالہ "قاتلان حسینؑ" کے اقرار کے بموجب یہی ٹھہری کہ جو لوگ جناب علی مرتضی کے ساتھ رہتے تھے وہی بعد میں قتل امام حسینؑ کے مجرم بنے تو اس واقعہ کو مولوی صاحب موصوف کے اس بیان "شیعیان علیؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا۔ اور اُن کے ساتھ ہو کر اُن کے مخالفین سے لڑتے تھے جو تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے" کے ساتھ یکجا کر کے دیکھنے والے فطری طور پر اس صاف و صریح نتیجہ تک پہنچ جائینگے کہ قاتلان حسینؑ تمامتر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ روافض کے عقائد و جذبات سے اُن کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ محترم ناظرین نے ارشاد ربانی "یخربون بیوتھم بایدیھم"[1] کی اس سے زیادہ عبرت انگیز مثال اور کلام الٰہی "کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا"[2] کا اس سے بڑھکر حیرت خیز نمونہ کبھی نہ دیکھا ہوگا جو آج فاضل اڈیٹر النجم کے دست و قلم کی کرشمہ سازی و عجائب نگاری سے کاغذ کے مرقع پر۔

---

[1] اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑنے لگے۔ [2] مثل اس عورت کے جس نے اپنا کاتا سوت مضبوط ہو جانے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

Marfat.com

جلوہ ریز ہو رہا ہے۔ محض اس سبب سے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد، کاش میرے اصلی مخاطب مفتی محمد خلیل صاحب اس سے عبرت حاصل کر لیں۔ اور سر زانوئے تامل پر رکھکر غور کریں کہ اس قسم کے خود ساختہ الزامات سے شیعوں کو ملزم ٹھہرانے اور دنیا کو دھوکا دینے کی امید رکھنا اس حد تک اپنے آپ کو دھوکا دینا اور مبتلائے جہل مرکب رکھنا ہے۔ یا نہیں جس پر عقل و دانش شرمندہ اور نافہمی و بے دانشی مصروف خندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ دستانہ مشورہ تو یہی ہو سکتا ہے اب آگے وہ جانیں اور ان کی افتاد طبیعت اور ان کا انداز فطرت۔

تنقیح سوم:۔ تنقیح دوم کے بعد درحقیقت یہ سوال کہ "قاتلان حسین شیعہ تھے یا سنی؟" بالکل حل ہو جاتا ہے۔ اور اس بحث میں کتابوں کی ورق گردانی چنداں ضروری نہیں رہ جاتی۔ مگر اس خیال سے کہ ثبوت کمال ظہور کی آخری حد تک پہونچ جائے تحقیق تنقیح کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ناظرین کو ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں جن سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اہل کوفہ کی اکثریت عقائد روافض سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی تھی۔ وہاں کے سواد اعظم کے رؤسا و عمائد انھیں عقائد و اصول اور رسوم و عادات کے پابند تھے جنکو صحابہ کبار نے خلافت نبویہ اور دیگر امور شرعیہ کے متعلق عالم میں رائج کیا تھا حضرات شیخین کے فضائل و مناقب کے دل و جان سے خریدار تھے اور ان کی سیرتوں کو جزو دین و ایمان سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے جناب علی مرتضیٰ کی بیعت ضرور کی تھی مگر اس بیعت میں وہ تبرائی شان مطلق نہ تھی جو روافض کے ناگفتہ بہ خصوصیات میں داخل ہے۔

تاریخ کی پہلی شہادت | قال نقام حجر — راوی کا بیان ہے کہ حجر بن عدی و عمر بن الحمق و

بن عدی و عمرو بن الحمق و عبد اللہ بن
وھب الراسبی قد خلوا علی علیؑ فسألوہ
عن ابی بکر و عمر ما تقول فیھما وقالوا
بین لنا قولک فیھما و فی عثمان قال
علی کرم اللہ وجھہ اولفرغتم لھذا
وھذہ مصر قد فتحت و شیعتی
فیھا قد قتلت انی مخرج الیکم کتابا
انبئکم فیہ ما سألتمونی عنہ فاقرؤہ
علی شیعتی فاخرج الیھم کتابا فیہ
.... فلما امضی
تنازع المسلمون فی الامر بعدہ فو اللہ
ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر علی
بالی ان العرب تعدل ھذا الامر
عنی فما راعنی الا اقبال الناس علی
ابی بکر واجفالھم علیہ فامسکت
یدی و رأیت انی احق بمقام محمدؐ
فی الناس ممن تولی الامور علی فلبثت
بذالک ما شاء اللہ حتی رأیت راجعۃ
من الناس رجعت عن الاسلام

وعبداللہ بن وہب راسبی جناب امیرؑ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ ابوبکر و عمر کے
متعلق آپ کا کیا قول ہے؟ اُن کے نیز عثمان کے باب
میں اپنا قول ہم سے بیان کیجئے۔ حضرتؑ نے
فرمایا کہ تمھارے لئے بس یہی بات رہ گئی ہے
اور تمام تمہاسی فارغ ہوگئے۔ دیکھو مصر مفتوح ہوگیا
اور میرے شیعہ وہاں قتل کردئے گئے۔ نیز ایک
نوشتہ تمھیں دیتا ہوں جو سوال تم نے کیا ہے
اس کا جواب اس نوشتہ میں ہوگا۔ تم اُسے میرے
شیعوں کو پڑھکر سنا دینا۔ پھر آپ نے ایک نوشتہ
اُن کے حوالہ فرمایا جس میں مندرج تھا......
.... جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپکے
بعد امر خلافت میں مسلمانوں کے مابین نزاع شروع
ہوگئی بخدا میرے دل میں یہ بات آتی ہی نہ تھی کہ
عرب امر خلافت کو مجھ سے ہٹا دیں گے مگر یہ دیکھکر
مجھ پر عالم حیرت طاری ہوگیا کہ لوگ بہت جلد ابوبکر
کی طرف متوجہ ہوگئے۔ یہ دیکھکر میں نے بیعت ابی بکر
سے ہاتھ روک لیا۔ اور میں یہ رائے رکھتا تھا
کہ جو شخص متولی امور ہوا ہے (یعنی ابوبکر) رسولؐ کی

يدعون الى محو دين محمد وملة ابراهيم عليهما السلام فخشيت ان لم انصر الاسلام واهله ان ارى فى الاسلام

جانشینی کا حق بہ نسبت اس کے مجھکو زیادہ ہے۔ پس اسی حالت میں رہا تا اینکہ میرے سامنے یہ نظر آگیا کہ مرتدین کے گروہ دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور

سلہ جناب امیرؑ کے اس ارشاد سے دو باتوں کا انکشاف ہوا۔ اول یہ کہ آپ نے ابو بکر صدیق کی بیعت اس لئے قبول نہیں فرمائی کہ آن کو خلافت کا زیادہ حقدار تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اس کا سبب واقعی یہ تھا کہ اسلامی دنیا میں فتنۂ ارتداد پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اس موقع پر آپ ابو بکر کے خلاف عملی جد وجہد فرماتے تو دین اسلام میں رخنہ پڑ جاتا۔ اور بانی اسلام کی تمام کوششیں برباد ہو جاتیں۔ انصاف سے دیکھو جس بزرگ کے سینہ میں ہمدردی دین وملت سے بھرا ہوا دل ہو اور جس کی عرق ریزجد وجہد سے دین اسلام کو نشو ونما نصیب ہوئی ہو اُس سے سوا اس کے اور کیا توقع کر سکتے ہو کہ وہ کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہ کریگا جو اسلام کی کمزوری اور معاندین کی کامیابی کا باعث ہو سکے۔ لیکن اس کی اس مصالحانہ روش سے جو کہ محض مصلحت وقت کی بنا پر اختیار کیگئی تھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتے کہ اس نے اپنے مقابل کو مستحق خلافت تصور کر لیا تھا۔ اور بیعت واشتراک عمل کا سبب استحقاق خلافت وامامت کا بھی احساس واعتراف ہوا تھا۔ جو ہم لوگ یہ خیال خام رکھتے ہوں کہ جناب امیرؑ خلیفہ اول کی خلافت کو حق سمجھتے تھے اسی سبب سے آپنے برضا ورغبت بیعت و اتحاد عمل کی روش اختیار فرمائی تھی۔ وہ حضرت کا یہ ارشاد عقل کی نگاہوں سے دیکھیں اور سمجھیں کہ اجماعی خلافت کے خلاف تلوار نہ کھینچنے کا واقعی سبب یہ نہ تھا کہ آپ اس کو برحق تصور فرماتے تھے۔ بلکہ اُس کا سبب یہ تھا کہ اگر اس وقت خلافت کے معاملہ میں لڑائی چھیڑ دی جاتی تو ان جھگڑوں اور لڑائیوں سے ان لوگوں کو قوت پہونچتی جو فتنۂ ارتداد میں مبتلا ہو کر دین اسلام کو مٹا دینا چاہتے تھے۔

آپنے اپنی بیعت کے اسی اصلی سبب کو ایک دوسرے موقع پر یوں بیان فرمایا ہے:۔

ان الله عز وجل لما قبض رسوله قلنا نحن

جب حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ہم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ پر)

ثلماً وهدماً تكون المصيبة به عليّ اعظم من فوت ولاية امركم التي انما هي متاع ايام قلائل ثم يزول ما كان منها كما يزول السراب فمشيت عند ذالك الى ابي بكر فبايعته ونهضت معه في تلك الاحداث حتى زهق الباطل وكانت كلمة الله هي العليا وان رغم الكافرون فتولى ابوبكر تلك الامور وقارب واقتصد فصحبته مناصحا واطعته

دین محمدؐ و ملت ابراہیم علیہما السلام کو مٹا دینے کی طرف دعوت عام دیرہے ہیں تو مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اسوقت میں اسلام اور مسلمانوں کی امداد نہ کی تو مجھے اسلام میں رخنہ پڑنے اور اس عمارت کے منہدم ہوجانے کا منظر دیکھنا پڑے گا۔ اور اسکی مصیبت میرے لئے اس عمارت دحکومت سے عظیم تر ہوگی جو کہ متاع چند روزہ اور سراب کی طرح زائل ہوجانے والی ہے۔ (یہ سوچکر) میں ابوبکر کے پاس گیا اور بیعت کرکے اُن کے فتنوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) اهله واولياؤه لاينازعنا سلطانه احد فابى علينا قومنا فولوا غيرنا وايم الله لولا مخافة الفرقة وان يعودوا الكفر ويبور الدين لغيرنا فصبرنا على بعض الالم الخ

(استیعاب ابن عبد البر جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

کہا کہ ہم آپ کے اہلبیت و اولیاء ہیں لہذا آپکی سلطنت کے معاملہ میں ہم سے کوئی نزاع نہیں کریگا۔ مگر ہماری قوم ہم سے مخالف ہوگئی اور اس نے غیر کو والی اور خلیفہ رسولؐ بنا دیا۔ خدا کی قسم اگر قوم میں تفرقہ پڑجانے کفر کے لوٹ آنے، دین کے تباہ ہوجانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم اُن کے منصوبوں کو الٹ پلٹ کرکے رہتے مگر اسی خوف سے ہم نے صبر اختیار کیا۔

امیر المومنینؑ کے ان صاف اور صریح بیانات کے دیکھنے کے بعد یہ خیال کسی طرح عقلمندی کا تقاضا نہیں ہوسکتا کہ آپ نے خلیفہ اول کی خلافت کو برحق تسلیم کرلیا تھا۔ دوم یہ کہ حادثہ وفات رسولؐ کے واقع ہوتے ہی صحابیت کی دنیا میں فتنۂ ارتداد پیدا ہوگیا۔ مسلمان الٹے پاؤں کفر و الحاد کیطرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ پر)

Marfat.com

فیما اطاع اللہ فیہ جاھداً فلما احتضر بعث الی عمر فولاہ فسمعنا واطعنا وبایعنا وناصحنا فتولی تلک الامور فکان مرضی السیرۃ و میمون النقیبۃ ایام حیاتہ الخ (امامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۰)

کچلنے میں میں نے ان کا ساتھ دیا یہانتک کہ باطل مٹ گیا ! اور خدا کا بول بالا کفار کے علی الرغم ہو کر رہا پس ابوبکر ہی امور خلافت کے والی و متصرف ہوئے اور توفیق ربانی سے ان کو سہولت امور اور سداد و استقامت نصیب ہوتی رہی اور وہ افراط و تفریط سے بچتے اور جادہ عدل و اقتصاد پر چلتے رہے ہیں۔ میں نے مخلصانہ عنوان سے ان کا ساتھ دیا۔ اور ان باتوں میں ان کا مطیع رہا جن میں انھوں نے خدا کی اطاعت کی جب ان کا وقت آخر آپہونچا تو عالت احتضار میں عمر کو بلوایا اور والی وحاکم بنا دیا۔ ہم نے ان کی بھی بیعت اور اطاعت کی۔ وہ زندگی بھر پسندیدہ سیرت اور نیک نفس رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) کی طرف واپس جانے لگے۔ اور دین اسلام کو مٹا دینے کی فکروں میں پڑ گئے۔ پس اگر اسی طرح جناب امیر کے ساتھ رہنے والوں میں سے ایک جماعت بھی آپ کے بعد نام نہاد تشیع سے منحرف ہوگئی تو وجہ تعجب کیا ہوگی۔ اور ان کی اس بدبختی کو خالص شیعیان علی ابن ابیطالب سے الزام لگانے کا ذریعہ قرار دیا کس طرح حق بجانب تصور کیا جاسکتا ہے۔ اگر افراط تعصب نے قوت عقل کو مغلوب نہ کرلیا ہو تو یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہوگا کہ اس قسم کے الزامات کو اختراع کرنا مخالفین اسلام کو اس کا نادر موقع دیتا ہے کہ عہد رسالت کے بعد مرتد ہوجانیوالوں کی روش سے سچے مسلمانوں کے خلاف اعتراضات والزامات کی بوچھار شروع کردیں اگر سواد اعظم کے سامنے یہ الزام پیش کیا جائے کہ تمھاری اسلامیت کی حقیقت بس اتنی ہے کہ تم نے بانی اسلام کی وفات کے بعد ہی دین و مذہب کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردینے کی کوششیں شروع کردیں۔ بانی اسلام ...... کے بعد چند روز بھی دین وایمان پر ثابت قدم نہ رہ سکے تو اس الزام کا کیا جواب دیا جائیگا۔ اور جو کچھ اس الزام کے جواب میں کہا جائیگا وہی جواب مخلص شیعوں کیطرف سے بھی قبول کرلینا چاہئے چونکہ الزام کی نوعیت ایک ہے لہذا جواب بھی ایک ہی ہوگا۔ ۱۲۔

Marfat.com

اس تاریخی شہادت سے ظاہر ہوا کہ حجر بن عدی اور عمر بن الحمق وعبد اللہ بن وہب الراسبی جیسے صحابہ حضرات شیخین کے باب میں جناب امیرؑ سے اظہار خیال کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ لوگ خود معتقد و مرید شیخین تھے اور جناب امیرؑ کی جانب سے مطمئن نہ تھے کہ آپ کے خیالات اُن کے عقائد کے مطابق ہوں گے۔ یا حضرات کے خیالات کے متعلق عامتہ الناس کو کچھ شک تھا۔ اور کوئی غلط فہمی پھیل رہی تھی۔ لہذا ان اصحاب کا مقصد یہ تھا کہ آپ شیخین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار صاف طور سے کر دیں۔ تاکہ ان کی عام اشاعت کر کے عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل کی جائے مورخ ابن قتیبہ دینوری کے سابق بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اظہار رائے کا یہ مطالبہ اس وقت کیا گیا تھا جبکہ جناب امیر المومنینؑ جنگ خوارج سے فارغ ہو کر دوبارہ اہل شام پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے۔ مقام نخیلہ میں نزول اجلال فرما کر تمام فوج کو یہ حکم عام دیا تھا کہ جنگ اہل شام کیلئے کمربستہ رہے۔ مگر فوج کی اخلاقی حالت اس درجہ خراب ہو چکی تھی کہ اس حکم عام کی طرف سے نہایت بے پروائی کی گئی۔ رفتہ رفتہ تمام سپاہی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے پچاس افر مخلص جاں نثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا جب حضرت نے اس حالت کا مشاہدہ فرمایا تو نہایت ملول و شکستہ خاطر ہوئے۔ اور ایک دن اہل کوفہ کو جمع کر کے نہایت پُر زور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کی سخت ملامت فرمائی خطبہ ختم ہونے کے بعد ابو ایوب انصاری نے لوگوں سے خطاب کیا۔ اور کہا:۔

ان امیر المومنین اکرمہ اللہ قد اسمع من کانت لہ اذن واعیۃ وقلب حفیظ ان اللہ قد اکرمکم	بے شک امیر المومنینؑ نے کلام حق سنا دیا اس شخص کو جو سننے والا کان اور یاد رکھنے والا دل رکھتا ہے۔ خدا نے ان کے وسیلہ سے تمہیں

به كرامة ما قبلتموها حتى قبولها
حيث نزل بين اظهركم ابن عم رسول
الله وخير المسلمين وافضلهم وسيدهم
بعده يفقهكم في الدين ويدعوكم
الى جهاد المحلين فوالله لكانكم صم
لا تسمعون وقلوبكم غلف مطبوع
عليها فلا تستجيبون عباد الله اليس
انما عهدكم بالجور والعدوان
امس وقد شمل العباد وشاع في
الاسلام فذو حق محروم ومشتوم
عرضه ومضروب ظهره وملطوم
وجهه وموطوء بطنه و
ملقى بالعراء فلما جاءكم امير المؤمنين
صدع بالحق ونشر العدل وعمل
بالكتاب فاشكروا نعمة الله عليكم
ولا تتولوا مجرمين ولا تكونوا كالذين
قالوا سمعنا وهم لا يسمعون الخ

(الامامة والسياسة صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ مصر)

کرامت عطا فرمائی مگر تم نے جیسا چاہیے اس کو
قبول نہ کیا۔ تمہارے درمیان وہ شخص وارد ہوا جو
رسول کا بھائی اور تمام مسلمین میں بہتر و برتر
اور رسول کے بعد اُن کا سردار ہے۔ وہ تمکو دینی
باتیں تعلیم کرتا ہے۔ اور (حرام) کو حلال کر لینے
والوں کے ساتھ جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہے
پس خدا کی قسم گویا بہرے ہو کہ کچھ سنتے ہی نہیں
اور تمہارے دل پر پردے پڑے ہوئے
ہیں۔ مہر لگی ہوئی ہے۔ جس سے ان کی دعوت
قبول نہیں کرتے۔ بندگان خدا کیا ابھی
یہ کل کی بات نہیں کہ تم ظلم و جور میں بسر کر رہے
تھے؟ اور وہ ظلم و جور تمام بندگان خدا کو
شامل تھا۔ اور اسلام میں عام طور سے پھیلا
ہوا تھا۔ حقدار محروم تھا۔ اس کی آبرو برباد
کی جاتی تھی۔ اس کی پیٹھ پر مار پڑتی تھی اور اس
کے چہرے پر طمانچے لگائے جاتے تھے اور اس کا پیٹ
روندا جاتا تھا۔ اور چٹیل میدان میں پڑا رہتا
تھا۔ پس جب امیر المومنین تمہارے درمیان
تشریف لائے تو آپ نے حق کو عام کر دیا۔ عدل و انصاف کو پھیلا دیا۔ اور

کتاب خدا پر عمل کیا۔ پس خدا کی یہ نعمت جو تم کو ملی ہے اس پر شکر خدا کرو اور منہ پھیر (کفران نعمت کے) مجرم نہ ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔ مگر در حقیقت وہ سنتے ہی نہیں۔"

ان تمام پر جوش تقریروں کے باوجود کوفیوں کی بے حسی اور پست ہمتی بدستور رہی اور کوئی ایسی فوج مرتب نہ ہو سکی جو اہل شام کے مقابلہ میں لائی جا سکتی۔ یہ باتیں مذکورۂ بالا وجہوں میں سے آخری وجہ کی موید ہو سکتی ہیں۔ اور اس خیال کی صحت کیلئے قوی قرینہ بن سکتی ہیں کہ ایسے عام بدنظمی و انتشار و اختلاف کے موقع پر صحابہ ذوی الاحترام کا مذکورہ بالا مطالبہ اسی غرض تھا کہ اس تدبیر سے عوام کی دلجوئی کر کے ہمدردی و حمایت حاصل کی جائے۔ اور دلدادگان اصول اجماع و شوریٰ کو ان کے واضعین کے متعلق جناب امیرؑ کے خیالات سنا کر اتحاد و اجماع کی راہ پر لگا دیا جائے۔ مندرجہ بالا تحریری بیان میں حضرتؑ کا یہ حکم کہ۔ اسے لیجا کر میرے شیعوں کے مجمع میں پڑھو اسی خیال کی پوری تائید کرتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو۔ بہر صورت جناب امیرؑ کے بیان کا وہ حصہ جس میں شیخین کی شان میں اظہار خیال فرمایا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ جو لوگ اس کے مخاطب تھے اور جنکو آپ نے "شیعتی" کا لقب عطا فرمایا تھا نہ وہ روافض کیطرح تبرائی مذہب کے پیرو نہ تھے۔ بلکہ فضل خدا سے شیخین کے ارادتمندوں میں داخل تھے۔ اور ان کے مناقب و مدائح کے جان و دل سے خریدار تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بیانات روافض کے لئے باعث خنکی چشم ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تدبیر سے ان کے مرض کا علاج ممکن نہیں تھا۔ لہذا اگر اہل کوفہ رافضی ہوتے تو اس عام بددلی کے موقع پر ان مناقب و مدائح کی عام اشاعت روش تدبیر و مصلحت بینی کے سراسر خلاف ہوتی۔ الغرض حضرات شیخین کے

Marfat.com

متعلق اظہار خیال کا مطالبہ اور اس کی عام اشاعت کیلئے جناب امیرؑ کا یہ حکم ثابت کر رہا ہے کہ آپ ایک ایسے ماحول میں بسر فرما رہے تھے کہ جہاں مدائح و مناقب شیخین کے نشر و اشاعت کی ضرورت تھی۔ عامۃ الناس کے عقائد و جذبات اسی کا تقاضا کر رہے تھے۔ پھر کیا اس کھلی ہوئی شہادت کے بعد بھی یہ کہتے رہنا کہ اہل کوفہ رافضی شرب تھے ایک مجنونانہ تخیل پر مبنی سمجھا جائیگا۔

دوسری شہادت:۔ جنگ جمل کے موقع پر طلحہ و زبیر کے مقابلہ میں اہل کوفہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کیلئے جناب امیر المومنینؑ نے امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو بھیجا تھا۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے اور مجمع عام کے روبرو بہت سی موافق و مخالف تقریریں ہوئیں۔ ان کے تذکرہ کے ذیل میں مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد پنجم ص ۱۸۹

وقام الاشتر فذكر الجاهلية و شدتها والاسلام ورخائه وذكر عثمان فقام اليه المقطع بن الهيثم بن فجيع العامری فقال اسكت قبحك الله كلب خلى والنباح فثار الناس فاجلسوه وقام المقطع فقال اما والله لا نحتمل بعدها ان يبوء احد بذكر احد من ائمتنا۔

مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انھوں نے زمانۂ جاہلیت اور اس کی سختیوں اور اسلام اور اسکی خوشحالیوں کا تذکرہ کیا اور (اسی سلسلہ میں) حضرت عثمان کا تذکرہ (کچھ نامناسب) کیا اس پر مقطع بن الھیثم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کلام سے لوگوں میں شورش برپا ہوگئی اور سب نے مالک اشتر کو بٹھا دیا۔ مقطع نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے بعد ہم ہرگز یہ برداشت نہیں کرینگے کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں کسی کا تذکرہ یوں کرے۔

حضرت عثمان کی مخالفت میں مالک اشتر کی تقریر نے کسطرح عام شورش برپا کر دی اور مقطع

Marfat.com

بن الہیثم نے حاضرین کے نمائندہ کی حیثیت سے جو کچھ کہا اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل کوفہ کی مذہبی طبیعت کیا تھی اور وہ کس قسم کے عقائد و جذبات رکھتے تھے۔ ہر شخص بشرطیکہ دشمن عقل و فہم نہ ہو یہ باور کر سکتا ہے کہ جو لوگ حضرات شیخین تو کیا حضرت عثمانؓ کے خلاف بھی کسی نکتہ چینی کو سننا گوارہ نہ کر سکتے ہوں وہ نہایت راسخ العقیدہ سنی رہے ہوں گے ان کے دل و دماغ کو رافضیت کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی۔ پھر کس بنا پر یہ تخیل درست ہو سکتا ہے کہ یہی پیروان خلفائے ثلاثہ جنگ جمل وغیرہ کے مواقع میں چند روز حضرت امیرؑ کیا ساتھ رہنے ہوئے برسوں کے جمے ہوئے عقائد و جذبات سے دست بردار ہو کر رافضیت اور حقیقی تشیع کے دائرہ میں آ گئے ہوں گے اور اس کا امکان بھی تسلیم کر لیا جائے تو محض امکان کا تسلیم کر لینا اس مقام پر کیا فائدہ دے سکتا ہے جبتک کہ اس ممکن کے واقع ہونے کا ثبوت بھی تاریخی بیانات سے پیش نہ کیا جائے۔ آخر اس کے ثبوت کیلئے کون سی معتبر شہادت پیش کیجا سکتی ہے کہ اہل کوفہ نے سنی مشرب کی پیروی سے استعفا دیکر وہ تشیع اختیار کر لیا تھا جو رافضیت کا دوسرا نام ہے؛ ہاں اگر یہ کہا جائے تو ایک حد تک درست ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ طلحہ و زبیر یا معاویہ کے مقابلہ میں شیعہ تھے۔ اور حضرات شیخین کے مقابلہ میں کٹر سنی۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہما کے مقابلہ میں بھی ان کا تشیع اس قدر سے باور کیا جا سکتا ہے کہ محض حق شناسی کی بنا پر جناب امیرؑ کا ساتھ دینا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہایت دشوار ہے کیونکہ اوراق تاریخ میں ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے بے عذر یہ باور کر لیا جا سکتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے گرد و پیش زیادہ تر اخیں سیم و زر کے بندوں کا مجمع تھا جو محض دنیوی فوائد کی طمع میں آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب یہ رنگ دیکھا کہ ایک طرف امیر شام کے مقاصد کی تائید کرنے والوں پر مال و زر کی بارش ہو رہی ہے اور دوسری جانب رسولؐ عربی کا حقیقی

Marfat.com

جانشین آپکی سیرت عدل و تقوی کی نہایت سختی سے پیروی کر رہا ہے اور مال خدا کو اپنا اقتدار جمانے کا ذریعہ قرار دینا نہیں چاہتا۔ تو رفتہ رفتہ عمائد و اشراف سے تشیع کا ظاہری و عارضی رنگ اڑنے لگا۔ اور اسی اصلی رنگ کی جھلک نظر آنے لگی جو مرور زمانہ سے اُن کے خمیر میں پیوست ہو چکا تھا۔ ظاہری حمایت و طرفداری کی روش بدلنے لگی اور بہت جلد یہ حقیقت کھل گئی کہ ہزاروں لاکھوں خودغرض و مطلب پرست اشخاص کے زمرہ میں خالص شیعہ کتنے تھے؟ میرے اس کلام کی تائید کے لئے ابن قتیبہ دینوری کا بیان کافی ہے کہ جنگ خوارج کے بعد جب اہل کوفہ کو جنگ اہل شام کیلئے آمادہ کرنے کی غرض سے پرجوش تقریریں ہو رہی تھیں اسی اثناء میں امیرالمومنینؑ کے چند اصحاب باوفا نے اُٹھکر یہ کہا:۔

یا امیر المومنین اعط هولاء هذه الاموال وفضل هولاء الاشراف من العرب وقریش ممن تخوف خلافه على الناس وفراقه وانما قالوا له هذا الذی کان معاویة یصنعه بمن اتاه وانما عامة الناس همهم الدنيا ولها يسعون وفيها يكدحون فاعط هؤلاء الاشراف فاذا استقام لك ما تريد عدت الى احسن ما كنت عليه من القسم فقال علیؑ اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فيمن وليت

امیرالمومنینؑ! آپ یہ اموال ان لوگوں کو عطا کر دیجئے اور عرب و قریش کے ان سرداروں کو جنکی طرف سے مخالفت اور جدائی کا خوف ہو سکتا ہے پست طبقہ کے افراد سے ممتاز و افضل قرار دیجئے۔ یہ بات ان لوگوں نے کہی اس کی بنا یہ تھی کہ امیر معاویہ اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے تھے اور کھلی بات ہے کہ عوام ناس کی مراد بس دنیا ہوتی ہے اسی کیلئے کوششیں کرتے اور مشقتیں جھیلتے ہیں۔ لیس ان اشراف عرب کو زیادہ مال و زر عطا فرمائیے۔ جب آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جائیگی تو پھر تقسیم کا وہی بہتر سے بہتر طریقہ اختیار

عليه من الاسلام فوالله لا افعل ذلك ما لاح في السماء نجم والله لو كان لي مال لسويت بينهم فكيف وانما هي اموالهم - (امامت والسياسة ص۱۲۹)

کر لیجیگا جو ابتک رہا ہے - امیر المومنینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں لوگوں کی امداد رعایا پر ظلم و جور کر کے حاصل کروں - خدا کی قسم میں تو ایسا طریقہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے - بخدا اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوات ہی کے طریقہ پر تقسیم کرتا - پھر ان اموال میں عدل و مساوات کے خلاف کیونکر کر سکتا ہوں - جو کہ انھیں کی ملکیت ہے - "

تیسری شہادت :- عن شعيب عن سيف عن محمد وطلحة قال ماجاءت وفود اهل البصرة الى الكوفة ورجع القعقاع من عند ام المومنين وطلحة والزبير بمثل رأيهم جمع عليٌ الناس ثم قام على الغرائر فحمد الله عز وجل واثنى عليه وصلى على النبي صلعم وذكر الجاهلية وشقاها والاسلام والسعادة وانعام الله على الامة بالجماعة بالخليفة بعد رسول الله صلعم ثم الذي يليه ثم الذي يليه الخ -

(طبری جلد ۵ ص۱۹۴)

یعنی محمد و طلحہ کا بیان ہے کہ جب اہل بصرہ کے وفود کوفہ کیطرف آئے اور قعقاع ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس سے واپس آئے تو علی بن ابیطالب نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خدا کی حمد و ثنا اور رسولؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد جاہلیت اور اسکی بدبختیوں اور اسلام اور اس کی سعادتوں کو بیان فرمایا اور اس انعام خداوندی کا تذکرہ کیا کہ بعد رسولؐ اس نے خلیفہ (حضرت ابوبکر) پھر یکے بعد دیگرے دوسرے خلفاء (عمر و عثمان) کے ذریعہ سے امت کو جماعت و شیرازہ بندی عطا فرمائی۔

Marfat.com

اس خطبہ میں جناب امیرؑ نے اپنے اصحاب انصار کے سامنے نہایت صریح الفاظ میں فرمایا کہ خلفائے ثلاثہ کے ذریعہ سے اس نے مسلمانوں کو جماعت و شیرازہ بندی کی نعمت عطا فرمائی۔ اس کلام کا خلفائے ثلاثہ کی مدح وثنا اور ان کی خلافتوں کی عظمت واہمیت کے تذکرہ پر شامل ہونا ظاہر ہے۔ لہذا باور کرنا پڑے گا کہ یہ تقریر اسی مجمع کے سامنے کیگئی ہوگی جو حضرات خلفائے ثلاثہ سے خلوص وعقیدت رکھتا تھا۔ اور یہ الفاظ اسی فضا میں دہن مبارک سے نکلے ہوں گے جو حضرات خلفاء کی انتہائی مدح وثنا کیلئے بالکل موافق تھی۔ اس کے بعد بھی اگر اصحاب وانصار امیرالمومنینؑ کی اکثریت پر تشیع کا دھوکا ہو تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نظر عقل کا قصور ہے۔

چوتھی شہادت:۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ کے مندرجہ بالا خطبہ کے بعد علیا ابن الہیثم وعدی بن حاتم ومالک اشتر وغیرہم نے ایک بزم شوریٰ قائم کی جس میں وہ لوگ شریک ہوئے جنھوں نے قتل عثمان میں حصہ لیا تھا۔ ان کے قاتلوں کے افعال کو رضامندی واستحسان کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حضرتؑ نے آخر خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میں کل بصرہ کیجانب کوچ کروں گا تم لوگ بھی ساتھ چلنے کیلئے تیار رہو مگر قاتلان عثمان یا ان لوگوں کی امداد کرنے والے میرے ساتھ نہ چلیں"۔ اس ارشاد سے لوگوں کے دلوں میں اپنے مستقبل کیطرف سے بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی اون کو یہ خوف تھا کہ اگر امیرالمومنینؑ اور طلحہ وزبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ان لوگوں کا انجام اچھا نہ ہوگا کیونکہ قرارداد صلح لامحالہ یہی ہو گی کہ قاتلان عثمان اپنے کیفر کردار کو پہونچا دئے جائیں۔ غرض اس بزم شوریٰ میں غور کا رلے اپنے مستقبل پر غور کرنا شروع کیا۔ متعدد مقررین نے اپنی اپنی رایوں کا اظہار کیا منجملہ ان کے مالک اشتر نے اپنی رائے کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا:

Marfat.com

اما طلحة والزبیر فقد عرفنا امرھما وامّا علیؑ فلم نعرف امرہ حتی کان الیوم ورای الناس فینا واللہ لئن یصلحوا وعلیؑ فصلی دمائنا فہلموا فلنتواثب علی علیؑ فنلحقہ بعثمان الخ۔ (طبری جلد ۵ ص ۱۹۵)

یعنی طلحہ وزبیر کی روش تو ہم کو معلوم ہوگئی ہے مگر علیؑ کا خیال آجتک ہم پر ظاہر نہ ہوا۔ بخدا تمام لوگوں کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے اگر علیؑ وطلحہ وزبیر کے درمیان صلح ٹھہری تو ہمارے خون ہی پر ٹھہرے گی (یعنی صلح میں یہی طے پائے گا کہ ہم سے قتل عثمان کا انتقام لیا جائے)

اس لئے آؤ علیؑ پر ٹوٹ پڑیں اور اُن کو بھی عثمان سے ملحق کر دیں۔''

اس تقریر[1] کے الفاظ صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کوفی سردار جو بیعت کرنے میں سب سے آگے تھے اُن کے تشیع اور دین وایمان کی حقیقت بس اسی قدر تھی کہ قتل امیر المومنین کا تہیہ محض اس بنا پر دیر ہے تھے کہ آپ نے قاتلان عثمان کو ہمراہ رکاب بصرہ جانے سے روک دیا۔ تو کیا اس سے یہ اصلیت ظاہر نہیں ہوتی کہ کوفی سرداروں نے رافضی عقائد و نظریات کے ماتحت حضرت علیؑ کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نصب العین کے ماتحت تسلیم کی تھی کہ اگر کوئی فتنہ کھڑا ہو تو اس کے شعلوں سے بچنے کا ذریعہ ہاتھ آجائے۔ جب بعد میں امیر المومنینؑ کا رویہ جنگ جمل کے موقع پر اُن کی نگاہوں میں مشتبہ نظر آیا تو آپ کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ کیا یہ تاریخی شہادت باہم حضرات کے روبرو دیہا ور کرنے کیلئے کافی وجوہ پیش نہیں

[1] یہ میرا کلام اس موقع پر الزام کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی چونکہ اصحاب جناب امیرؑ کے متعلق خود اہلسنت کے بڑے بڑے مورخین اس قسم کے واقعات بیان کر رہے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں ہو سکتا کہ ایسے اشخاص کو شیعہ رافضی کہیں۔ ورنہ مالک اشتر جیسے منتخب اصحاب کی بابت شیعوں کا عقیدہ بھی ہے کہ تبرائی مذہب کے پیرو تھے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ۱۲

Marfat.com

کرلی کہ جناب امیرؑ کے گرد ایسے ہی لوگوں کا مجمع تھا جو خلافتوں کا بنانا بگاڑنا اپنے ہاتھوں کا معمولی کرشمہ تصور کرتے تھے نہ کہ قدرت کی نظر انتخاب کا وہ مخصوص کارنامہ جس میں ان کے اختیار و ارادہ کو مطلق دخل نہیں ہو سکتا ؟ کیا اہلسنت کا عقیدہ اہل کوفہ کے اس تخیل سے کچھ اختلاف رکھتا ہے۔ اور کیا ایوان سقیفہ بنی ساعدہ کی خلافت کانفرنس کے دن سے آج تک یہی نظریہ اُن کا بنیادی مذہب نہیں ہے۔؟

پانچویں شہادت:۔ مورخ طبری لکھتے ہیں:۔ (جلد ۶ ص ۳۱)

عن الزھری قال قال صعصعۃ بن صوحان یوم صفین حین رأی الناس یتبارون الا اسمعوا واعقلوا تعلمن واللہ لئن ظھر علیؑ لیکونن مثل ابی بکر و عمر و ان ظھر معاویۃ لا یقر لقائل بقول حق۔

خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ صعصعہ بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو۔ اگر علی ابن ابیطالبؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مثل و نظیر ابوبکر و عمر کے ثابت ہوں گے اور اگر معاویہ غالب ہوئے تو وہ کسی حق گو کی کوئی بات نہ مانیں گے۔"

دیکھو صعصعہ[۱] بن صوحان اصحاب و انصار امیر المومنینؑ کے زمرہ میں بلند پایہ و ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ وہ کوفیوں سے خطاب فرما رہے ہیں کہ سن رکھو اگر علیؑ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ رفتار و کردار میں ابوبکر و عمر کے مثل و نظیر ثابت ہوں گے۔ ہر صاحب ہوش و حواس یہ مان لینے پر مجبور ہو گا کہ مثل و نظیر ابوبکر و عمر ہونے اور ان حضرات کی روش اور سیرت

---

[۱] حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ:۔ کان مسلماً علی عھد رسول اللہؐ لم یلقہ ولم یرہ... کان سیداً من سادات قومہ عبد القیس وکان فصیحاً خطیباً عاقلاً لبیباً دیناً فاضلاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ پر)

Marfat.com

پر چلنے کا مژدہ ایسے ہی لوگوں کو سنایا گیا ہوگا جو اُن بزرگان دین سے خلوص عقیدت اور حسن ظن رکھتے اور اُن کی سیرتوں کو شرعی حیثیت دیتے ہوئے اس کی تمنا رکھتے ہوں گے کہ اُن کے آئندہ حکمران بھی انہیں سیرتوں پر مثل احکام خدا و رسولؐ کاربند رہیں۔ اور یہ وعدہ اُن سے اسی غرض سے کیا گیا ہوگا کہ حضرات شیخین کی سیرتوں پر عمل کیے جانے کی جو ہمت افزا خوشخبری سنکر اُن کی مردہ تمناؤں میں جان پڑ جائیگی۔ اور ان اعوان و حامیان امیر المومنینؑ کے معاملہ میں جو عام سرد مہری و پست ہمتی ظاہر ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو جائیگا۔ ضرورت تھی یہ غرض کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ شیعہ امامیہ کی جماعت حضرات شیخین کی نیاز مند و عقیدت مند تو ضرور تھی مگر اس کی نیاز مندی و عقیدت مندی کی نوعیت مذکورہ بالا خوش اعتقادی سے بہت کچھ مختلف تھی۔ اس کے نزدیک شیخین کی سیرت کو کوئی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت حاصل نہیں تھی جس پر عمل کرنے کی اپنے حکمرانوں سے تمنا رکھتی ہو اور نہ اس کی امید ہو سکتی کہ سیرتِ شیخین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) بلیغا یعد فی اصحاب علی رضی اللہ عنہ یعنی عہد رسالت میں مسلمان ہو چکے تھے مگر شرف صحبت رسولؐ حاصل نہ ہو سکا ...... اپنی قوم عبد القیس کے سرداروں میں تھے فصیح خطیب عاقل چرب زبان دیندار و افضل بلیغ تھے۔ اصحاب علیؑ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کے فضائل و مناقب کے بارے لکھتے ہیں:-

منها هو القائل لعمر بن الخطاب حين قسم
المال الذي بعث اليه ابو موسى وكان
الف الف درهم وفضلت منه فضلة فاختلفوا
عليه حيث يضعها فقام خطيبا فحمد الله
واثنى عليه وقال ايها الناس

یعنی ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ابو موسیٰ کا بھیجا ہوا مال
جس کی مقدار ایک لاکھ درہم تھی حضرت عمر نے مسلمانوں
میں تقسیم کیا۔ اس میں سے کچھ بچ گیا جس کی بابت
اختلاف شروع ہو گیا کہ کیا کیا جائے [illegible]
خوانی شروع کر دی اور بعد حمد و ثنا ارشاد کیا
(بقیہ صفحہ ۵۰)

Marfat.com

حقیقی جانشین حکمرانی کے طریقوں میں جب تک ابوبکر و عمر کے مثل و نظیر ثابت ہوں بلکہ ایسے حکمران جو سیرت شیخین کے پابند اور رفتار و کردار میں اون کے مثل و نظیر ہوں۔ اس فرقہ کے عقائد کے بموجب خلیفہ برحق تسلیم ہی نہیں کیے جا سکتے۔

مختصر یہ کہ صعصعہ بن صوحان کا کلام اس حقیقت کو واضح کر دینے کیلئے کافی ہے کہ اہل کوفہ حضرات شیخین کے مخلص پیرو تھے۔ رافضی متشدد ہرگز نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو سیرت شیخین یا نظیر شیخین ہونے کا تذکرہ سنتے ہی چراغ پا ہو جاتے۔ اور ایسی کھری کھری سنانے لگتے کہ خدا کی پناہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۶)

قد بقيت لكم فضلة بعد حقوق الناس فما تقولون فيها فقام صعصعة بن صوحان وهو غلام شاب فقال يا امير المومنين انما نشاور الناس فيما لم ينزل الله فيه قرآنا واما ما انزل الله به القرآن ووضعه مواضعه فضعه في مواضعه التي وضعه الله تعالى فيها فقال صدقت انت مني وانا منك فقسمه بين المسلمين۔

لوگو! مسلمانوں کے حقوق کو پورا کر دینے کے بعد کچھ مال بچ گیا ہے اس کی بابت کیا کہتے ہو؟ صعصعہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین مشورہ لوگوں سے فقط ان امور میں کیا کیجئے جن کا کوئی حکم قرآن میں نہ ہو۔ رہا وہ امر کہ جس کا حکم قرآن میں موجود ہے اور خدا نے اسکی جگہیں معین کر دی ہیں اسکی بابت مشورہ کیا؟ انہیں مواضع میں اس کو رکھئے جو خدا نے اس کے لئے معین کر دی ہیں۔ یہ کلام سنکر حضرت عمر نے کہا تم سچ کہتے ہو تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پھر وہ مال مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔" اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت مآب کو احکام قرآنی پر کتنا عبور تھا۔ اور معمولی سی معمولی معاملہ میں بھی حکم قرآنی کے مطابق عمل کرنے میں دائرہ علم کے سمٹ جانے کی وجہ سے کتنی مشکلات پیش آیا کرتی تھیں جو بغیر طویل و عریض خطبہ خوانی کے حل نہ ہو سکتی تھیں۔

یعنی شہادت بیعت امیر المومنینؑ ان اصول کے ماتحت واقع ہوئی

(۱) فاما اهل مصر فانهم كانوا يشتهون عليا واما اهل البصرة فانهم كانوا يشتهون طلحة واما اهل الكوفة فانهم كانوا يشتهون الزبير وخرجوا وهم على الخروج جميع وفى الناس شتى لا تشك كل فرقة الا ان الفلج معها وان امرها سيتم دون الآخريين الخ (طبری جلد پنجم صفحہ ۱۰۴)

(۲) قالوا وبقيت المدينة بعد قتل عثمان خمسة ايام واميرها الغافقى بن حرب يلتمسون من يجيبهم الى القيام بالامر فلا يجدونه ياتى المصريون عليا فيختبئ منهم ويلوذ بحيطان المدينة فاذا لقوه باعدهم وتبرأ منهم ومن مقالتهم مرة بعد مرة ويطلب الكوفيون الزبير فلا يجدونه فارسلوا اليه حيث هو رسلا فباعدهم وتبرأ من مقالتهم ويطلب البصريون طلحة فاذا لقيهم باعدهم

(۱) محصل عبارت یہ ہے کہ اہل مصر کی خواہش تھی کہ علیؑ کو خلیفہ بنائیں۔ اور اہل بصرہ طلحہ کو چاہتے تھے اور کوفیوں کا میلان خاطر زبیر کی جانب تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے میں تو متحد تھے مگر اشخاص کے متعلق یک رائے نہ تھے۔ ہر گروہ کی خواہش جداگانہ تھی اور ہر فرقہ اس میں شک نہیں کرتا تھا کہ کامیابی اسی کا ساتھ دیگی۔ اور اسی کا مقصود پورا ہوگا۔ دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں ناکام رہ جائینگے۔"

(۲) لوگوں کا بیان ہے کہ شہر مدینہ پر قتل حضرت عثمان کے بعد پانچ دن تک غافقی بن حرب کی حکومت رہی۔ قاتلان عثمان ایسے شخص کی تلاش میں رہتے تھے جو خلافت و امارت کی ذمہ داری اپنے سر لے مگر کوئی ایسا شخص ان کو ملتا نہ تھا۔ اہل مصر علی بن ابی طالب کی تلاش میں رہتے تھے تو وہ مدینہ کی دیواروں میں روپوش ہوجاتے تھے۔ اور اگر ان سے ملاقات بھی ہوئی تو ان لوگوں سے اور ان کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے تھے۔ کوفی لوگ زبیر کی تلاش میں تھے مگر ان کو نہ پاتے تھے۔ آخر بعد کو انہوں نے دریافت

Marfat.com

وتبرأ من مقالهم مرة بعد مرة وكانوا
مجتمعين على قتل عثمان مختلفين فيمن
يهوون الخ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۵)

اپنا پیام ان تک پہونچایا تو
نے بھی ان لوگوں سے دور رہنا
کیا اور ان کی باتوں سے بیزاری ظا

کی۔ اسی طرح اہل بصرہ طلحہ کی تلاش میں تھے۔ جب وہ مل جاتے تھے تو ان لوگوں سے دور رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ اور بار بار ان کی باتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ یہ تمام جماعتیں قتل عثمان کے بارے میں تو اتفاق و ہمنوائی رکھتی تھیں۔ مگر ان کے جانشین کے معاملہ میں ہر ایک کی خواہش جداگانہ تھی۔"

جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اہل مصر و کوفہ نے خلافت قائم کرنے کی جو تد
اختیار کی وہ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم ہوگی۔

(۱) قالوا لما كان يوم الخميس على رأس
خمسة ايام من مقتل عثمان جمعوا اهل
المدينة فوجدوا سعدا والزبير
خارجين ووجدوا طلحة في حائط
له ووجدوا بني امية قد هربوا
الا من لم يطق الهرب ....
فلما اجتمع لهم اهل المدينة قال
لهم اهل مصر انتم اهل الشورى
وانتم تعقدون الامامة وامركم

(۲) ان دونوں شخصوں کا بیان ہے کہ قتل عثمان
پانچویں دن جو کہ روز پنجشنبہ تھا۔ قاتلان عثما
مدینہ والوں کو جمع کیا۔ سعد اور زبیر مجمع سے
خارج رہے اور طلحہ بھی اپنے باغ ہی میں رہے
اور بنی امیہ بھی بھاگ گئے تھے۔ سوا ان لوگو
کے جو بھاگنے سے مجبور تھے ......
...... جب اہل مدینہ مجتمع ہوئے ان سے
اہل مصر نے کہا کہ تم صاحبان شوریٰ ہو
کا منعقد کرنا تمہارا ہی کام رہا ہے۔ اور تمہارا ام

على الامة فانظروا رجلاً تنصبونه نحن لكم تبع فقال الجمهور علي بن ابي طالب نحن به راضون ۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۶)

امت پر نافذ ہے۔ پس کسی شخص پر نظر انتخاب ڈالو اور اسے امیر و خلیفہ بنا دو۔ ہم اس بات میں تمہارے تابع رہیں گے۔ جمہور اہل مدینہ نے بالاتفاق کہا کہ ہم علیؓ بن ابی طالب کو پسند کرتے ہیں اور ان کی خلافت پر راضی ہیں۔"

قالوا لهم دونكم يا اهل المدينة فقد اجلناكم يومين فوالله لئن لم تفرغوا لنقتلن غداً علياً وطلحة والزبير واناساً كثيراً فغشي الناس علياً فقالوا نبايعك فقد ترى ما نزل بالاسلام وما ابتلينا به من ذوي القربى فقال علي دعوني والتمسوا غيري (طبری صفحہ ۱۵۶)

(۲) قاتلان عثمان نے اہل مدینہ سے خطاب کیا کہ ہم تم لوگوں کو دو دن کی مہلت دیتے ہیں اور القسم کہتے ہیں کہ اگر تم نے خلیفہ کا انتخاب نہ کیا تو ہم کل علیؓ و طلحہ و زبیر اور بہت سے دوسرے اشخاص کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر اہل مدینہ علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام پر کون سی آفت آئی ہے اور ہم اپنے ذوی القربیٰ کے ہاتھوں کس مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں علیؓ بن ابی طالب نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو۔ کسی دوسرے شخص کو تلاش کر لو۔"

(۳) ابن قتیبہ نے کتاب الامامت والسیاست میں لکھا ہے:-

فقام الناس فاتوا علياً في داره فقالوا نبايعك فمد يدك لا بد من امير فانت احق بها فقال ليس ذاك

یعنی قاتلان عثمان حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے ہاتھ بڑھائیے۔ ایک امیر کا ہونا ضروری ہے

Marfat.com

الیکم انما هو لاهل الشوریٰ واهل البدر
فمن رضی به اهل الشوریٰ واهل البدر
فهو الخلیفة فنجتمع وننظر فی هذا
الامر فأبیٰ ان یبایعهم وانصرفوا
عنه وکلم بعضهم بعضا فقالوا یمشی
قتل عثمان فی الآفاق والبلاد فیسمعون
قتله ولا یسمعون انه بویع لاحد بعده
فیثور کل رجل منهم فی ناحیة فلا نأمن
من ان یکون فی ذلک الفساد فارجعوا
الی علیؑ ولا تترکوه حتی یبایع فیسیر
مع قتل عثمان بیعة علیؑ فیطمئن الناس
ویسکنون فرجعوا الی علیؑ وترددوا
الاشتر النخعی فقال لعلی ابسط یدک
نبایعک فقال له شئل قال لهم فقال
الاشتر والله لتمدن یدک
نبایعک او لنعصرن عینیک علیها
ثالثة ولم یزل به یکلمه ویخوفه
الفتنة ویذکر انه لیس احد لیجمعه
فمد یده فبایعه الاشتر ومن معه الخ
(تبری جلد ۵ صفحہ ...)

آپ سب سے زیادہ اس منصب کے حقدار ہیں
حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے
اہل شوریٰ و اہل بدر کا کام ہے جس شخص پر
لوگ راضی ہو جائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ لہذا
سب کو جمع ہو کے اس معاملہ میں غور کرنا ہے
یہ فرما کر آپ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔
لوگ واپس ہوئے۔ اور آپس میں یہ گفتگو
کرنے لگے کہ قتل عثمان کی خبر بلاد و امصار میں پہونچے
گی لوگ اس خبر کو سنیں گے اور یہ نہ سنیں گے کہ
عثمان کسی شخص کی بیعت کر لی گئی تو اس صورت
میں اطراف و جوانب کے لوگوں میں شورش
ہو جانیکا خطرہ ہے۔ ہر طرف سے ایک شخص اٹھ کھڑا
ہوگا۔ لہذا ہم اس صورت میں فتنہ و فساد بر
ہو جانے کیطرف سے مطمئن نہیں ہیں۔ پس
کے پاس واپس چلو۔ اور ان کو بیعت لینے
رضامند کئے بغیر نہ چھوڑو۔ اس سے یہ فائدہ
ہوگا کہ خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی
ہو جائیگی کہ علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت واقع ہو
لہذا لوگ مطمئن و ساکن رہیں گے۔ کوئی خلفشار

Marfat.com

نہ پھیلے گا) پس وہ لوگ علیؑ ابن ابیطالب کے پاس پھر آئے اور اشتر نخعی نے آپ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ ہم بیعت کریں۔ آپ نے اشتر سے بھی وہی باتیں کہیں جو اس سے پہلے دوسروں سے فرما چکے تھے۔ اشتر نے جواب دیا کہ اس وقت بیعت قبول کر لیجئے ورنہ ابد میں یہ غنیمت کا وقت ہاتھ سے نکل جائیگا) اور اس تیسری دفعہ جو آپ فشار میں مبتلا ہو گئے غرض اشتر کی تقریر جاری رہی۔ بیعت نہ ہوجانے کی حالت میں جس سے فتنہ و فساد کے اٹھ کھڑے ہونے کا خطرہ تھا۔ اس سے حضرتؑ کو ڈراتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ آپ جیسا مستحق خلافت کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔ تا اینکہ حضرتؑ نے دست مبارک بڑھایا اور اشتر نے مع اپنے رفقاء کے بیعت کر لی۔"

ان بیانات سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں:۔

(۱) اہل کوفہ کا رجحان بھی زبیر کیطرف تھا اور یہ سوچکر گھروں سے نکلے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل کر کے زبیر کو خلیفہ بنائیں گے۔ ان کو یقین تھا کہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

(۲) اہل کوفہ و مصر و غیرہم کو یہ خوف تھا کہ اگر خبر قتل عثمان اطراف و اکناف میں پھیل گئی تو اس سے فتنہ و فساد بپا ہوجائیگا۔ طوائف الملوکی شروع ہوجائیگی۔ لہذا یہ سوچ رہے تھے کہ اگر خبر قتل عثمان کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی لوگوں تک پہونچ گئی کہ کسی شخص کے ہاتھوں پر بیعت کر لی گئی تو لوگ مطمئن ہوجائیں گے کوئی خلفشار نہ پھیلے گا۔ لہذا ان لوگوں نے امیرالمومنینؑ پر قبول بیعت و خلافت کے لئے بہت زور دیا۔ اور ترغیب و ترہیب

Marfat.com

کے مختلف ذرائع اختیار کئے۔

(۳) اہلِ مدینہ سے یہ کہنا کہ "تم اہلِ شوریٰ ہو۔ تمھیں امامت کا بندوبست کرتے رہے ہو۔ تمھارا امر امت پر نافذ ہے۔ لہٰذا کسی شخص پر نظرِ انتخاب ڈالو اور اس کو امام بناؤ ہم اس معاملہ میں تمھارے تابع رہیں گے" صاف ظاہر کر رہا ہے کہ نصبِ امام کے مسئلہ میں قاتلانِ عثمانؓ بن یثیں اہلِ کوفہ سب سے آگے تھے کس قسم کے عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ ان کا نظریہ یہی تھا کہ امامت کا بندوبست مدینہ کے اہلِ حل و عقد کے ہاتھوں میں رہتا۔ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کو چاہیں منتخب کر کے خلیفہ و امام بنا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے بالاتفاق حضرت علیؓ کی امامت پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور اہلِ کوفہ وغیرہ ہم نے ان کی پیروی کرتے ہوئے حضرتؓ کو امام و خلیفہ تسلیم کر لیا۔

(۴) اہلِ مدینہ کو نصبِ امام کے لئے یہ دھمکی دے کر رضامند کیا گیا کہ اگر تم نے دو دن کے اندر کسی کا انتخاب و تقرر نہ کر دیا تو ہم علیؓ و طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھ بہت سے اشخاص کا خاتمہ کر دینگے۔

اگر عقل میں فتور نہ ہو تو ان تاریخی بیانات میں یہ باور کر لینے کے کافی وجوہ موجود ہیں کہ اہلِ کوفہ نے انھیں عقائد و نظریات کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت قبول کی تھی جو فرقہ اہلِ سنت سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ مذہبِ رافض کے مسلمہ عقائد ان کے سراسر خلاف ہیں۔ پھر کوئی ایسا شخص جو عقل و فہم سے واسطہ رکھتا ہو یہ کہنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے کہ مدینہ کے اہلِ حل و عقد کو نصبِ امام کا مختار کل سمجھنے والے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی نظریہ کی روشنی میں امیرالمومنینؑ کی بیعت کرنے والے

Marfat.com

آپ کے چار.. سالہ دورِ حکومت و خلافت میں رافضی متصرب ہو گئے تھے اور ساری قوم نے تولّا و تبرا کے مسئلہ میں وہی رنگ اختیار کر لیا تھا جو منافقین کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے؟ ہاں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ وہ لوگ اس قسم کا تشیع ضرور رکھتے تھے جو بعض تفضیل کا مترادف ہے اور اکابر علمائے اہلسنت نے اس کا اعتراف کر لیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

ستائیسویں فیصلہ کن شہادت سہم ذوی القربیٰ کے حوالہ میں اہل عراق سے جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ

روی الطحاوی عن محمد بن خزیمة عن یوسف بن عدی عن عبد الله بن المبارک عن محمد بن اسحاق قال سألت ابا جعفر یعنی محمد بن علی قال ارایت علی بن ابی طالب حیث ولی العراق کیف صنع فی سهم ذوی القربی قال سلک به والله سبیل ابی بکر و عمر فقلت وکیف انتم تقولون ما تقولون قال اما والله ما کان اهله یصدرون الا عن رأیه قلت فما منعه قال کره والله ان یدعی علیه بخلاف سیرة ابی بکر و عمر۔

طحاوی نے روایت کی ہے محمد بن خزیمہ یوسف بن عدی سے وہ عبد اللہ بن المبارک سے اور وہ محمد بن اسحاق سے راوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر یعنی محمد بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ جب علی بن ابی طالب عراق کے والی ہوئے تو انہوں نے سہم ذوی القربیٰ (جس سے خلاف نص قرآنی شیخین نے ذوی القربیٰ کو محروم کر دیا تھا) کے معاملہ میں کیا روش اختیار کی؟ ابو جعفر نے فرمایا کہ آپ ابوبکر و عمر کی راہ پر چلتے رہے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ لوگ جو شیخین کے متعلق کہا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ اہلبیت امیر المومنین آپ کی رائے کے خلاف نہیں چلتے (یعنی ہم سہم ذوی القربیٰ کے متعلق شیخین کے طرز عمل کو جس نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ حضرت امیر المومنین ہی کی رائے

Marfat.com

کے موافق ہے۔ آپ کی رائے یہی تھی) میں نے کہا کہ کون سی بات مانع ہوئی جو حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی رائے کے مطابق عمل نہ کیا؟ فرمایا کہ حضرتؑ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ آپ کے اوپر مخالفت ابی بکر و عمر کا الزام لگایا جائے۔۔

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ اہل عراق کی اکثریت سیرت ابو بکر و عمر کی اس حد تک دلدادہ تھی کہ اور اس کو اس درجہ کی شرعی حیثیت اور دینی اہمیت دیرہی تھی کہ جناب امیر علیہ السلام مخالفت سیرت شیخین کے الزام سے بچنے کیلئے ایک ایسے امر میں تبدیلی و تغیر نہ کر سکے جو آپ کی رائے میں نصوص قرانی اور احکام شریعت کے خلاف جاری کیا گیا تھا۔ اگر آپ کی رعایا میں رافضیوں کے عقائد و خیالات پھیلے ہوتے تو حضرات شیخین کا طریقہ کار ان کے نزدیک اس قدر محبوب و مقبول کیوں ہوتا۔ جناب امیرؑ الزام مخالفت شیخین سے کیوں جھجکتے۔ اور لوگوں کی شورش پسندی اور ناراضی کے خوف نے آپ کو اپنے ضمیر اور اپنی رائے کے خلاف کسی سیرت ابو بکر و عمر کو باقی رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟

آٹھویں شہادت اہل عراق خارجی ہو جانے کے بعد بھی ولایت شیخین پر فریفتہ تھے

قال فدعانا المستورد بن علقة فقال اکتب یا ابن اخی قلت نعم فدعا لی برق و دواة وقال اکتب من عبد الله المستورد امیر المومنین الی سماک بن عبید اما بعد فقد نقمنا

مورخ طبری لکھتے ہیں۔ جلد ششم ص۱۹ مطبوعہ مصر۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے رئیس خوارج مستورد بن علقہ نے طلب کیا اور کہا کہ اے فرزند برادر! تم لکھنا جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ تب اس نے ایک جھلی اور دوات منگوائی اور کہا کہ لکھو یہ خط بندۂ خدا مستورد امیر المومنین کی جانب سے سماک بن عبید کی طرف ہے۔ اما بعد ہم نے اپنی قوم پر فیصلوں میں ظلم کرنے

Marfat.com

على تومنا الجور في الاحكام وتعطيل الحدود والاستيثار بالفئ وانا ندعو الى كتاب الله عز وجل وسنة نبيه صلعم وولاية ابى بكر وعمر رضوان الله عليهما والبراءة من عثمان وعلى لاحداثهما في الدين وتركهما حكم الكتاب۔

حدود شرعیہ کو معطل کر دینے اور مال غنیمت کو اپنے لئے مخصوص کر لینے کا الزام لگاتا ہے اور ہم تم کو بلاتے ہیں کتاب خدا و سنت رسول اور ولایت ابوبکر و عمر کی جانب اور عثمان و علی سے نفرت و بیزاری کی طرف اس لئے کہ ان دونوں نے دین میں بدعتیں کیں اور حکم کتاب خدا کو چھوڑ دیا۔"

دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو! فرقہ خوارج کا ایک رئیس جس کے ہاتھوں پر اس فرقہ کے افراد بیعت کر چکے ہیں اور جو اپنے آپ کو امیر المومنین سمجھتا ہے۔ ایک دعوت نامہ میں کتاب خدا و سنت نبی کے ساتھ ساتھ ولایت ابوبکر و عمر کی طرف بھی لوگوں کو علانیہ دعوت دیتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل عراق کے دلوں میں رگ رگ میں محبت و ولایت شیخین اس درجہ پیوست ہو چکی تھی کہ مذہب تسنن سے باہر ہو کر مسلک خوارج قبول کر لینے کے بعد بھی اس کا سکہ اسی طرح جما رہا جیسے پہلے تھا۔ خانہ بربادی دین و ایمان کے مرتکب ہوئے حضرت عثمان و حضرت علی ابن ابی طالب سے بیزار ہو گئے۔ مگر ولایت شیخین کو دین و ایمان سمجھنے میں فرق نہ آیا۔ پھر کیا تم اس کے بعد بھی یہ باور نہ کرو گے کہ زمان سابق میں امیر المومنین کا ساتھ دینے والے جو شیعہ کے لقب سے مشہور ہوئے در اصل اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے۔ اور خارجیت کی شاخ اسی اصل شجر سے باسانی پھوٹ نکلی تھی۔ ان کے تشیع میں فرقہ امامیہ کے تشیع کا رنگ مطلق نہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ارباب ملت سنیہ خوارج کی روایتوں کو نہایت صحیح و موثق ٹھہرائے ہوئے بسر و چشم قبول کر لیتے مگر شیعہ امامیہ کی شہادت معمولی امور میں بھی قبول کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ تم اس سے پہلے دیکھ چکے کہ امام ابوداؤد کو روایات خوارج کی صحت

Marfat.com

میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مگر امام شافعی روافض کی گواہی پر کان دھرنا نہیں چاہتے پھر بتاؤ کہ اگر فرقۂ خوارج کو اہلسنت سے کوئی سابقہ رشتہ نہ رہا ہوتا بلکہ خارجی مذہب ہو جانے سے پہلے اُن کے عقائد روافض سے ملتے جلتے رہے ہوتے تو اُن کے ساتھ علمائے اہلسنت کی جانب سے اس قدر رواداری کیوں برتی جاتی۔؟ اور اُن کو سچائی اور راست گفتاری کی سند کیوں عطا کی جاتی جبکہ روافض کو نہایت تنگ نظری کے ساتھ محروم رکھا گیا ہے۔ مذہب اہلسنت کی طرف سے فرقہ خوارج کے ساتھ انتہائی رواداری کا برتاؤ اس کے سوا اور کس بنا پر کیا گیا ہے کہ خارجیت قبول کر لینے کے بعد بھی رنگ تسنن اُن سے اترنے نہیں پایا تھا۔ بلکہ عداوت تشیعین کے معاملہ میں یہ دو فرقے ایک دوسرے سے یگانہ نظر آتے ہیں۔ اور یہ چیز اُن دونوں کے درمیان مابہ الاشتراک کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور خارجیت درحقیقت تسنن ہی کی ایک بگڑی ہوئی تصویر تھی۔

تنقیح چہارم :- امر چہارم کی تنقیح اس مقام پر اس غرض سے ضروری ہے کہ محترم ناظرین بآسانی یہ باور کر سکیں کہ جس فرقہ اور ملت کے افراد واقعات کربلا کے قبل و بعد ایسے ہولناک جرائم کی عادت رکھتے ہوں گے انہیں کے ہاتھوں سے کربلا کے حوادث بھی واقع ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ جرم کی ہی توقع جرم کی عادت رکھنے والے افراد ہی سے کی جا سکتی ہے نہ کہ کسی امن پسند و خوش کردار جماعت سے۔ لہٰذا چند ایسے تاریخی شواہد یہاں پیش کئے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عثمان کے مقدس خون کو مباح قرار دینے والے اور اس کو حد سے سوا بے وقعت و کم وزن تصور کرنے والے بفضلہ تعالیٰ مہاجرین و انصار اور اُن کے وہ تابعین ہی تھے جو مذہب تسنن کا سنگ بنیاد رکھنے والے تھے۔ جنکی ذہنی و عملی قوتوں نے اصول تسنن کو عالم میں فروغ دیا اور جن کے

Marfat.com

کسی قول وفعل کے خلاف نکتہ چینی کرنا عقائد اہلسنت کے رو سے کفر و الحاد کا مترادف قرار پاتا ہے۔ اور فرقہ سنیہ کا مذہبی نظریہ جن کے بارے میں یہ ہے کہ کسی قول وفعل سے خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو آن کی عدالت میں خلل نہیں پڑ سکتا۔ ان کے افعال وجرم کا کاشترالیعت مصطفویہ کسی قانون کی گرفت میں آنا تو درکنار۔ بارگاہ خداوندی سے اجر بہ یک کا استحقاق حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ وہ عادل تھے اور بہر حال عادل تھے۔ اگر میرے اس کلام کے سچ ہونے میں کسی بندہ خدا کو شک ہو تو اسکو شیخ عبدالوہاب شعرانی کا یہ صاف ستھرا بیان غور سے پڑھ لینا چاہئے۔

اہلسنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل، و ماجور ہیں خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہیں

المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة ووجوب اعتقاد انہم ماجورون وذالک لانہم کلہم عدول باتفاق اہل السنة سواء لابس الفتن او لم یلابسہا کفتنة عثمان وصفین ووقعة الجمل انتہی۔
(کتاب الیواقیت والجواہر)

چوالیسویں بحث اس بیان میں ہے کہ صحابہ کے مابین جو اختلاف کی صورتیں پیدا ہوئیں ان کے متعلق زبان بند رکھنا واجب ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ حضرات اجر پائیں گے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ سب باتفاق اہلسنت عادل تھے۔ خواہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ جیسے فتنہ عثمان اور فتنہ صفین و واقعہ جمل۔

نیز ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

مذہب جمہور العلماء ان الصحابة

جمہور علمائے اہلسنت کا مذہب یہ ہے

کلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلیٌ ولکن البعد ھا۔	کل صحابہ عادل تھے۔ فتنہ عثمان وعلیؓ سے پہلے بھی اور بعد بھی۔

دیکھو قلعہ عدالت صحابہ کی بنیاد کتنی مضبوط اور مستحکم واقع ہوئی ہے کہ سیلاب فتن کی قوتیں اس میں رخنہ اندازی سے عاجز نظر آتی ہیں۔ اور اس عدالت کی بارگاہ خداوندی میں اتنی عزت و وقعت ہے کہ فتنوں میں مبتلا ہونا اس کے نزدیک استحقاق اجر و ثواب میں کمی خسارہ کا سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر فتنہ ایک ثواب جدید کا حق پیدا کر دیتا ہے۔ اور ہر بے اعتدالی میں عدالت قرار پا کر حسنات میں معتد بہ اضافہ کر لیتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے خوش اعتقادی حضرات اہلسنت ہی کا حق ہے۔ بہرحال ناظرین میرے معروضات پر سرسری نظر کرتے ہوئے واقعات ذیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ام المومنین حفصہ کی گہرفشانی صحابہ نے نصرت عثمان سے منہ موڑ لیا لہذا اس آیت کے مصداق ٹھہرے جو کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی

علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ "رفع الاسی فی مذہب المتقی" میں لکھتے ہیں۔

منقول از تشیید المطاعن جلد دوم صـ ۱۹۲۔

عن ام المومنین حفصة بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت فی المدینة، واعلموا انما قتل عثمان رضی اللہ عنہ تخلفوا عن نصرتہ	یعنی ام المومنین حفصہ نے مدینہ والوں کے متعلق اس وقت جبکہ عثمان قتل ہو چکے..... اور ان لوگوں نے اُن کی کچھ امداد نہ کی۔ اور (اس بیوفائی کے صلہ میں) جو صحیفہ ان بزرگوں کے

وجرى عليهم فى وقعة الجمل ما جرى ضرب
الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة
يأتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت
بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع
والخوف بما كانوا يصنعون
اخرجه ابن ابى حاتم فى تفسيره
فتمثلت ام المؤمنين لاهل المدينة
بهذه الآية واكثرهم صحابة والآية
نازلة فى كفار مكة بلا اشك بدليل
قوله عقيبها ولقد جاءهم رسول
منهم فكذبوا۔ الآية انتهى

تھیں، واقعہ جمل میں گذر چکیں۔ یہ آیت پڑھی۔
ضرب اللہ مثلا الخ ۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ خدا
نے مثال بیان فرمائی کہ ایک بستی تھی جو امن و اطمینان
کی حالت میں بسر کرتی تھی۔ ہر جگہ سے اس کی
روزی با فراغت اس کے پاس آجاتی تھی۔
پھر اس نے نعمات الٰہیہ کی ناشکر گذاری اختیار
کرلی۔ لہٰذا خدا نے بھوک اور ڈر کا اس کو
مزہ چکھا دیا۔ بدلہ میں ان اعمال کے جو وہ
کیا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر
میں اس روایت کو وارد کیا ہے۔ ام المومنین
نے اس آیت سے اہل مدینہ کی مثال بیان کی
حالانکہ اکثر ان میں صحابہ تھے۔ اور آیت کفار مکہ کی بابت نازل ہوئی
ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں۔ خداوند عالم کا یہ ارشاد جو آیت
مذکورہ کے بعد واقع ہے۔ ولقد جاءهم رسول منهم فكذبوا الخ اسکی دلیل
ہے کہ وہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

ام المومنین کے اس بصیرت افروز کلام سے ظاہر ہو گیا کہ اہل مدینہ جن میں اکثر
صحابہ عالی شان تھے حضرت عثمان کی امداد سے دست بردار رہے۔ اور اس بے وفائی
کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس آیہ مبارکہ کے مصداق ٹھہرے جو بزعمہ کفار مکہ کی شان میں
نازل ہوئی تھی۔ سبحان اللہ! کوئی بتائے کہ ام المومنین کے مینا لامت وارکا یہ

Marfat.com

رافضیت کا سایہ کیونکر پڑ گیا۔ جو کفار مکہ کی شان میں نازل شدہ آیت کو صحابہ کرام کے حسب حال ٹھہرانے لگیں۔

سفاکان بصرہ وکوفہ کی یورش میں صحابہ کا اشارہ۔ اپنے امام کے عیوب کا پروپیگنڈا اور خوبیوں کا اخفا

عن اسماعیل بن ابی خالد قال لما نزل اہل مصر الجحفۃ یعاتبون عثمان۔ صعد عثمان المنبر فقال جزاکم اللہ یا اصحاب محمد عنی شرا اذعتم السیئۃ وکتمتم الحسنۃ واغریتم بی غوغاء الناس ایکم یاتی ہولاء القوم فیسالہم ما الذی نقموا علی وما الذی یریدون ثلاث مرات فلم یجبہ احد فقام علی فقال انا۔ الخ

کنز العمال ملا متقی میں مروی ہے:

(کتاب الفضائل۔ باب فضائل عثمان)

"اسماعیل بن خالد راوی ہے کہ جب اہل مصر مقام جحفہ پر آپہونچے۔ اور عثمان کے خلاف ناراضی وعتاب کا اظہار کرنے لگے تو حضرت عثمان نے ممبر پر جا کر فرمایا۔ اے صحابۂ رسولؐ! خدا تمھیں بری جزا دے تم نے میری برائیوں کا پروپیگنڈا کیا۔ اور خوبیاں چھپائیں۔ اور میرے خلاف شرپسند لوگوں کو بھڑکایا۔ اب تم میں کون ہے جو ان سے جا کر پوچھے کہ میرے خلاف کون سے الزامات لگائے گئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ حضرت عثمان نے یہ ارشاد تین بار دہرایا۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ تب علی بن ابی طالب اٹھے۔ اور فرمایا کہ میں جاؤں گا۔" الخ

صحابہ پر حضرت عثمان کی بد دعا واقعۂ حرہ میں اس بد دعا کا اثر ظاہر ہوا۔

اسی کتاب کنز العمال میں ہے:

عن مجاهد قال اشرف عثمان على الذين حصروه فقال يا ايها الناس لا تقتلوني فاني وال واخ مسلم فوالله ان اردت الاصلاح ما استطعت اصبت او اخطأت وانكم ان تقتلوني لا تصلون جميعًا ابدًا ولا تغزون جميعًا ابدًا ولا يقسم فيئكم بينكم فلما ابوا قال اللهم احصهم عددًا واقتلهم بددًا ولا تبق منهم احدًا قال مجاهد فقتل الله منهم من قتل في الفتنة وبعث يزيد الى اهل المدينة عشرين الفًا واباحوا المدينة ثلاثًا يصنعون ما شاؤا والمداهنتهم انتهى (ابن سعد)

یعنی مجاہد راوی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے مکان کی چھت سے محاصرہ کرنے والوں کو خطاب کیا اور فرمایا! مجھے قتل نہ کرو۔ کیونکہ میں تمہارا والی اور حاکم، اور ایک مسلمان بھائی ہوں مجھے قتل کرکے کچھ نہ پاؤ گے۔ پھر تمھیں یکجا ہو کے نماز ادا کرنا اور قرآن پڑھنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اور نہ کبھی تمہارا مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہو سکے گا۔ (بھلا ان خونخواروں کے دل میں اتنا درد کہاں؟ بھلا اسلامی حمیت کب تھی جو حضرت عثمان کی عاجزانہ منت و سماجت اور ہمدردانہ نصیحت کچھ بھی اثر ڈال سکتی) جب انھوں نے حضرت عثمان کی باتیں نہ سنیں تو آپ نے فرمایا کہ پروردگار! ان لوگوں کو ایک ایک کرکے چن لینا اور جدا جدا ہلاک کر دینا۔ اور ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ مجاہد کا بیان ہے کہ (اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ) ان میں سے فتنوں میں جو قتل ہوئے وہ ہوئے (باقی کی ہلاکت کا ... سامان ہوا کہ) یزید نے اہل مدینہ کی طرف بیس ہزار جوانوں پر مشتمل ایک ٹڈی دل فوج بھیجی جس نے تین دن تک قتل و غارت کے لئے مدینہ کو مباح کر دیا۔ سپاہی جو چاہتے تھے وہ کرتے تھے۔ یہ سب مصیبتیں اہل مدینہ کی مکاری و نفاق کا نتیجہ تھیں۔

Marfat.com

حضرت عثمان کا مہاجرین وانصار سے خطاب جس میں کہا کہ
تم نے عمر کے ساتھ ایسا نہ کیا تھا مگر تم مجھ سے ان کے ساتھ ایسی مخالفت کرتے ہو

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ جزو اول مطبوعہ مصر

لما انکر الناس علی عثمان بن عفان صعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال اما بعد فان لکل شیء آفة ولکل نعمة عاهة هذه الملة عیابون طعانون یرونکم ما تحبون ویسترون ما تکرهون اما والله یا معشر المهاجرین والانصار لقد عبتم علی اشیاء ونقمتم امورا قد اقررتم لابن الخطاب مثلها ولکنه وقمکم وقمعکم ولم یجترئ احد یملا بصره منه ولا یشیر بطرفه الیه

زادہ هذا العریق وملامه

جب لوگوں نے حضرت عثمان بن عفان پر نکتہ چینی کی تو آپ منبر پر گئے اور حمد وثنا کے بعد کہا کہ ہر شے کی ایک مصیبت ہوا کرتی ہے اور ہر نعمت کی آفت اور اس امت کی مصیبت یہ نکتہ چینی کی عادت رکھنے والی قوم جو تمہاری محبوب باتوں کو ظاہر کرتی ہے اور معیوب باتوں کو تم سے پوشیدہ رکھتی ہے۔ آگاہ رہو واللہ اے گروہ مہاجرین وانصار تم نے مجھ پر ایسی چیزوں اور امور کے متعلق الزامات لگائے جیسے عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بھی واقع ہوا کرتے تھے اور تم ان کے بارے میں عمر کے سامنے سر تسلیم خم رکھتے رہے ہو۔ اس کا سبب بس یہی تھا کہ انھوں نے تمہاری سر کوبی خوب کر دی تھی اس لئے کسی میں دم نہ تھا کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا۔ یا ان کی جانب آنکھوں سے اشارہ بھی کر سکتا۔

مہاجرین پر حضرت عثمان کی زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔

قال لحاج ابن عباس فقال عثمان لمعاویة ما تری فان هولاء المهاجرین قد استعجلوا القدر ولا بد لهم مما فی انفسهم (امامت وسیاست ص۲۹)

"ابن عباس کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمان نے معاویہ سے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے۔ مہاجرین تو یہ چاہتے ہیں کہ میری قضا و قدر کہیں جلد جاری ہو جائے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ ضرور کر کے رہیں گے۔"

جناب عثمان کے خلاف صحابہ کا شکایت نامہ یا ایک مفصل فرد جرم

قال وذکروا انہ اجتمع ناس من اصحاب رسول اللہ صلعم کتبوا کتابا ذکروا فیہ ما خالف فیہ عثمان من سنة رسول اللہ وسنة صاحبیہ وما کان من ھبة خمس افریقیة لمروان وفیہ حق اللہ ورسولہ ومنهم ذوالقربیٰ والیتامیٰ والمساکین وما کان تطاولہ فی البنیان حتی عد سبع دور بناھا بالمدینة دار النائلة ودارا

"خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اصحاب رسول کی ایک جماعت نے مجتمع ہو کر ایک شکایت نامہ تحریر کیا اور اس میں وہ تمام امور قلمبند کیے جن میں عثمان نے سنت رسول اور سنت ابوبکر و عمر کے خلاف عمل کیا تھا۔ اور اس شکایت نامہ میں مندرجہ ذیل الزامات بھی مندرج تھے۔
(۱) افریقہ کا مال خمس مروان کو عطا کر دینا۔ حالانکہ اس میں خدا اور رسول اور دیگر مستحقین کے حقوق شامل تھے۔ (۲) تعمیر عمارت کا حد سے بڑھا ہوا شوق۔ (۱) لوگوں نے مدینہ میں سات مکانات

لعائشة وغيرها من اهله وبناته
وبنيان مروان القصور بذي خشب
وعمارة الاموال بها من الخمس الواجب
لله ورسوله وما كان من افتنائه
العمل والولايات في اهله وبني عمه
من بني امية احداث وغلمة لا
صحبة لهم من الرسول ولا تجربة لهم
بالامور (امامت وسیاست ص۳۰)

شمار کرائے تھے۔ کوئی نائلہ کے لئے مخصوص تعمیر
کرایا گیا تھا۔ اور کوئی عائشہ کیلئے اسیطرح
دوسری بیویوں اور بیٹیوں کیلئے عمارتیں
علیحدہ علیحدہ تھیں۔ (۳) مروان نے مقام
ذی خشب میں قصور و محلات تعمیر کرائے
اور اُن کو ایسے اموال خمس سے بھر دیا جن
میں خدا و رسول کا حق واجب شامل تھا۔
(۴) حکومت کے عہدے اپنے رشتہ داروں
اور کنبے والوں پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسے نو عمر لوگوں
پر جن کو نہ صحبت رسول نصیب ہوئی اور نہ انتظام امور حکومت
کا کوئی تجربہ رکھتے ہیں۔"

طلحہ کی سرگرمی۔ حضرت عثمان پر پانی بند کر دیا

فاقام اهل الكوفة واهل مصر
بباب عثمان ليلاً ونهاراً وطلحة يحرض
الفريقين جميعاً على عثمان ثم ان
طلحة قال لهم ان عثمان لا يبالي
ما حصرتموه وهو يدخل عليه
الطعام والشراب فامنعوه الماء ان

"اہل کوفہ و اہل مصر عثمان کے دروازہ پر رات
دن پہرہ بٹھائے ہوئے تھے اور طلحہ دونوں
فریقوں کو عثمان کے خلاف بھڑکا رہے تھے پھر طلحہ
نے اُن سے کہا کہ عثمان کو تمہارے محاصرہ کی کچھ پروا
نہیں ہے۔ کیونکہ کھانا اور پانی اُن تک برابر
پہنچ رہا ہے۔ لہذا منع کر دو کہ پانی اُن تک

Marfat.com

یدخل علیہ - (الامامۃ والسیاسۃ ص۳۵) پہونچنے ہی نہ پائے -"

پانی بند کرانے پر طلحہ کے رو برو حضرت عثمان کا احتجاج اور اُس کا جواب باصواب

وذکروا ان عثمان لما منع الماء اصعد علی القصر واستوی فی اعلاہ ثم نادی ابن طلحۃ فاتاہ فقال یا طلحۃ اما تعلم ان بئر رومۃ کانت لفلان الیھودی لا یسقی احدا من الناس منھا قطرۃ الا بثمن فاشتریتھا باربعین الفا فجعلت رشائی فیھا کرشاء رجل من المسلمین لم استاثر علیھم قال نعم قال فھل تعلم ان احدا یمنع ان یشرب منھا الیوم غیری لم ذالک قال لانک بدلت وغیرت قال فھل تعلم ان رسول اللہ قال من اشتری ھذا البیت وزاد فی المسجد فلہ بہ الجنۃ فاشتریت بعشرین الفا وادخلتہ فی المسجد قال طلحۃ نعم قال فھل تعلم الیوم

"راویوں کا بیان ہے کہ عثمان پر جب پانی بند کر دیا گیا تو وہ اپنے قصر کے بالائی حصہ پر جلوہ افروز ہوئے اور طلحہ کو پکارا - جب وہ سامنے آگئے تو فرمایا کہ اے طلحہ! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ چاہ رومہ فلاں یہودی کی ملکیت تھا - وہ بغیر قیمت وصول کئے کسی کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیتا تھا لیکن اس کنوئیں کو چالیس ہزار پر خرید کر لیا اور اس پر اپنا کوئی مخصوص حق مالکانہ قائم نہیں کیا بلکہ اس سے پانی لینے میں اپنی حیثیت دوسرے مسلمانوں کے برابر ہی رکھی جس طرح سب سیراب ہوتے تھے میں بھی ہوتا تھا - طلحہ نے جواب دیا ہاں مجھے اس کا علم ہے - تب عثمان نے کہا کہ آخر میرے سوا کوئی اور بھی ہے جس پر اس کنوئیں کا پانی بند کر دیا گیا ہو؟ اس ظلم صریح کا سبب کیا ہے؟ طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین بدل اور بگاڑ دیا (کہ کیسی غلط بات ہے کہ خود حضرت عثمان کے خرید کردہ

احداً يمنع فيه من الصلوٰة غيري
قال لا قال لم قال لانك غيرت وبدلت
ثم انصرف عثمان وبعث الى علىؑ يخبره
انه منع من الماء ويستغيث به فبعث
اليه علىؑ ثلاث قرب مملوة ماء
فما كادت تصل اليه فقال طلحة
ما انت وهذا وكان بينهما فى ذلك
كلام شديد (امامة وسياسة صـ ٣٦)

کنوئیں سے پانی کے جام نوش کئے جاتے ہیں
اور اصل مالک ایک ایک قطرہ کیلئے محروم کر
دیا گیا ہے۔ ناظرین کو یہ دیکھ کر تعجب ہونا چاہئے
کہ بیدردی و سفاکی کا نام عدالت رکھ لیا گیا ہے
کیونکہ یہ اس دنیا کی لعنت سے تعلق رکھتا ہے جہاں
ظالم و مظلوم قاتل و مقتول دونوں پیارے
ہوتے ہیں) پھر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمھیں
رسولؐ کا یہ ارشاد معلوم ہے کہ جو اس گھر کو خرید
کر مسجد نبی میں شامل کر دے گا اس کو جنت حاصل ہو گی۔ میں نے اسی
ارشاد نبوی کے بموجب اس گھر کو بیس ہزار قیمت دیکر خرید لیا اور داخل مسجد
کر دیا۔؟ طلحہ نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ عثمان نے کہا! پھر یہ بتا سکتے ہو کہ
میرے سوا کوئی اور بھی ایسا ہے جس کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا
ہو؟ طلحہ نے کہا نہیں۔ تب عثمان نے کہا کہ آخر مجھ پر یہ ستم کیوں کیا جا رہا ہے؟
طلحہ نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے دین میں تبدل و تغیر واقع کیا۔ (جب اس
احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا تو) جناب عثمان واپس ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس پیغام بھیجا
اور فریاد کی کہ مجھ پر پانی بند ہے۔ (امداد کیجئے) حضرت علیؑ نے تین مشکیں پانی کی بھجوائیں
جس کے پہونچنے میں روک ٹوک کی گئی۔ طلحہ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ کو اس شخص
(عثمان سے) کیا سروکار ہے۔ اس بارے میں دونوں شخصوں (طلحہ و
حضرت علیؑ) کے درمیان سخت گفتگو ہو گئی۔"

سعد بن ابی وقاص کا خط عمرو بن عاص کے نام۔ قاتلان عثمان کون تھے؟

ل ثم کتب عمرو بن العاص الی سعد
ن ابی وقاص یسألہ عن قتل عثمان و
ن قتلہ ومن تولی کبرہ فکتب الیہ سعد
نک سألتنی من قتل عثمان وانی اخبر
نہ قتل بسیف سلتہ عائشۃ وصقلہ
لحۃ وسمہ ابن ابی طالب وسکت
الزبیر واشار بیدہ وامسکنا نحن
ولو شئنا دفعناہ عنہ ولکن عثمان
غیر وتغیر واحسن واساء فان
کنا احسنا فقد احسنا وان کنا
اسأنا فنستغفر اللہ۔

- عمرو عاص نے سعد بن ابی وقاص کو خط لکھا اور اس میں قتل عثمان اور قاتلوں کی بابت سوالات کئے۔ سعد ابن ابی وقاص نے جواب میں لکھا کہ تم نے مجھ سے قتل عثمان کی بابت سوال کیا ہے لہذا میں تمھیں بتاتا ہوں کہ عثمان اس تلوار سے قتل کئے گئے جسکو عائشہ نے نیام سے کھینچا تھا۔ اور طلحہ نے اس پر صیقل کی تھی۔ علیؑ ابن طالب نے اس کو زہر میں بجھایا تھا۔ زبیر خاموش تو رہے مگر ہاتھ سے اشارہ کر دیا ہم نے بھی امداد عثمان سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اگر چاہتے تو اس آفت کو ان سے ٹالدیتے مگر ہم نے اس لئے مدافعت گوارہ نہ کی کہ) انھوں نے دین میں ردوبدل واقع کی تھی۔ خود بھی متغیر ہو گئے تھے۔ (یعنی ان کی نفسانی کیفیت بہ نسبت پہلے کے بدل گئی تھی۔) انھوں نے اچھے کام بھی کئے اور برے بھی۔ پس اگر ہم نے اچھا کام کیا تو خوب کیا۔ اور اگر برا کیا تو خدا سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ (جب جرم و گناہ کا یقین ہی نہیں توبہ کیسی؟ مترجم)

Marfat.com

اقرار جرم اور ندامت و پشیمانی

واتاهما عبداللہ بن خلف فقال لهما انه ليس احد من اهل الحجاز كان منه فی عثمان شئی الا وقد بلغ اهل العراق وقد كان منكما الی عثمان من التخلیب والتالیف ما لايد فعه جحود ولا ينفعكما فيه عذر واحسن الناس فيكما قولاً من ازال عنكما القتل والزمكما الخذل .... فقال طلحة ننكر القتل ونقر بالخذل ولا ينفع الاقرار بالذنب الا مع الندم عليه ولقد ندمنا علی ما كان منا۔ (امامة وسیاستہ ص۵۶)

"عبداللہ بن خلف طلحہ و زبیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اہل حجاز میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے عثمان کے معاملہ میں کوئی بات کی ہو اور اہل عراق تک اوس کی خبر نہ پہونچی ہو۔ تم دونوں شخصوں نے تو وہ فریب کی باتیں کیں۔ اور عوام کو عثمان کے خلاف جمع کر دینے میں وہ کام کیا جو کسی انکار سے دفع نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے متعلق تمہارے لئے کوئی عذر نافع ہو سکتا ہے (لوگوں کی زبانوں پر تمہارے کارنامے آچکے ہیں) تمہاری بابت سب سے بہتر قول رکھنے والا وہ شخص ہے جو تم سے جرم قتل کو دفع کرتا ہو۔ اور فقط امداد نہ کرنے ہی کا الزام لگاتا ہو (ورنہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ عثمان کے قاتل تم ہو) طلحہ نے جواب دیا کہ ہم قتل سے تو انکار کرتے ہیں۔ مگر اس کے معترف ہیں کہ امداد نہیں کی اور کسی گناہ کا اقرار جب تک اس کے ساتھ ندامت بھی نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو چکے ہیں۔"

طلحہ کا عتاب اپنے فرزند دلبند پر۔ صاحبزادے اپنے باپ کو قاتل عثمان کہتے تھے۔

واقبل غلام من جهينة الی محمد بن طلحة

قبیلہ جہینہ میں سے ایک نوجوان نے محمد بن طلحہ

Marfat.com

فقال حدثني عن قتلة عثمان فقال نعم دم عثمان
على ثلاث اثلاث ثلث على صاحب الهودج و
على صاحب الجمل الاحمر و ثلث على علي بن ابي طالب
فضحك الجهيني ولحق بعلي بن ابي طالب و
بلغ طلحة قول ابنه محمد وكان محمد من عباد
الناس فقال يا محمد اتزعم على ابي
قاتل عثمان كذلك تشهد على ابيك
كن كعبد الله بن الزبير فوالله ما
انت بخير منه ولا ابوك بدون
ابيه كف عن قولك والا فارجع فان
نصرتك نصرة رجل واحد وفسادك
فساد عامة فقال محمد ما قلت الا
حقا ولن اعود۔

(امامۃ وسیاست ص۵۹)

کے پاس آکر پوچھا کہ قاتلان عثمان کون ہیں
محمد نے جواب دیا خون عثمان کے تین حصے ہیں ایک
تہائی صاحب ہودج (یعنی ام المومنین عائشہ) کی گردن
پر ہے۔ اور ایک تہائی اس شخص پر ہے جو سرخ
اونٹ پر سوار ہے۔ اور ایک تہائی علی بن ابی طالب
پر ہے۔ اس جواب پر وہ جہنی نوجوان ہنس پڑا
اور حضرت علی سے جا کر مل گیا جب طلحہ کو اس کی اطلاع
ہوئی تو محمد سے کہا کہ تم یہ کہتے ہو کہ میں عثمان کا
قاتل ہوں۔ باپ کے خلاف اس قسم کی گواہی دیتے
رہو گے۔؟ عبداللہ بن زبیر کی چلن سیکھو۔ (وہ تو ایسا
ناخلف نہیں ہے) بخدا نہ تم عبداللہ سے بڑھ چڑھ کر ہو
اور نہ تمہارا باپ عبداللہ کے باپ سے رتبہ میں کم ہے
(پھر تمہارا یہ رویہ کیوں ہے؟) یا تو اپنی زبان بند
کر دیا ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہاری
امداد فقط ایک شخص کی امداد ہو گی۔ اور تمہارا فساد عامۃ الناس کا فساد ہو گا (یعنی تمہاری
نالائقی عامۃ الناس کے خیالات کو ہماری طرف سے خراب کر دے گی) محمد نے کہا میں نے
حق کے سوا اور تو کچھ کہا نہیں۔ اچھا آئندہ ہرگز نہ کہوں گا۔"

صحابہ کے باہمی خفیہ مراسلات، اگر شوق جہاد ہے تو مدینہ آکر جہاد کرو

مورخ طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے۔ جلد پنجم ص ۹۶

لما كانت سنة ۳۴ كتب اصحاب
رسول الله صلعم بعضهم الى بعض
ان اقدموا فان كنتم تريدون الجهاد
فعندنا الجهاد وكثر الناس
على عثمان ونالوا منه اقبح ما نيل
من احد اصحاب رسول الله يرون
ويسمعون ليس فيهم احد ينهى ولا
يذب الا نفير الخ

یعنی ۳۴ھ میں اصحاب رسولؐ نے آپس میں
خط وکتابت کی کہ اگر تم جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو
یہاں آؤ جہاد ہمارے پاس ہی موجود ہے۔
(جہاد اسلام وملین میں بیدین وبدمذہب لوگوں سے لڑنے
کا نام ہے) عثمان کے خلاف لوگوں کی یورش بہت
ہوگئی اور وہ آپ کی شان میں ایسی بری سے بری
باتیں کہنے لگے جو کسی کے متعلق کہی جاسکتی تھیں
ان تمام حرکات کو اصحاب رسولؐ (ٹھنڈے
دل سے) دیکھتے اور سنتے رہے۔ ان میں چند نفر کے سوا کوئی ایسا نہ تھا
جو کسی کو ٹوکتا اور اس طوفان بے تمیزی کو دفع کرتا۔"

اصحاب نبیؐ کا عتاب نامہ حضرت عثمان کے نام۔ اگر تم نے توبہ نہ کی تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ تمہارا خاتمہ بخیر کرکے رہیں گے۔

كتب اهل المدينة الى عثمان يدعونه
الى التوبة ويحتجون ويقسمون بالله
لا يمسكون عنه ابدا حتى يقتلوه
او يعطيهم ما يلزمه من حق الله الخ
طبری جلد پنجم صـ ۱۱۶

"یعنی اہل مدینہ نے حضرت عثمان کے پاس ایک
عتاب نامہ بھیجا جس میں اُن کے افعال کے
خلاف احتجاج کیا اور لکھا کہ تم توبہ کرلو ورنہ
ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہاری مخالفت نہ
چھوڑیں گے قتل کرکے دم لیں گے۔ یا حق خدا جو تمہارے
ذمہ ہے اس کو ہمارے حوالہ کردو۔ (سبحان اللہ گویا حقوق خدا کے ٹھیکہ دار یہی لوگ تھے)"

Marfat.com

عمرو بن بدیل صحابی قاتلان عثمانؓ کے سپہ سالار تھے۔ ؛؛
عدالت صحابہ کا شاندار مظاہرہ

وکان اھل مصر الذین ساروا الی عثمان ستمائة رجل علی اربعة الویة لھا رؤس اربعة مع کل رجل منھم لواء وکان جماع امرھم جمیعا .... عمرو بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وکان من اصحاب النبی صلعم۔
(طبری جلد پنجم ص۱۱۶)

"اہل مصر کی فوج جس نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی چھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے ساتھ چار جھنڈے تھے اور چار افسر ہر افسر ایک جھنڈا لئے ہوئے تھا۔ اور سب کے امیر الامراء (کمانڈر ان چیف) عمرو بن بدیل بن ورقاء الخزاعی تھے۔ آپ آنحضرت کے صحابی تھے۔"

ان صحابی جلیل کی جلالت وعظمت معلوم کرنے کیلئے محدث ابن عبدالبر کا یہ بیان کافی ہے۔ بر حاشیہ اصابہ ص۲۶۸۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء بن عبد العزی ابو ربیعة الخزاعی اسلم مع ابیہ قبل الفتح وشھد حنینا والطائف وکان سید خزاعة وخزاعة عیبة رسول اللہ ...... وکان لہ قدر وجلالة قتل ھو واخوہ عبدالرحمان بن بدیل

"یعنی عبداللہ بن بدیل خزاعی نے فتح مکہ سے پہلے اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کیا اور غزوۂ حنین وطائف میں شریک ہوئے یہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے۔ اور اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت کے خواص مقربین میں سے تھے...... قوم میں ان کی قدر وجلالت مسلم تھی۔ یہ اور انکے بھائی عبدالرحمن بن بدیل جنگ صفین میں

Marfat.com

بصفین وکان یومئذٍ علی رجالة
علیؑ وکان من وجوہ الصحابة و
ھوالذی صالح اصبھان مع عبداللہ
بن عامر وکان علی مقدمة وذلک
فی زمن عثمان فی سنة تسع و
عشرین من الھجرة۔

امیرالمومنین کی پیدل فوج کے افسر تھے اور اسی
لڑائی میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بن بدیل محترم
وذی اثر صحابیوں میں سے تھے۔ عہد خلافت
عثمان ۲۹ھ میں عبداللہ بن عامر کی فوج میں
مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ اور صلح اصبھان
میں انہوں نے حصّہ لیا تھا۔"

جبلہ بن عمرو الساعدی صحابی اپنے امام کو جواب سلام کے قابل بھی نہ جانتے تھے۔ حضرت خلیفہ ثالث سے بدکلامی کی ابتدا کرنے والے آپ ہی تھے۔

ابوجعفر طبری لکھتے ہیں :- جلد پنجم صـ ۱۱۴

کان اول من اجترأ علی عثمان بالمنطق
السئ جبلة بن عمرو الساعدی مر بہ
عثمان وھو جالس فی ندی قومہ
وفی ید جبلة جامعة فلما مر عثمان
سلم فرد القوم فقال جبلة لم تردون
علی رجل فعل کذا وکذا ثم اقبل علی عثمان
فقال واللہ لاطرحن ھذہ الجامعة
فی عنقك اولتترکن بطانتك
ھذہ قال عثمان ای بطانة فواللہ انی

سب سے پہلے جس نے حضرت عثمان سے بدکلامی کی
جرأت کی وہ جبلہ بن عمرو الساعدی تھے۔ ایک مرتبہ
حضرت عثمان ان کے پاس سے گذرے وہ قوم کی
مجلس میں بیٹھے تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں ایک حلقہ
آہنی تھا۔ عثمان نے سلام کیا تو قوم نے ان کے سلام
کا جواب دیا۔ جبلہ بن عمرو نے قوم سے خطاب کیا کہ تم
لوگ ایسے شخص کو جواب سلام کیوں دیتے ہو
جس کے ایسے کرتوت ہیں۔ پھر عثمان کی طرف متوجہ
ہوئے اور کہا کہ تم اپنے خصوصی دوستوں کا ساتھ چھوڑ دو

Marfat.com

[۱] تخبر الناس فقال مروان تخبرته ومعاویة تخبرته وعبد الله بن عامر بن کریز تخبرته وعبد الله بن سعد تخبرته منهم من نزل القرآن بذمه واباح رسول الله دمه ۔

ورنہ یہ حلقہ آہنی تمہاری گردن میں ڈالدونگا عثمان نے کہا کون ہے جو دوست مراد ہیں ہیں تو اپنا مخصوص دوست کسی کو نہیں بناتا۔ جابر بن عمرو نے تم مروان پر خاص نظر عنایت رکھتے ہو۔ معاویہ کو بھی تم نے بنالیا ہے۔ عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سعد بھی تمہارے مخصوص احباب ہیں۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کی مذمت میں کلام الہٰی نازل ہوا۔ اور رسولؐ نے ان کا خون مباح کر دیا تھا۔"

جہجاہ غفاری کا ظالمانہ یا عادلانہ سلوک

قال انا انظر الی عثمان یخطب علی عصا النبیؐ التی کان یخطب علیها وابوبکر وعمر فقال له جہجاہ الغفاری قم یا نعثل فانزل عن هذا المنبر واخذ العصا فکسرها علی رکبته الیمنی فدخل شظیة منها فیها فبقی الجرح حتی اصابته الاکلة فرأیتها تدود فنزل عثمان وحملوه وامر بالعصا فشدوها فکانت لضبة فما خرج بعد ذالک الیوم الاخرجة او خرجتین

"راوی کا بیان ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا حضرت عثمان اسی عصا پر تکیہ کرکے خطبہ پڑھ رہے تھے جسے ٹیک کر آنحضرت اور ابوبکر و عمر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اسی درمیان میں جہجاہ غفاری نے ان سے کہا کہ اے نعثل! اٹھ اور منبر سے نیچے آ۔ یہ کہکر وہ عصا ہاتھ سے پکڑ لیا اور حضرت عثمان کے داہنے زانو پر اس زور سے مارا کہ ٹوٹ گیا۔ اور اس کا ایک ٹکڑا زانو کے گوشت میں داخل ہوگیا جس کا گھاؤ باقی رہ گیا یہانتک کہ زخم میں خرابی پیدا ہوگئی۔ اور میں نے

Marfat.com

حتی احصر فقتل - (طبری جلد ۵ صلا) دیکھا کہ کپڑے پڑ گئے تھے۔ حضرت عثمان منبر سے اتر آئے اور دولت سرا میں لائے گئے۔ اس دن کے بعد ایک یا دو بار کے سوا آپ کو گھر سے باہر نکلنا نصیب نہ ہوا تا اینکہ محصور ہوئے اور قتل کر دیئے گئے۔"

قصر خلافت میں آگ لگا دی گئی۔ عبداللہ بن بدیل خزاعی و رفاعہ بن رافع انصاری و عمر بن حزم انصاری کی مساعی جمیلہ

فلما رأو ذالک ثاروا الی بابه فاحرقوه وخرج علیهم مروان بن الحکم من دار عثمان فی عصابة وخرج سعید بن العاص فی عصابة وخرج مغیرة بن الاخنس بن شریق الثقفی حلیف بنی زهرة فی عصابته فاقتتلوا قتالا شدیدا ... فحمل المغیرة بن الاخنس الثقفی علی القوم وهو یقول مرتجزا قد علمت جاریة عطبول لها وشاح ولها حجول انی بنصل السیف خنشلیل فحمل علیه عبد الله بن بدیل بن ورقاء

جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو عثمان کے دروازہ کیجانب ٹوٹ پڑے اور اس میں آگ لگا دی۔ تب مروان بن حکم سعید بن العاص مغیرہ بن الاخنس ایک ایک جتھا اپنے ہمراہ لئے عثمان کے گھر سے باہر نکل پڑے اور سخت لڑائی ہونے لگی۔ مغیرہ بن الاخنس رجز خوانی کرتے ہوئے بلوائیوں کی جماعت پر حملہ آور ہوئے عبداللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی نے رجز کا جواب دیتے ہوئے ان پر حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ رفاعہ بن رافع انصاری نے مروان پر حملہ کیا اور پچھاڑ دیا۔ اور یہ سمجھکر اس سے ہٹ گئے کہ مارا گیا۔ (مگر جسکی رسی دراز ہو اسے کون مارے)

Marfat.com

الخزاعی وھو یقول

ان تلق بالسیف کما تقول فاثبت لقرن ما اجبتک بصول

بمشرفی حدہ مصقول

فضربہ عبداللہ فقتلہ وحمل رفاعہ بن رافع الانصاری ثم الزرقی علی مروان بن الحکم فضربہ فصرعہ فنزع عنہ وھو یری انہ قد قتلہ ...... فلم یزل الناس یقتتلون حتی فتح عمرو بن حزم الانصاری باب دارہ وھو الی جنب دار عثمان بن عفان ثم نادی الناس فاقبلوا علیھم من دارہ فقاتلوھم فی جوف الدار۔ (طبری جلد پنجم صفحہ ١٢٥)

...... جنگ برابر جاری رہی۔ تا اینکہ عمرو بن حزم انصاری نے یہ تدبیر کی کہ اپنے مکان کا وہ دروازہ جو عثمان کے گھر کے پہلو میں واقع تھا محاصرہ کرنے والوں کے لئے کھول دیا اور ان کو پکارا۔ وہ لوگ خانہ عثمان میں گھس گئے۔ اور گھر کے اندر جنگ ہونے لگی۔"

طبری کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کی جو فوج حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اور جس نے بالآخر آپ کے بیت الشرف میں آگ لگا دی اس میں تین مقدس و عادل صحابہ عبداللہ بن بدیل خزاعی، رفاعہ بن رافع انصاری۔ عمرو بن حزم انصاری شاندار جنگی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور بالخصوص موخر الذکر بزرگ نے

؎ عبداللہ بن بدیل کے فضائل و مناقب کا تذکرہ پہلے گزرا۔ اب دو صحابیوں کے بلند مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے علمائے اسلام کی تحریریں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

رفاعہ بن رافع (١) اخرج لہ البخاری وغیرہ وھو من اھل بدر کما ثبت فی البخاری وشھد ھو وابوہ العقبۃ وبقیۃ المشاھد وروی عن النبی وعن ابی بکر الصدیق

ان سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے یہ ان صحابیوں میں ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ اور ان کے والد عقبہ اور باقی غزوات میں بھی شریک ہوتے رہے۔ آنحضرت اور ابوبکر صدیق (بقیہ حاشیہ صفحہ ٨٠ پر)

Marfat.com

خلیفہ زماں کے ہمسایہ کی حیثیت سے یہ حق جوار ادا کیا کہ اپنے مکان کا دروازہ جو قصر عثمانی کے پہلو میں واقع تھا بلوائیوں کے لئے کھولدیا اور اُن کو آواز دی کہ اسی دروازہ سے گذر کر قصر خلافت میں داخل ہوجائیں۔ ایسا ہی ہوا کہ حملہ آور فوج اسی دروازہ سے حضرت عثمان اور اُن کے اصحاب و رشتہ داروں پر ٹوٹ پڑی۔ اگر اس واقعہ پر نظر کیجائے تو معلوم ہوجائے گا کہ خون خلیفہ مظلوم بہت کچھ اسی صحابی مقدس کی گردن پر ہے۔ مگر کچھ اس درجہ مضبوط و پُرزور واقع ہوئی ہے کہ نہ بار عدالت اسے جھکا سکتا ہے اور نہ خلیفہ زماں کا خون ناحق۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ اہل اسلام جنھیں ایسے ایسے عدالت پیشہ اور حق شناس ہمسایہ صحابہ کبار کی پیروی کا شرف حاصل ہے۔

وعن عبادۃ بن الصامت روی عنہ ابناہ عبید ومعاذ وابن اخیہ یحیی بن خلاد وابنہ علی بن یحیی وزعم ضرار بن صرد باسنادہ الی عبد اللہ بن ابی رافع انہ شھد صفین اخرجہ الطبرانی و روی ابو عمر قصۃ فیھا انہ شھد الجمل وقال ابن قانع مات سنۃ احدی او اثنتین واربعین۔ (اصابہ جلد اول ص ۵)

(۲) یکنی ابا معاذ شھد بدرا واحدا وسائر المشاھد مع رسول اللہ وشھد معہ اخواہ خلاد ومالک ابنا رافع

"اور عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں ان کے دونوں بیٹے عبید و معاذ نیز ان کے بھتیجے یحیی ابن خلاد اور یحیی کے فرزند علی بن یحیی نے روایت کی ہے۔ ضرار بن صرد عبداللہ بن ابی رافع سے راوی ہے کہ یہ صفین میں حضرت امیرالمومنین کے ساتھ تھے۔ طبرانی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ابو عمر نے ایک قصہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے یہ ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

(۲) ابو معاذ ان کی کنیت تھی۔ بدر واحد اور تمام غزوات میں آنحضرت کے ساتھ تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کے دونوں بھائی (بقیہ ص۸۱ پر ملاحظہ ہو۔)

Marfat.com

اور خوش اعتقادی کا اظہار کرتے ہوئے سب کو ماجور و مغفور بھی سمجھتے ہیں۔ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول ان کی نگاہوں میں سب جنتی ہیں۔ اور اس نظریہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ماجرا کچھ بھی عجیب نہیں کہ " وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔ "

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) شہد واتا و تعم بدراً

...... شہد رفاعہ بن رافع مع علیؓ

الجمل و صفین۔ (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ا ص ۵۰۲)

عمرو بن حزم الانصاری | یکنی ابا الضحاک

لم یشہد بدراً فیما یقولون اول مشاھدہ الخندق واستعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل نجران .... وھو ابن سبع عشر سنۃ لیفقھھم فی الدین ویعلم القرآن ویاخذ صدقاتھم ...... وکتب لہ کتابا فیہ الفرائض والسنن و الصدقات والدیات ومات بالمدینۃ سنۃ احدی وخمسین۔ (استیعاب جلد ۲ ص ۴۲۵)

غزادہ مالک بھی شریک جنگ بدر تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ صفین و جمل کی لڑائیوں میں حصہ لیا۔

ان کی کنیت ابوالضحاک تھی۔ جنگ بدر میں شریک نہ تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے جنگ خندق میں شرکت کی۔ حضرت رسول خدا نے اُن کو اہل نجران پر عامل و حاکم مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اُن کو دین کے اصول و فروع اور قرآن کی تعلیم دیں اور اُن سے اموال صدقات وصول کرتے رہیں۔ حضرت نے اُن کو خط تحریر فرمایا تھا جس میں تمام فرائض و سنن اور صدقات و دیات کے احکام شرعیہ درج فرمائے تھے۔ ان کو یہ شرف عظیم فقط سترہ برس کی عمر میں حاصل ہوا تھا۔ سنہ ۵۱ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔

ناظرین ان صحابی کی جلالت قدر کا اندازہ اسی سے فرما سکتے ہیں کہ فقط سترہ سال کی عمر میں ان کا علم و فضل اس حد پر پہنچ چکا تھا اور اخلاقی حالت اس درجہ قابل اعتماد خیر و صلاح کا ثبوت دے رہی تھی کہ آنحضرت نے اُن کو اہل نجران پر عامل مقرر فرمایا۔ اور تعلیم احکام شرعیہ و تعلیم قرآن اور اموال خمس و زکوٰۃ کی تحصیل کے ایسے عظیم الشان فرائض کو ان سے متعلق فرمایا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲)

Marfat.com

عمرو بن الحمق صحابی کا عمل خیر

واما عمرو بن الحمق فوثب علی عثمان فجلس علی صدرہ وبہ رمق فطعنہ تسع طعنات قال عمرو فاما ثلاث منھن فانی طعنتھن ایاہ للہ واما ست فانی طعنتھن ایاہ لما کان فی صدری علیہ (طبری جلد ۵ ص ۱۳۲)

عمرو بن حمق حضرت عثمان کیطرف جھپٹے اور سینہ پر جا بیٹھے اس وقت ان بزرگوار میں ایک رمق باقی تھی۔ اس حالت میں بھی عمرو بن حمق نے نو ضربیں لگائیں۔ اور بعد میں انھوں نے کہا کہ میں نے تین ضربیں تو خدا کی خوشنودی کیلئے لگائی تھیں اور باقی چھ اپنے دل کا بخار نکالنے کے لیئے۔"

صحابہ کا اجماع امام وقت کے خون ناحق پر۔ خلافت مآب کا خط معاویہ کے نام اور اہل مدینہ پر کفر کا فتویٰ۔ معاویہ نے بھی دلی نعمت سے وفا نہ کی

فلما رأی عثمان ما قد نزل بہ وما قد انبعث علیہ من الناس کتب الی معاویۃ بن ابی سفیان وھو بالشام "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد

یعنی جب جناب عثمان نے ان بلاؤں کو جو لوگوں کے ہاتھوں سے آن پڑی تھیں۔ تو معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس شرف میں کوئی صحابی ان کا مقابل نہیں ... سترہ سال کی عمر میں ان کے علم وفضل ودیانت وامانت پر آنحضرت نے جس قدر اعتماد فرمایا اور عہدہ تعلیم سپرد کر دیا۔ اوس سے وہ ہستیاں بھی محروم نظر آئینگی جو کم سے کم پچاس ساٹھ سال دور نبوت آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی تھیں۔ کہاں وہ مرد کہن سال جو نہ سورہ بقر یاد کر سکے اور نہ مسائل کبھی امور دین کی تولیت اون سے متعلق کیگئی۔ اور کہاں یہ سترہ سال کا نوجوان۔"

Marfat.com

وان اهل المدینة قد کفروا واخلفوا الطاعة ونکثوا البیعة فابعث الی من قبلک من مقاتلة اهل الشام علی کل صعب وذلول فلما جاء معاویة الکتاب تربص به وکره اظهار مخالفة اصحاب رسول اللہ صلعم وقد علم اجتماعهم
(طبری جلد پنجم ص۱۱۵)

اہل مدینہ نے کفر اختیار کر لیا ہے۔ میری اطاعت سے منحرف ہو گئے ہیں۔ بیعت توڑ دی ہے۔ لہذا شامی بہادروں کو میری امداد کیلئے جلد روانہ کرو۔ جب یہ خط معاویہ کے پاس پہونچا تو اس نے امداد کیلئے فوج بھیجنے میں توقف کیا۔ اور خاموشی اختیار کرلی۔ جواب خط کچھ بھی نہ دیا کیونکہ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اصحاب رسول کا اتفاق و اجماع ہو چکا ہے لہذا اصحاب رسول سے مخالفت کرنا پسند نہیں کیا۔"

معاویہ اور دیگر امرائے دولت عثمانیہ کی بیوفائی

ملل ونحل میں بذیل حالات حضرت عثمان مذکور ہے:

وکان امراء جنوده معاویة بن ابی سفیان عامل الشام وسعید بن العاص عامل الکوفة وبعده الولید بن عقبة وعبد اللہ بن عامر عامل البصرة وعبد اللہ بن ابی سرح عامل مصر وکلهم خذلوه ورفضوه حتی قدر علیه وقتل مظلوما فی الدار

"یعنی دولت عثمانیہ کے تمام امراء نے خلیفہ وقت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور امداد سے منہ موڑ لیا تھا۔ یہانتک کہ مظلومیت کے عالم میں اپنے محل کے اندر قتل کر دئے گئے۔"

Marfat.com

حضرت عثمان کے خلاف عمرو بن عاص کی ریشہ دوانی

ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے:

وکان عمرو بن العاص منذ عزله عن مصر یعمل حیلة بالتالیب والطعن فی عثمان ۔ (جلد اول صفحہ ۲۴)

حضرت عثمان نے جب سے عمرو عاص کو حکومت مصر سے معزول کر دیا تھا۔ لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ اور حضرت پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔"

نیز تذکرہ عبداللہ بن سرح کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

فلما ولاہ ایاھا عثمان وعزل عنها عمرو بن العاص جعل عمرو بن العاص یطعن علی عثمان ویولب علیه و یسعی فی فساد امرہ فلما بلغه قتل عثمان وکان معتزلا فلسطین قال انی اذا انکات قرحة ادمتها ۔ انتھی۔

جب عثمان نے عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور عمرو عاص کو معزول کر دیا تو یہ شخص اُن بزرگ پر طعن و تشنیع کرنے لگا اور لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکانے اور فتنہ و فساد برپا کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ جب اس کو خبر قتل عثمان معلوم ہوئی .... اس وقت وہ فلسطین میں عزلت گزین تھا۔ یہ خبر سنکر بولا (تھا کہ میں جب کھاؤ لگاتا ہوں اُس سے خون بہا کے چھوڑتا ہوں۔ (یہ زبان عرب کی مثل ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ میں جب کسی کے پیچھے پڑتا ہوں تو انجام کو پہونچا کے دم لیتا ہوں۔)

محمد بن حذیفہ صحابی کی حضرت عثمان کیخلاف شدید فتنہ پردازی آغوش تربیت میں برسوں پرورش پانیکا حق خوب ادا کیا

حافظ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

كان محمد بن ابی حذیفة اشد الناس تألیبا
علی عثمان ..... وکان عثمان قد کفل
محمد بن ابی حذیفة بعد موت ابیه ابی حذیفة
ولم یزل فی کفالته ونفقته سنین فلما
قاموا علیه کان محمد بن ابی حذیفة
احد من اعان علیه والب وحرض
اهل مصر فلما قتل عثمان هرب الی
الشام فوجده رشدین مولی
معاویة فقتله - (جلد اول ص۲۰)

محمد بن حذیفہ عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارنے
اور جمع کرنے میں سب سے زیادہ سخت تھے حضرت عثمان
نے ان کے باپ ابو حذیفہ کے مرجانے کے بعد برسوں
اُن کی کفالت کی تھی - اور نفقہ کی روشوں زندگی
بسر کرتے تھے - (لیکن یہ انقلاب زمانہ دیکھئے کہ)
جب حضرت عثمان کے خلاف لوگوں نے سر اٹھایا تو
اُنھوں نے حق نگہداری یوں ادا کیا کہ) وہ ان کے
خلاف باغیوں کی امداد کی اور اہل مصر کو ابھارا
اور ورغلایا - (یہ باغیان نجیب آشیانی کی
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے) جب وہ قتل ہو چکے تو یہ شام کی جانب
بھاگ گئے - وہاں رشید غلام معاویہ نے اُن کو پالیا اور قتل کر دیا -"

حذیفہ یمانی کی مخالفانہ روش مگر ایک خاص انداز سے جسے تقیہ کہتے ہیں

علامہ ذہبی تہذیب التہذیب میں رقمطراز ہیں: (منقول از تشیید المطاعن جلد دوم ص۱۱۹)

قال کنا مع حذیفة فقال له عثمان یا ابا
عبد الله ما هذا الذی یبلغنی عنک
قال ما قلته فقال عثمان انت اصدقهم
وابرهم فلما خرج قلت یا ابا عبد الله
الم تقل ما قلته قال بلی ولکن اشتری

"راوی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ حذیفہ کے ساتھ تھا
کہ حضرت عثمان (بھی آگئے) اور ان سے کہنے لگے
اے ابو عبداللہ! یہ کیا باتیں تمہاری طرف سے میرے
کانوں تک پہنچ رہی ہیں - ؟ حذیفہ نے جواب
دیا کہ میں نے وہ باتیں نہیں کہی ہیں - عثمان بولے

دیتی بدوضیعہ مخافۃ ان یذھب کلہ   کہ تم سب میں نہایت سچے اور پاکباز انسان ہو جب

حضرت عثمان چلے گئے تو میں نے حذیفہ سے پوچھا "کیا تم نے یہ باتیں نہیں کہی تھیں؟"

کہنے لگے کہ ہاں کہیں تھیں مگر (کیا کروں) میں تو اپنا دین اس کے بعض حصے کے عوض

خریدتا ہوں۔ اس خوف سے کہ کہیں سب نہ چلا جائے (آنکھیں کھول کر دیکھو رافضی اسی

کو تقیہ کہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ یا تم بھی جواز تقیہ کے قائل ہو جاؤ۔ یا اس

کا نام نفاق رکھو اور حذیفہ جیسے صحابی کو منافق ٹھہراؤ۔" مترجم)

عبداللہ ابن مسعود مخالفین عثمان کی صف میں

عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کا شمار بھی انھیں لوگوں

میں ہے جو امام وقت کے خلاف نکتہ چینی میں مصروف رہتے تھے جس کا انجام یہ ہوا کہ مستحق تعزیر

ٹھہرائے گئے علمائے اسلام نے بھی ان کے خلاف اور حضرت عثمان کے حق میں اپنا فیصلہ

سُنایا۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ جب ایسے ایسے طبقۂ اعلیٰ کے صحابی حکومت کے خلاف ہونگے

اور عام طور پر نکتہ چینی میں منہمک نظر آئیں گے۔ تو عام خلفشار کیوں نہ پھیلیگا۔ اور حکومت

کا تختہ کیوں نہ الٹ دیا جائیگا۔ یا آخر جو کچھ واقع ہوا اس کی ذمہ داری صحابۂ کبار ہی پر

عائد ہوتی ہے۔ اور خلیفۂ مظلوم کا خون ناحق انھیں کی گردنوں پر ہے۔ جو کچھ بھی ہو مجھے تو اتنا

ہی دکھانا ہے کہ عبداللہ بن مسعود امام وقت کے خلاف اعتراضات والزامات کی بھرمار کئے

ہوئے تھے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے علامہ ابن حجر مکی کا یہ ردارشاد کافی ہے:۔

(۱) ان حبسہ عطاء ابن مسعود وھجرہ لہ فلما بلغہ عنہ ما یوجب ذالک القاء لا تھمۃ الولایۃ۔

(۱) حضرت عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کا وظیفہ جو بند کر دیا تو اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ابن مسعود کیطرف سے کچھ باتیں عثمان کے کانوں تک پہنچی تھیں

جو اسی کی متقاضی تھیں تاکہ حکومت و ولایت کا رعب و داب دل پر بٹھا دیا جائے"

۲) اما ابن مسعود فکان ینقم علی عثمان کثیرا فظهرت له المصلحة فی عزله - (صواعق محرقہ)

(۲) ابن مسعود کی بدگوئی و عیب جوئی میں بہت زیادہ منہمک رہتے تھے۔ لہذا مصلحت اسی میں ظاہر ہوئی کہ ان کو معزول کر دیا جائے"

نصرت امام سے ابو حسن مازنی کا صاف انکار

استیعاب ابن عبد البر میں ہے جلد دوم صـــ۶۵۷ ۔

والحسن هذا هو القائل لزيد بن ثابت حين قال يوم الدار يا معشر الانصار كونوا انصار الله عز وجل مرتين فقال له ابو حسن لا والله لا نطيعك فنكون كما قال الله تعالى اطعنا سادتنا وكبرائنا فاضلونا السبيلا۔

یہ ابو حسن وہی بزرگ ہیں کہ جب زید بن ثابت نے بروز دار یہ کہا کہ اے گروہ انصار! تم لوگ دو مرتبہ انصار اللہ بنجاؤ (یعنی حضرت عثمان کی امداد کرو۔ ان کی امداد خدا کی نصرت ہے۔ لہذا اگر ان کی امداد کروگے تو دوبارہ خدا کی نصرت کرنے والے ٹھہروگے) تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ بخدا ہم تمہاری اطاعت نہ کرینگے۔ ورنہ یہ آیت ہم پر صادق آئیگی (جسکا ترجمہ ہے) ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی پس انھوں نے ہم کو راستہ سے بھٹکا دیا۔ (معلوم ہوا کہ ابو حسن کے نزدیک نصرت عثمان ضلالت و گمراہی ہے)

عبد الرحمن بن عوف بھی مخالف ہو گئے تھے اور ترک سلام و کلام کی قسم کھالی تھی۔ ایسے روٹھے کہ تا دم مرگ راضی نہ ہوئے

خلیفہ ثانی نے اپنے بعد انعقاد خلافت و انتخاب خلیفہ کی غرض سے جو مجلس شوریٰ قائم

Marfat.com

کردی تھی اس کے صدر آپ ہی تھے۔ اور حضرت عثمان کی خلافت آپ ہی کی تدبیروں سے عالم وجود میں آئی تھی۔ مگر یہ انقلاب طبع دیکھنے کے قابل ہے کہ نذر وقسم کی سخت پابندی عائد کرکے حضرت عثمان سے سلام وکلام ترک کر دیا گیا ہے۔ آخری وقت میں بھی جب کہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ حضرت عثمان سے اخوت اسلامی کا برتاؤ کرنا گوارا نہ کیا۔ اگر اس امر کا لحاظ کر لیا جائے کہ آپ مہاجرین اولین کی ممتاز ترین فرد اور عشرہ مبشرہ کی کونسل کے سربرآوردہ ممبر تھے۔ آپ کی شان میں حدیث "انت امین فی السماء وامین فی الارض" وارد ہوئی تھی۔ آپ کے پیچھے خود آنحضرت نے نماز میں اقتدا کی تھی تو سمجھ لیجیے کہ ان بزرگ کا رد ٹھنا اور ناراض دنیا سے جانا بس قیامت تھا۔ اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے۔ پاس ادب صحبت سرور انبیاء زیادہ کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(۱) روی انہ قیل لعبد الرحمن بن عوف ھذا فعلک فقال لم اظن ھذا بہ و لکن للہ علی ان لا اکلمہ ابداً ومات عبد الرحمن وھو مھاجر لعثمان ودخل علیہ عثمان عائداً فی مرضہ فتحول الی الحائط ولم یکلمہ۔

(کتاب المختصر فی اخبار البشر)

(۱) (یعنی جب حضرت عثمان کی اقارب نوازی سے خفا ہو کر عبد الرحمن بن عوف نے سلام وکلام ترک کر دیا تو) لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم اور حضرت عثمان کے ساتھ یہ برتاؤ؟ کہا میں نے کبھی یہ گمان نہ کیا تھا کہ عثمان کے اعمال ایسے ہوں گے۔ میں خدا سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ عثمان سے کبھی بات چیت نہ کروں گا۔ عبد الرحمن بن عوف مرتے دم تک اس عہد پر قائم تھے۔ اور روٹھے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے حضرت عثمان مرض الموت کی حالت میں عیادت کی غرض سے ان کے پاس آئے تو انھوں نے دیوار کی جانب منھ پھیر لیا اور بات بھی نہ کی۔ (یہ ہیں اسلامی اخلاق جن کو

Marfat.com

یہ بزرگان دین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں ۔)

(۲) کان ای عبدالرحمٰن ھجر عثمان لما امر قاربہ فقال الناس لابن عوف ھذا فعلک فدخل علیہ والمہ وقال انما ولیتک لتسیر سیرۃ الشیخین فقال کان عمر یقطع اقاربہ فی اللہ وانا اصلہم فی اللہ فنذر ان لا یکلمہ ابدا ۔

(شرح قصیدہ ہمزیہ لابن حجر المکی)

(۲) جب یہ دیکھا کہ حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو حکومت و امارت کے عہدے عطا کر دیے ہیں تو عبدالرحمٰن بن عوف نے ان تمام روابط و تعلقات منقطع کر لیے اس پر لوگوں نے تو کہا تم اور حضرت عثمان سے ایسا سلوک؟ (نہایت تعجب ہے) تب عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے پاس آئے اور انھیں اس روش قرابت پرستی پر ملامت کی اور کہا کہ میں نے تمھیں فقط اس لئے امیر و والی بنایا تھا کہ شیخین ابوبکر و عمر کی سیرت پر چلو گے (مگر تمھارا چلن اس کے خلاف ظاہر ہو رہا ہے) عثمان نے جواب دیا کہ عمر خوشنودی خدا کے لئے قطع رحم کرتے تھے ۔ اور میں اسی کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے رحم کرتا ہوں (افعال گو مختلف ہوں مگر نیت دونوں کی ایک ہے پھر ملامت کیسی؟) یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن نے نذر کر لی کہ آئندہ کبھی عثمان سے ہم کلام نہ ہوں گے ۔،،

یہ بات لحاظ خاطر رکھی جائے کہ عبدالرحمٰن حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے اور اخوت اسلامی کے روابط اس رشتہ داری پر مستزاد تھے ۔ اور شریعت نے قرابت داروں اور دینی بھائیوں سے قطع تعلقات کا طریقہ نارو قرار دیا ہے ۔ اور جو امر شرعی احکام کے بموجب ناروا ہو اس کے متعلق نذر و عہد نہ صحیح ہو سکتا ہے ۔ اور نہ خوشنودی خدا کا باعث ۔ مگر عبدالرحمٰن

Marfat.com

سے بلا کسی شرعی عذر دو عہد کر کے ترک سلام و کلام کر دیا جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عبدالرحمن کے خیال و عقیدہ کے بموجب حضرت عثمان اپنے اعمال کی وجہ سے اس حیثیت میں آ گئے تھے کہ ان سے قرابت داری اور اسلامی برادری کے تمام شرعی تعلقات کا قطع کر لینا ہی خدا کی رضا و خوشنودی کا باعث ہو گیا تھا۔ اب خدا ہی جانے حق کس کی طرف تھا جس کی طرف بھی ہو۔ یہ یقینی ہے کہ قاتلان عثمان کی جرأت انھیں بزرگوں کی حرکات سے حاصل ہوئی۔ اور خلافت ثالثہ کی بیخکنی انھیں حضرات کی مرہون منت تھی کیا عبدالرحمن بن عوف اور ان کے مقلدین تجربہ کر لینے اور اس بیخکنی کر لینے کے بعد بھی روافض کے اس عقیدہ پر صاد نہ کریں گے کہ امام و خلیفہ نبیؐ کو معصوم اور خدا کی جانب سے منصوص ہونا چاہیے۔ غیر معصوم اور بیجا یتی خلافتوں سے اس کا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ ظاہر حال کو دیکھ کر جو لمبی چوڑی توقعات قائم کی جائیں گی وہ پوری ہو کر بھی رہیں گی جس طرح کہ حضرت عثمان کی ذات سے عبدالرحمن کی یہ توقع کہ سیرت شیخین پر چلیں گے پوری نہ ہو سکی۔

عبداللہ بن عکیم الجہنی پہلے حضرت عثمان کے مرید و شیفتہ تھے۔ پھر آپ کے خون ناحق میں ہاتھ رنگ لئے

یہ نہایت بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ دیکھو اصابہ جلد دوم ص ۲۲۶۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ جلد ۶ ص ۸۳

عبد الله بن عكيم الجهني ويكنى ابا سعيد روى عن عمر و عثمان و على۔

عبداللہ بن عکیم الجہنی کنیت ان کی ابو سعید تھی۔ حضرات عمر و عثمان و علی و عبداللہ بن مسعود

Marfat.com

عبد اللہ وکان کبیرا قد ادرک الجاھلیۃ۔ سے روایت کرتے تھے۔ یہ ایک بڑی شخصیت رکھتے تھے زمانہ جاہلیت کی بھی ہوا کھائی تھی۔

ان بزرگوار کا محب وشیعہ عثمان ہونا مسلم ہے۔ تصدیق کے لئے فقط ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو آپ کی صاحبزادی سے مروی ہے:۔

قالت۔ کان عبد اللہ بن عکیم یحب عثمان وکان ابن ابی لیلی یحب علیا وکانا متواخیین قالت فما سمعتھما یذکران شیئا قط الا انی سمعت ابی یقول لعبد الرحمن بن ابی لیلی لو ان صاحبک صبر اتاہ الناس

عبد اللہ بن عکیم عثمان کا دوست دار تھا۔ اور ابن ابی لیلی محب علی تھے۔ اور یہ دونوں باہم برادرانہ تعلقات رکھتے تھے۔ میں نے کبھی ان دونوں میں سے کسی کو کسی کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا۔ مگر یہ کہ باپ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر تمہارا دوست صبر کرتا تو لوگ اس کے پاس آتے۔

اب یہ طبیعت کا انقلاب دیکھئے کہ محبت عداوت سے بدل گئی اور اپنے امام و پیشوا حضرت عثمان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ طبقات بن سعد میں مروی ہے۔ جلد ششم ۸۱

قال سمعت عبد اللہ بن عکیم یقول لا اعین علی دم خلیفۃ ابدا بعد عثمان فیقال لہ یا ابا معبد او اعنت علی دمہ فیقول انی اعد ذکر مساوئہ عونا علی دمہ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ عبد اللہ بن عکیم کہا کرتے تھے کہ میں اب عثمان کے بعد کسی خلیفہ کی خون ریزی میں امداد نہ کروں گا۔ اس کلام پر اون کو لوگ پوچھتے تھے کہ اے ابو معبد کیا تم نے عثمان کے خون ناحق میں امداد دی تھی؟ وہ کہتے

Marfat.com

تھے! ہاں میں ان کی برائیوں کی اشاعت کر کے خوں ریزی میں اعانت کیا کرتا تھا۔"

لنبور دیکھو عبداللہ بن عکیم جو عمائد و روسائے کوفہ میں سے ہیں اور اسلامیت و تدین کی دنیا میں ایک نمایاں وجاہت رکھتے تھے اپنی افتاد فطرت کیونکر ظاہر کر رہے ہیں۔ یہ حضرت عثمان کے مخلص دوستوں اور طرفداروں میں رہے۔ پھر طبیعت میں انقلاب ہوا تو ان کے جانی دشمن بن گئے۔ جب اس مقصد کو حاصل کر چکے تو آئندہ کیلئے عہد کرتے ہیں کہ کسی خلیفہ کی خونریزی میں کبھی شریک نہ ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیوفائی و غداری اہل کوفہ کے خمیر میں شامل تھی خواہ وہ کسی طبقہ اور کسی حیثیت کے افراد ہوں سب کی افتاد طبیعت بوئے وفا سے خالی تھی۔ نہ شیعۂ عثمان ہو کر کبھی وفا کی نہ شیعۂ علی بنکر پہلے غداری و بیوفائی کرنا اور پھر پچھتانا ان کی فطرت میں داخل تھا۔ اگر صحابی رسول سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ وغیرہما نے امام حسینؓ کی نصرت نہ کی اور بعد میں پچھتاتے رہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ کوفی صحابہ و تابعین کا انداز فطرت ہی یہی تھا۔

صحابہ حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین سے کنارہ کش تھے

قال دفن عثمان بین المغرب والعشاء ولم یشہد جنازتہ الا مروان بن الحکم وثلاثۃ من موالیہ وابنتہ الخامسۃ فناحت ابنتہ ورفعت صوتھا تندبہ واخذ

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان مغرب وعشاء کے درمیان دفن کیے گئے۔ اور ان کے جنازہ میں مروان بن حکم اور ان کے تین موالی اور ایک صاحبزادی کے سوا کوئی شخص شریک نہیں ہوا۔ آپ کی صاحبزادی نے نوحہ وبکا کی

Marfat.com

الناس الحجارۃ وقالوا نعثل نعثل وکادت آواز بلند کی اس پر لوگ پتھر برسانے لگے اور
ترجمہ۔ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ نعثل نعثل کا شور مچانا شروع کر دیا۔ قریب
تھا کہ وہ یتیم لڑکی ہے نگسار ہو جائے۔

صحابہ کے عدم شرکت کی تاویل و توجیہہ علمائے فرقۂ سنیہ کے قلم سے
یا
مقولۂ عذر گناہ بدتر از گناہ کا دلچسپ اور فائدہ مند ثبوت

عقلمند ناظرین نے عبدالوہاب شعرانی وغیرہ علمائے فرقۂ سنیہ کی منقولہ بالا تحریروں سے پہلے ہی یہ سمجھ لیا ہو گا کہ دنیائے صحابیت کے حالات عام انسانی دنیا سے بہت کچھ مختلف ہیں۔ اس دنیا میں قاتل و مقتول، ظالم و مظلوم، رند و زاہد سب کے اعمال ایک ہی ترازو میں تولے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ہماری یہ خوش اعتقادی سوفسطائیہ یونان کے خیالات کی بگڑی ہوئی تصویر نظر آئے۔ مگر کیا کیا جائے کہ اس دنیا کی آب و ہوا کچھ ایسی ہی موافق طبائع واقع ہوئی ہے کہ وہاں قدم رکھتے ہی ہر گناہ غیر عمل بن جاتا ہے۔ کوئی ہو قاتل یا مقتول نامہ اعمال میں دونوں کے بدون تفرقہ و امتیاز لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ماجور ہیں، مغفور عادل ہیں، مجتہد ہیں، جنتی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہر حال "رضی اللہ تعالیٰ عنہم" ہیں۔ اگر ذرا بھی اس خوش اعتقادی میں فرق آئے تو ملا علی قاری جیسے علمائے دین غضب آلود آنکھیں دکھا کر ٹوک دیتے ہیں کہ "لایقاس الملوک بالحدادین"[۱] بادشاہوں کو آہنگروں پر قیاس کرنا کیا؟
غرض خواہ مخواہ یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ جس کو بھی سفر یا حضر میں ایک مرتبہ بھی سرورِ عالم

---

[۱] شرح مشکوٰۃ در ذیل شرح حدیث النجوم ۱۲

کے گردئیے ہر خیر کی زیارت کا اتفاق ہوگیا ہو۔ ہوس دنیوی اس کے دل کی گہرائیوں کا نور ہوگئی۔ اب اس کا ہر عمل بہر نوع دینی مقاصد سے باہر ہو نہیں سکتا۔ کوئی نہ کوئی تاویل صحیح اس کی ضرور ہوگی۔ اسی نظریہ کے مطابق علمائے اعلام نے صحابہ کرام کی ذمہ دفن حضرت عثمان سے دست برداری کی بھی معقول تاویلیں پیش کر کے کسی نکتہ چینی کا باقی نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ ملا نصراللہ کابلی اپنی مشہور کتاب صواقع میں رقمطراز ہیں:

اما ترک الدفن فقد ذکرہ القرطبی وغیرہ انہ القی علی مزبلۃ فاقام بھا ثلاثۃ ایام ولم یقدر احد علی دفنہ حتی جاءت جماعۃ باللیل فحملوا ودفنوہ بالبقیع فترکہ انما کان للخوف عن الاوباش ومنعھم عن ذالک۔

"حضرت عثمان کے دفن نہ ہونے کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ ان کی لاش تین روز تک پڑی رہی۔ اور کوئی ان کے دفن کرنے پر قادر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک جماعت رات کو آئی اور اس نے اٹھا کر بقیع میں لیجا کر دفن کیا اور یہ دفن نہ کرنا تین روز تک بدمعاشوں کے خوف کی وجہ سے تھا۔"

سبحان اللہ عجب اندھیر ہے کہ سعد ابن ابی وقاص جیسا جنتی صحابی تو مکتوب عمار کے جواب میں صاف صاف لکھ رہا ہے کہ حضرت عثمان کے افعال و اعمال کی وجہ سے ہم نے مصلحت آمیز خاموشی اور دست برداری اختیار کر لی تھی۔ ورنہ ہم اُن کے قاتلوں کی سزا پر قادر تھے۔ اور ملا نصراللہ کابلی "مدعی سست گواہ چست" پر عمل کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ صحابہ بدمعاشوں کے ڈر سے دفن و کفن کا فریضہ انجام دینے پر قادر نہ تھے۔ آخر وہ کون سی عقل ہے باور کر سکتی ہے کہ مٹھی بھر مصریوں اور کوفیوں کے ڈر سے شہر کے ہزار ہا ہزار جوان مردوں میں اتنا دم باقی نہیں رہ گیا تھا کہ ایک شرعی

Marfat.com

کو انجام دے سکتے لہٰذا گھروں میں چھپے بیٹھے رہے اور سارا ماجرا دیکھا کیے۔ اور اگر درِاصل ان پر غلبۂ خوف دہراس کا یہ عالم تھا تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ لاریب یاسیرت شیخین کے نہایت سچے پیرو تھے۔

یہ تاویل بجائے خود اس لئے بھی لائق تسلیم نہیں ہو سکتی کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو صحابۂ کبار سے کسی الزام ناروا کا دفع ہونا تو درکنار اون پر عائد ہونے والے الزامات کی فہرست میں ایک قوی الزام کا اضافہ ہوجائیگا۔ اور وہ اس لئے کہ اس تاویل سے تو یہی ظاہر ہوا کہ صحابۂ کرام نے حضرت عثمان کے آخری مراسم تجہیز و تکفین کے بارے میں رافضیت کا مخصوص شیوہ یعنی "تقیہ" اختیار فرمایا تھا۔ چونکہ انھیں اوباش کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے تلف ہوجانے کا خوف تھا۔ لہٰذا ایک دینی فریضہ کو چھوڑ کر گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ مجھے ہرگز یہ امید نہیں کہ دورانِ لیش علمار صحابۂ کرام کے دامانِ عدالت و تقویٰ پر یہ اختیارِ شیوۂ روافض کا بدنما دھبہ دیکھنا گوارا کرلیں گے۔ یقین اسی کا ہے کہ صحابہ کی اس بے اعتنائی و دست برداری کی روش کا اصل سبب انھیں بھڑکے ہوئے جذبات کو قرار دینگے جن کی مختصر فہرست مذکورہ بالا تاریخی شہادتوں سے واضح ہوچکی۔ اور اگر خدانخواستہ علماء نے صحابہ کے اس رویہ کو انھیں کے ناروا اصول تقیہ ہی پر محمول کرنا پسند کر لیا تو انصاف پسند طبائع یہ باور کرلینے پر مجبور ہوجائیں گی کہ آجتک مسئلہ تقیہ میں شیعوں کے خلاف نکتہ چینی کی غرض سے دست و زبان کو جتنی بھی زحمت بیجا دی گئی ہے اس کا معتدبہ ثمرہ اس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا کہ جہالت کا نام دنیا میں روشن ہوگیا۔

ایک نیا اندھیر۔ کیا صحابہ کو "اوباش" کہنا بیدینی نہیں ہے۔؟

اس مقام پر یہ بات بھی کسی طرح نظر انداز کر دینے کے لائق نہیں ہے کہ ملا نصر اللہ کابلی نے قاتلان و مخالفان خلیفۂ ثالث کو "اوباش" کا لقب دیا ہے۔ حالانکہ میری تحریر سابق سے ناظرین نے معلوم کر لیا ہے کہ اون بزرگوار کے مخالف مخاصمت کا مظاہرہ کرنے والے یا تو بڑے بڑے صحابہ تھے یا اون کے سعادت مند تابعین۔ اور آیندہ بھی ظاہر ہوگا کہ تجہیز و تکفین کے آخری احترامات کے خلاف انصار کی جماعت نے کس قدر سخت مزاحمت کا رویہ اختیار کیا لہٰذا ایسے ایسے بزرگوں کو "اوباش" کا لقب دینا خرمن دین و ایمان میں آگ لگا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔؟ شیخ عبدالوہاب شعرانی و ملا علی قاری جو ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب قرار دیتے ہیں کہ "صحابہ بہر حال مستحق اجر و ثواب ہیں۔ مبتلائے فتنہ و فساد ہونے سے اون کی عدالت میں خلل نہیں پڑتا" اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن مولانا عبدالشکور صاحب لبفضلہ تعالیٰ ابتک بقید حیات ہیں۔ جن کا مقولہ یہ ہے کہ "بعض بعض صحابہ مبتلائے فتن ہوئے۔ اُن کے فضائل کے ہم معتقد نہیں ہیں۔ مگر صرف بپاس ادب سرور انبیاءؐ اُن کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ آلال والاصحاب)

یہ بزرگوار انصاف سے فرمائیں کہ یہ کون سا پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے کہ صحابہ کرام "اوباش" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اگر اسی کا نام پاس ادب صحبت سرور انبیاءؐ ہے تو ایسا پاس ادب رافضی بھی کبھی کبھی کر لیا کرتے ہیں۔ پھر اون کیطرف سے برہمی مزاج کی شکایت مزمنہ آخر کیوں لاحق رہا کرتی ہے اور آئے دن

اون کے خلاف ہنگامہ مکابرہ و مباحثہ کیوں گرم رکھا جاتا ہے؟ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہر زبان سے نئی بات اور ہر تانت سے نیا راگ سنائی دیتا ہے شیخ عبدالوہاب شعرانی جیسے لوگ تو صحابہ کو مبتلائے فتن ہونے کے باوجود فضیلت عدالت سے آراستہ و پیراستہ ثابت کرتے رہیں۔ اُن کے نظریہ کے بموجب فضائل صحابہ کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر واجب ٹھہرتا ہے۔ اور مولانا عبدالشکور خوش اعتقادی کے انتہائی مرتبہ کو ذرا نیچے اُتر کر دنیا کو یہ سمجھاتے ہیں کہ جو صحابہ مبتلائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کا اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے۔ مگر پاس ادب صحبت انبیاء سب و شتم نہ کرنا چاہئے۔ مگر ملا نصر اللہ کابلی اُن بزرگان ملت کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء کو پس پشت ڈال کر "اوباش" کے الفاظ استعمال کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے۔ جو سب و شتم کی بدترین صورت ہے۔ لہٰذا عقل حیران ہے کہ آخر یہ حضرات کون سے مذہبی اصول کے پابند ہیں۔ اور کوئی مسلم اصول ہے بھی یا محض اپنی اپنی مصلحتوں اور رایوں پر عمل ہو رہا ہے جب خوش اعتقادی کا زور ہوا تو صحابہ کو بہر حال عادل و ماجور اور مجمع فضائل ثابت کرنے لگے۔ اور جب مخالفین کے مطاعن والزامات سے سابقہ پڑا تو ساری خوش اعتقادی رخصت ہوگئی۔ پاس ادب صحبت سرور انبیاء کافور ہوگیا۔ آنکھیں بند کرکے ایسے ایسے القاب و خطابات دینے لگے جو رافضیوں کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہ آئے ہوں۔

شاید ناظرین کو یہ خیال ہو کہ نصر اللہ کابلی کے الفاظ سے مولانا عبدالشکور کو کیا بار ندامت کرنے کی کوشش کیوں ہے؟ جس کے اعمال اس کے ساتھ۔ لہٰذا یہ گزارش ضروری ہے کہ خود مولانا ممدوح نے بھی قاتلان و مخالفان عثمان کی شان میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء ملا نصر اللہ کابلی سے بڑھ کر فرمایا ہے جو مؤخر الذکر نے تو فقط او باش

Marfat.com

کا لقب دیتے ہیں بعنوان ہے۔ ان میں تو آپ نے تو انہیں تعبیر کیا ہے کہ اس مقدس جماعت کو صاف صاف۔ منافقوں کا گروہ۔ فرمانے لگے۔ اگر یاد نہ ہو تو آپ کی تحریر مندرجہ ذیل ملاحظہ کیجائے۔

"منافقوں کا ایک گروہ تھا جو آپ کو شیعہ علی کہتا تھا۔ یہ انھیں باغیوں کا گروہ تھا جنھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے۔"

(حاشیہ ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ آل و اصحاب صفحہ ۱۰)

تاریخ کی اس شہادت کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا کہ طلحہ۔ عبد اللہ بن بدیل خزاعی۔ رفاعہ بن رافع، عمرو بن حزم۔ محمد بن حمق۔ عمار یاسر۔ محمد بن ابی بکر وغیرہم جیسے صحابہ کبار حضرت عثمان کے قاتل تھے۔ اس زمانہ میں یہ لوگ اور ان کے ساتھ دیگر اصحاب کرام طرح طرح کے فتنے برپا کرتے رہے۔ پھر کیا پاس ادب محبت سرور انبیاء کا یہی طریقہ ہے کہ اس مقدس گروہ کو علانیہ "منافقوں اور باغیوں کا گروہ" کہا جائے؟ اگر آپ کا پاس ادب انھیں القاب و خطاب کا مستقاضی ہے تو آپ بھی اس قسم کے باتوں میں روافض سے کچھ کم سعادت مند ثابت نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ المستعان۔

انصار رسول کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضرت عثمان کی لاش پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیجائے

ناظرین اس عجیب واقعہ پر مطلع ہو کر نہایت حیرت زدہ ہو جائیں گے کہ صحابہ کرام مشتعل جذبات میں بعد شہادت حضرت عثمان بھی کیفیت سکون پیدا نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ جماعت انصار نے بہ حمیت مذہب ... باحمیت بزرگوں نے یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ اس قتیل جفا

Marfat.com

کی محترم لاش بعد نماز جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں سپرد خاک نہ ہونے پائے بلکہ آغوش لحد بنادی جائے - چنانچہ مورخ طبری کا بیان ہے (جلد ۵ صفحہ ۱۴۴)

فلما وضع لیصلی علیہ جاء نفر من
الانصار یمنعوھم الصلوٰۃ علیہ
فیھم اسلم بن اوس بن بجرۃ
الساعدی وابو حسن المازنی
فی عدۃ ومنعوھم ان یدفن بالبقیع
فقال ابو جھم ادفنوہ فقد صلی
اللہ علیہ وملائکتہ فقالوا
لا واللہ لا یدفن فی مقابر المسلمین
ابداً فدفنوہ فی حش کوکب
فلما ملکت بنو امیۃ ادخلوا
ذالک الحش فی البقیع

یعنی جب لاش نماز جنازہ کیلئے رکھی گئی تو گروہ
انصار میں سے کچھ لوگ آئے اور مانع نماز ہوئے
ان میں اسلم بن اوس بن بجرۃ الساعدی اور ابو حسن
مازنی بھی تھے - ان لوگوں نے قبرستان بقیع میں دفن
کئے جانے سے مزاحمت کی (مولوی عبدالشکور
صاحب نے تحفہ میں کہتے ہیں کہ منافقوں کے گروہ
نے حضرت عثمان کو قتل کیا - اور طرح طرح
کے فتنے برپا کئے - کیا یہ صحابہ کرام منافق تھے؟
اور کیا مہاجر و انصار کو منافق کہنا سنی مذہب
کے اصول کے مطابق ہے - اور کیا پاس ادب
صحبت سرور انبیاء یہی ہے؟ کہ صحابہ کو منافق
بنایا جائے) ابوجہم نے (اپنے رفقا سے) کہا کہ دفن کردو - (اگر یہ لوگ نماز جنازہ
نہ پڑھنے دینگے نہ سہی) خدا کی رحمت ان پر ہوچکی ہے - اور ملائکہ ان کے حق میں دعائے
رحمت کرچکے ہیں - انصار نے کہا! بخدا یہ کبھی نہ ہوگا کہ یہ لاش مسلمانوں کے
قبرستان میں دفن کی جائے - جب انصار کا یہ رنگ دیکھا تو
ناچار لوگ لاش کو مقام حش کوکب میں لے گئے اور دفن کردیا - جب
بنی امیہ کا زمانہ ہوا تو انھوں نے حش کوکب کو جو نہایت ذلیل

مقام تھا) بقیع میں شامل کر دیا ۔ "

یہ دونوں بزرگ جس پایہ کے صحابی ہیں وہ علمائے محققین کے مندرجہ ذیل ارشادات سے معلوم ہو سکتا ہے :۔

عبدالرحمان بن ازہر صحابی کا اپنے امام کی تجہیز وتکفین سے صاف انکار اور ثعلبہ بن عمرو الساعدی کیطرف سے نماز جنازہ کی سخت مزاحمت

(۱) قال البخاری له صحبة واخرج حدیثه فی تاریخه وکذا اخرجه ابوداؤد والنسائی وفیه انه شهد حنینًا ۔

(۱) امام بخاری نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن ازہر صحابی تھے بخاری نے اپنی تاریخ میں ان سے حدیث لی ہے اسی طرح ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی اون سے روایت احادیث کی ہے ۔ یہ صحابی جنگ حنین میں شریک ہوئے تھے "

(۲) عبدالرحمان بن ازهر بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحرث بن زهرة القرشی الزهری ابن اخ عبدالرحمن بن عوف شهد مع رسول الله حنینًا یکنی اباجبیر روی عنه ابوسلمة بن عبدالرحمن ومحمد بن ابراهیم بن الحرث التیمی وابنه عبدالحمید بن عبدالرحمن بن ازهر وابن شهاب الزهری[۱]
وروی الناس عن الزهری

(۲) یہ صحابی عبدالرحمن بن عوف کے بھتیجے ہیں جنگ حنین میں شریک تھے ۔ کنیت اُن کی ابوجابر تھی ان سے ابوسلمہ ، عبدالرحمن ، محمد بن ابراہیم التیمی اور خود اُن کے بیٹے عبدالحمید اور ابن شہاب الزہری نے روایت کی ہے ۔ سب سے زیادہ زہری نے ان سے روایت کی ہے ۔۔۔۔

---

[۱] استیعاب ابن عبدالبر برحاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ - ۱۲

Marfat.com

(۳) جبلة بن عمرو الانصاری الساعدی یعد فی اهل المدینة روی عنه سلیمان بن یسار کان جبلة بن عمرو فاضلاً من فقهاء الصحابة رحمه الله و شهد جبلة بن عمرو صفین مع علیؓ وسکن مصر۔

(۳) جبلہ بن عمرو الانصاری الساعدی کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ ان سے سلیمان بن یسار نے روایت کی ہے۔ یہ صحابی مرد فاضل اور فقہائے صحابہ میں سے تھے۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ جنگ صفین میں علیؓ ابن ابی طالب کے ساتھ تھے اور مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد اول ص۲۳۹۔

ناظرین نے جب یہ دیکھ لیا کہ زمرہ صحابہ میں ان دونوں صحابیوں کی شخصیتیں کتنی بلند اور ممتاز تھیں تو اب حضرت عثمان کی تجہیز و تکفین کے معاملہ میں ان حضرات کا رویہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بگر شرط یہ ہے کہ بعد ملاحظہ مولانا عبدالشکور سے یہ سوال ہرگز نہ فرمائیں کہ جناب والا یہ دونوں ممتاز صحابی اوسی گروہ کی دو فرد میں نہ تھے جن کو آپ نے منافقوں اور باغیوں کا فتنہ پرداز گروہ بتایا ہے۔؟

جبلہ بن عمرو الانصاری جیسا فاضل صحابی جس کا شمار فقہائے صحابہ میں تھا۔ اور جس کے حق میں محدث ابن عبدالبر جیسا عالم دین "رحمۃ اللہ" کا جملہ لکھ رہا ہے۔ آپ کے نزدیک منافق تھا۔ اور کیا ایسے ایسے صحابہ کبار کو عاقبت کیطرف سے آنکھیں بند کر کے منافق، باغی، فتنہ پرداز کہنا وہ ایمان سوز شیوہ نہیں ہے جس پہ رافضیت بھی شرما جائے۔ حیف صد حیف۔!

مورخ ابن قتیبہ کتاب الامامت و سیاست میں لکھتے ہیں ص۴۲ اس روایت کا آخری حصہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کتاب اصابہ میں نقل کیا ہے۔ دیکھو تذکرہ جبلہ بن عمرو الانصاری۔

Marfat.com

الساعدی صہ ۲۲۳ جلد اول ۔

قال وذکروا ان عبد الرحمٰن
بن ازھر قال لم اکن دخلت
فی شیء من امر عثمان لا علیہ
ولا لہ فانی جالس بفناء داری
لیلا بعد ما قتل عثمان بلیلۃ اذ جاءنی
المنذر بن الزبیر فقال ان اخی یدعوک
فقمت الیہ فقال لی انا اردنا ان ندفن
عثمان فھل لک قلت واللہ ما
دخلت فی شیء من شانہ وما ارید
ذالک فانصرفت عنہ ثم اتبعتہ فاذا
ھو فی نفر فیھم جبیر بن مطعم وابو
الجھم بن حذیفۃ والمسور بن مخرمۃ
وعبد الرحمٰن بن ابی بکر وعبد اللہ
بن الزبیر فاحتملوہ علی باب وان
راسہ لیقول طق طق فوضعوہ فی
موضع الجنائز فقام الیھم رجال
من الانصار فقالوا لھم لا واللہ
لا تصلون علیہ فقال ابو الجھم

خلاصہ روایت یہ ہے کہ عبد الرحمٰن بن ازھر نے
بیان کیا کہ میں نے عثمان کے معاملہ میں کسی قسم کی
مداخلت نہیں کی تھی ۔ نہ ان کے موافق ہوا نہ
مخالف (یہ غیر جانبداری باعث فخر نہیں ہو سکتی
کیونکہ نصرت امام وقت وخلیفہ بھی لازم تھی پھر
یہی غنیمت ہوا کہ آپ نے مخالفانہ سرگرمی نہیں اختیار
کی ۔ مترجم) بعد قتل عثمان ایک رات میں صحن خانہ
میں بیٹھا ہوا تھا کہ منذر بن الزبیر نے آکر مجھ سے کہا
کہ تمھیں میرے بھائی بلاتے ہیں ۔ میں ان کے
(یعنی عبد الزبیر کے) پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے کہ ہم عثمان
کے دفن وکفن کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ کیا تم بھی اس
(کار خیر) میں حصہ لو گے ؟ میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے
عثمان کے متعلق کسی امر میں بھی دخل نہیں دیا ہے ۔
اور نہ اب اس امر میں شریک ہونا چاہتا ہوں
(میت کے دفن وکفن کا انتظام تو ایک شرعی فرض تھا
اس میں غیر جانبداری کو کیا دخل ؟ مترجم) یہ کہکر
میں ان کے پاس سے واپس آیا مگر پھر ان کے پیچھے ہو لیا
(کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے) پس میں دیکھا کہ یہ چند
اشخاص جبیر بن مطعم ، ابو الجھم بن حذیفہ

Marfat.com

الا تدعون نصلی علیه فقد صلی الله
علیه وملائکته فقال له رجل منهم
ان کنت فادخلك الله مدخله
فقال له حشرنی الله معه فقال
له ان الله حاشرك مع الشیاطین
والله ان ترکنا لكم به لنعجن منا فقال
القوم لابی الجهم اسکت عنهم وکف
فسکت فاحتملوه ثم انطلقوا مسرعین
کانی اسمع وقع راسه علی
اللوح حتی وضعوه فی ادنی
البقیع فاتاهم جبلة بن عمرو الساعدی
من الانصار فقال لا والله لا
تدفنوه فی بقیع رسول الله ولا
نترککم تصلون علیه فقال ابو الجهم
انطلقوا بنا ان لم نصل علیه فقد
صلی الله علیه فخرجوا ومعهم
عائشة بنت عثمان معها مصباح
حتی اذا اتوا به حش کوکب
حفروا له حفرة ثم قاموا

مسور بن مخرمہ و عبدالرحمن بن ابی بکر
و عبداللہ بن زبیر حضرت عثمان کی میت
ایک تختہ پر اٹھا کر لئے جا رہے ہیں اور
(تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے) میت کے
سر سے "طق طق" کی آواز آ رہی ہے۔ ان لوگوں
نے اس جنازہ کو لے جا کر موضع جنائز (جہاں
نماز کیلئے جنازے عموماً رکھے جاتے تھے)
میں رکھ دیا۔ اتنے میں جماعت انصار کے
چند اشخاص آ گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم
تم لوگ نماز جنازہ نہ پڑھنے پاؤ گے۔ ابو الجہم
نے ان انصاریوں سے کہا کہ کیا تم ہمیں نماز نہ
پڑھنے دو گے۔ حالانکہ اس میت پر خدا اور
ملائکہ نے رحمت بھیجی ہے۔ اس کلام کا جواب
ان انصاریوں میں سے ایک شخص نے یہ دیا کہ
اگر تمہارا خیال یہ ہے تو خدا تمہیں بھی اسی جگہ
داخل کرے جہاں عثمان کا مقام ہے۔ ابو الجہم
نے کہا کہ خدا ایسا ہی کرے کہ میرا حشر عثمان کے
ساتھ ہو۔ اس مرد انصاری نے جواب دیا کہ
خدا تمہارا حشر شیاطین کے ساتھ کرے گا۔ واللہ

Marfat.com

یصلون علیہ وامنھم جبیر بن مطعم ثم دفنوہ فی حفرتہ۔ | اگر ہم تمھیں چھوڑ دیں تو یہ ہماری عاجزی ہوگی (جب بات بڑھنے لگی تو) ابو الجہم کے ساتھ والوں

نے خاموش کرادیا۔ اور سب نے جنازہ اٹھالیا۔ اور جلد جلد قدم بڑھاتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ میں (عبدالرحمٰن بن ازہر) میت کے سر سے وہ آواز سُن رہا تھا جو تختہ سے ٹکرانے کی وجہ سے بلند ہو رہی تھی۔ ان لوگوں نے لے جاکر آخر بقیع میں ایک جگہ رکھدیا وہاں اُن کے پاس جبلہ بن عمرو الساعدی آپہونچے اور کہنے لگے کہ "خدا کی قسم تم بقیع رسول میں یہ لاش ہرگز دفن نہ کرنے پاؤ گے۔ اور ہم تمھیں اس کا موقع نہ دیں گے کہ نماز جنازہ پڑھو (یہ سنکر) ابو الجہم نے اپنے رفقا سے کہا کہ آگے بڑھو اگر ہم اس میت پر نماز نہ پڑھ سکے (تو کیا ہوا) خدا نے تو اس پر اپنی رحمت نازل کی ہے۔ آخر یہ لوگ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت عثمان کی صاحبزادی عائشہ ایک چراغ اپنے ساتھ لئے ہوئے تھیں۔ تاآینکہ یہ لوگ میت کو مقام حش کوکب میں لائے۔ وہاں ایک گڈھا کھودا۔ اور جبیر بن مطعم کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی اور لاش کو سپرد لحد کردیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

نماز جنازہ میں انصار کیطرف سے مزاحمت اور میت پر آخری بیداد کا ہولناک منظر

تاریخ طبری میں مذکور ہے۔ جلد پنجم ص ۱۴۴۔

ناخرج عثمان ولم یغسل الی البقیع | حضرت عثمان کی میت بے غسل البقیع کی جانب

وارادوا ان یصلوا علیہ فی موضع الجنائز فابت الانصار واقبل عمیر[1] بن ضابی وعثمان موضوع علی باب فنزا نکسر ضلعا من اضلاعہ۔

لائی گئی۔ اور لانے والوں نے چاہا کہ موضع جنائز میں نماز جنازہ ادا کریں۔ مگر انصار اس پر راضی نہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عمیر بن ضابی نے جھپٹ کر میت کی پسلی کی ایک ہڈی توڑ دی۔ (یہ ہیں سواد اعظم کے کارنامے، اور اس پر شیعوں کے خلاف الزام لگانے کی ہوس۔ جب حیا نہ ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے مترجم)

قاتلان حسینؑ کو شیعہ سمجھنے والوں کی خدمت میں گذارش احوال واقعی

محترم مخاطب مفتی خلیل صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں "اہل سنت یہ تمام کرتوتیں ان لوگوں کی بتلاتے ہیں جو کہ امام حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پکے شیعہ، محب صادق، سچے خیر خواہ ہونے کے مدعی تھے۔ اہلبیت سے تنخواہیں لیتے تھے۔ حضرت علیؑ کی خلافت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے الخ" اب کون آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرے کہ جناب والا! آپکو حضرت ذوالنورین قتیل دار کی عزت و جلال کی قسم یہ ارشاد ہو کہ خلافت مآب کے خون سے مدینہ طیبہ کی سرزمین کو لالہ زار بنانے والے اور اُن کی امداد اور حمایت سے نہایت

---

[1] یہ بزرگ ضابی بن حارث صحابی کے بیٹے تھے۔ حافظ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں "لما قتل عثمان وثب عمیر بن ضابی فکسر ضلعا من اضلاعہ" یعنی حضرت عثمان کے مقتول ہو جانے کے بعد حضرت عمیر بن ضابی نے لاش کی دو پسلیاں توڑ دیں۔ ایک مرتبہ قتل عثمان کا ارادہ بھی کیا تھا مگر نہ کر سکے انہیں اس کا سبب عداوت یہ تھا کہ ان کے پدر عالی مقدار نے ایک مرتبہ کسی قوم کی ہجو کہی تھی۔ اس جرم میں حضرت عثمان نے ان کو قید کر دیا۔ (دیکھو اصابہ جلد اول ص۲۱۵) بہرحال یہ ہیں وہ نورانی صحابہ جنکی اقتدار پر علمائے سنیہ کو فخر و ناز ہے۔

Marfat.com

نازک وقت میں منہ موڑ لینے والے آخر کون تھے؟ کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے؟ کیا وہی باحمیت و باوفا لوگ نہ تھے جو چند سال پہلے آپ کی بیعت و اطاعت کا طوق پہن لینا عین دین و ایمان تصور کر چکے تھے۔ دربار خلافت میں محبت و اخلاص کا دم بھرتے اور جذبۂ عقیدتمندی و جاں نثاری کا یہ جوش مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ بارگاہ خلافت سے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کئے جاتے تھے۔ لمبی چوڑی تنخواہیں اور پنشنیں وصول کر کے داد عیش و عشرت دیا کرتے تھے۔ مگر واہ رے طبائع کا انقلاب کہ دفعتہً تمام احسانات کو طاق نسیاں پر رکھکر فقط اتنی سی بات پر بگڑ بیٹھے کہ ابر کرم کا رخ بنی امیہ کی طرف کچھ زیادہ تھا۔ بارگاہ خلافت میں خاندان شاہی کے ممبروں کی آؤ بھگت حد استحقاق سے متجاوز ہو رہی تھی۔ اقارب نواز حکومت و خلافت کے اس رویہ پر جام صبر چھلک اٹھا۔ خیالات و جذبات کی دنیا میں حسد و عناد کا وہ طوفان اٹھا جس نے محبت و وفا کا نام بھی باقی نہ چھوڑا۔ خلیفۂ رسول بدعتی واجب القتل ٹھہرائے گئے۔ بالآخر وہ فتنے برپا ہو کر رہے جن کا عبرت انگیز افسانہ تاریخ کی خاموش زبانوں پر رہ گیا۔ مہربان شیعوں پر امام کے ساتھ غداری و بیوفائی کرنے کا الزام لگانے کی کوشش سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اوراق تاریخ کے آئینوں میں اپنی تصویر کے ابھرے ہوئے خط و خال دیکھئے۔ اپنے نامۂ اعمال کا جائزہ لینے سے پیشتر دوسروں کے دامن اخلاق و اعمال کو داغدار دیکھنے کی ہوس کرنا اسی بوالہوس کے لئے زیبا ہو سکتا ہے جسکا دیدۂ دل نور بصیرت سے محروم اور جسکی طبیعت اصلی فطری شرم و حیا کی چاشنی سے پاک و صاف ہو۔ بہر حال آپ میرے اس دوستانہ مشورے کو قبول کریں یا نہیں مجھے اسکا یقین تو ضرور ہے

کہ انصاف پسند ناظرین مندرجہ بالا تاریخی بیانات کو بہ نظر عبرت ملاحظہ فرما کر خود اس کا فیصلہ کرلیں گے کہ جن ہولناک واقعات کی داستان کو سیر و تواریخ کی زبانیں آجتک دہرا رہی ہیں اون کے ذمہ دار شیعہ تھے یا وہ بزرگان ملت اہلسنت جنہوں نے اجماع و شوریٰ کی خلافتوں کو مستحکم کیا۔ اور اسلامی دنیا کو اس خود ساختہ نظام حکومت کا حلقہ بگوش بنا نا ان کی تعدی، زندگی کا ایسا کارنامہ تھا جس کی مناسب ثناخوانی کے مقابلہ میں علمائے اہلسنت کی زبانیں اپنی فطری قوتوں کو تمام تر صرف کر دینے کے بعد بھی اعتراف عجز و تقصیر کرتی نظر آتی ہیں جبکہ ثابت ہوگیا کہ اس مبارک عہد میں جس میں رافضیت اور تحقیقی تشیع کا رنگ محسوس ہونے کے قابل بھی نہ ہوا تھا اور اس ملت کے خیالات و جذبات سے عام طور سے اسلامی دنیا کو آشنا ہونے کا موقع ملا ہی نہ تھا۔ مذہب اجماع و شوریٰ کے بانیوں اور علمبرداروں نے مدینہ طیبہ کو دار الحرب و دار الجہاد قرار دینے کا بیڑا اٹھایا۔ اور بکمال قتل خلیفۂ زماں کا پاک خون بہانے اور اُن کی لاش کی انتہائی بے حرمتی کے کارناموں کو جہاد فی سبیل اللہ اور ذریعہ رضائے خالق تصور کرتے ہوئے نہایت جوش و خروش کے ساتھ حد النصرام تک پہونچایا۔ تو کیا انصاف پسند دل و دماغ رکھنے والے ان کے ان اعمال و جذبات کو بہ نظر عبرت مشاہدہ کرنے کے بعد اس یقینی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ اسی فرقہ و جماعت کے باقی ماندہ افراد اور ان کے ہم خیال لوگوں نے مذکورہ بالا عقائد و خیالات کی روشنی میں بربادی خاندان رسالت کی ایمان سوز مہم کو سنہ ۶۱ھ میں انصرام کی حد تک پہونچایا ہوگا ملا علی قاری کا ارشاد عمر بن سعد کے متعلق پہلے نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے اس عقیدہ کا بہ زور الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ یہ صحابی زادہ مجتہد تھا۔ اور قتل سبط رسول کی مہم میں قوت اجتہاد صرف کرنے کے بعد شریک ہوا ہوگا۔ اور بالآخر اس کا انجام

بخیر ہو گیا ہوگا۔

اب علامہ ذہبی کی مشہور و مستند کتاب میزان الاعتدال سے ایک ایسی روایت نقل کیجاتی ہے جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے بھی قتل فرزند رسولؐ جیسے جرم عظیم کا ارتکاب صحابۂ کرام اور اُن کے تابعین اہلسنت و جماعت کے اسی نظریہ و عقیدہ کے ماتحت کیا تھا کہ اولوالامر کے اوصاف و اعمال خواہ کیسے ہی ہوں جب اتفاق مسلمین سے بیعت کا انعقاد ہو گیا تو اُن کی اطاعت بہر صورت واجب اور مخالفت بہر نوع جرم و معصیت ہوگی۔ وہ روایت یہ ہے۔ دیکھو میزان جلد ۱ صـ ۴۴۹ ۔

شمر راسخ العقیدہ سنّی تھا

روی ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول اللھم انک تعلم انی شریف فاغفر لی قلت کیف یغفر لک وانت اعنت علی قتل ابن رسول اللہ قال ویحک فکیف نصنع ان امرائنا ھؤلاء امرونا بامر فلم نخالفھم ولو خالفناھم کنا شرا من ھذہ الحمر السقاة قلت ان ھذا لعذر قبیح فانما الطاعة فی المعروف ۔

ابوبکر عیاش ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ شمر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ خدایا میں شریف ہوں مجھے بخش دے۔ میں نے اوس سے کہا خدا تجھے کیونکر بخشے گا حالانکہ تو نے فرزند رسولؐ کے قتل پر اعانت کی۔ اوس نے کہا کہ ہم کیا کرتے ہمارے ان امیروں نے اس کا حکم دیا تھا اگر ہم اُن کی مخالفت کرتے تو ان گدھوں سے بدتر ہوتے میں نے کہا یہ عذر تو بہت بُرا ہے کیونکہ اطاعت اچھے کام میں ہوتی ہے (نہ کہ ایسے ظلم و معصیت میں)

Marfat.com

یہ روایت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں اسی طرح ایک دینی فریضہ اور اسلامی خدمت تصور کرتے ہوئے شرکت کی تھی جسطرح صحابہ کرام و تابعین عظام نے خانہ برانداز خلافت ثالثہ کی شک بنا و تباہ کن مہم کو جہاد فی سبیل اللہ اور وسیلۂ فلاح دنیا و دین سمجھکر انجام و انصرام کی حد تک پہنچایا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ صحابۂ کرام و تابعین عظام نے پہلے برضا و رغبت اطاعت خلافت ثالثہ کا طوق پہنا اور بعد میں دلی مرادوں کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں اتار پھینکا۔ برخلاف اس کے شمر کے مقاصد اپنے امراء سے پورے ہوتے رہے اس لئے اس نے ان کی اطاعت سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ صحابۂ کرام نے اطاعت حضرت عثمان جس دل سے اور جن اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھکر قبول کی تھی اور بعد میں مخالفانہ رویہ اختیار کرنے کے جو اسباب و دواعی پیدا ہوئے وہ خود جناب عثمان کے اس ارشاد سے معلوم ہوسکتے ہیں جو آپ کے ایک خط میں مندرج ہے۔ اس خط میں خطاب عامۂ مسلمین کیطرف تھا۔ اس کے چند جملے یہ ہیں:-

حضرت عثمان کا خط عام مسلمانوں کے نام۔ اہل مدینہ کی بیعت کا اصلی راز کیا تھا؟

واھل المدینۃ فیتبرأون من طاعتی فلست علیھم بوکیل ولم اکن استکرھتھم من قبل علی السمع والطاعۃ ولکن اتوھا طائعین۔

یعنی اہل مدینہ میری اطاعت سے بیزار ہو رہے ہیں۔ تو میں ان پر وکیل تو مقرر نہیں ہوا ہوں اور نہ میں نے پہلے اون کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر مجبور کیا تھا۔ وہ تو خود فرمان بردار بنکر آئے

یبتغون مرضات اللہ عزوجل و اصلاح ذات البین ومن یکن منکم انما یبتغی الدنیا فلیس بنائل منہا الا ما کتب اللہ عزوجل لہ ومن یکن انما یرید وجہ اللہ والدار الآخرۃ وصلاح الامۃ وابتغاء مرضات اللہ عزوجل والسنۃ الحسنۃ التی استن بہا رسول اللہ صلعم والخلیفتان من بعدہ رضی اللہ عنہما فانما یجزی بذلکم اللہ ولیس بیدی جزاؤکم ولو اعطیتکم الدنیا کلہا لم یکن فی ذالک ثمن لدینکم ولم یغن عنکم شیئا فاتقوا اللہ واحتسبوا ما عندہ فمن یرض بالنکث منکم فانی لا ارضاہ لہ ولا یرضی اللہ سبحانہ ان تنکثوا عہدہ۔ (طبری جلد پنجم صـ۱۴۲)

تھے تاکہ رضائے الٰہی حاصل کریں اور باہمی تعلقات کی اصلاح کریں۔ جو شخص تم لوگوں میں سے طالب دنیا ہے وہ اس دنیا میں سے اسی قدر پائے گا جتنا خدا نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔ اور جو شخص خدا کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی اور اصلاح امت و رضائے باری کا خواہاں ہے اور اسی سنت پر چلنا چاہتا ہے جسکو آنحضرتؐ نے اور آپ کے بعد دونوں جانشینوں نے جاری کیا تھا تو اسکی جزا* تو ہے نہیں اور اگر میں تمہیں ساری دنیا عطا کر دوں تب بھی وہ تمہارے دین کی قیمت نہ قرار پا سکے گی، اور نہ تمہارے لئے کچھ نفع بخش ہو سکتی۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور جو کچھ اسی کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو جو شخص تم لوگوں میں سے بیعت شکنی کرے گا تو میں اس فعل کو پسند نہ کروں گا۔ اور خدا بھی یہ پسند نہ فرمائیگا کہ تم اس کا عہد توڑ دو۔"

* جزا کی جگہ اصل عربی میں اجر کا لفظ ہے

اس تحریر میں حضرت عثمان کا یہ ارشاد کہ "میں اگر تمھیں تمام دنیا عطا کر دوں تب بھی وہ دین کی قیمت نہ بن سکے گی"، لہٰذا جو کچھ خدا کے پاس ہے اسی پر اکتفا کرو۔ صحابۂ کرام اور دیگر اہل مدینہ کی

خفیہ مرادوں کا پردہ فاش کردینے کے لئے کافی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ وہ لوگ اپنے دین کی بیش قرار قیمت متاع دنیا ہی کی صورت میں نقد وصول کرلینا چاہتے تھے۔ چونکہ حضرت عثمان کسی وجہ سے اُن کے منہ مانگے داموں کو نہ دے سکے۔ لہٰذا جہاد فی سبیل اللہ پر نہایت سرگرمی کیساتھ عمل شروع کردیا گیا۔ اگرچہ حضرت عثمان نے نہایت مہذب عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے بظاہر اس کا اقرار فرمایا ہے کہ ابتدا میں ان لوگوں کے ارادات خیر کی طرف مائل تھے مگر آخری فقرہ میں فی الجملہ صفائی سے کہہ گئے کہ ان کا مقصد دنیا طلبی اور نقد داموں پر دین فروشی تھا۔ جب اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو اس پر مہر و وفا بھی نہ رکھ سکے۔ چونکہ عہد معاویہ سے پوری پوری قیمت ملنے کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ لہٰذا خلافت کے جاں نثار و پشت پناہ بنے رہے۔ اور اطاعت امرا و خلفاء کو عین دین و ایمان تصور کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

صحابہ و تابعین نے حضرت عثمان کے خلاف جن اغراض سے شورش برپا کی تھی اور ان کے عقائد و اشراف جو خفیہ مقاصد دل کی گہرائیوں میں لئے ہوئے تھے۔ ان کا جائزہ لینے میں طول کلام کا خوف ہے۔ ناظرین اوراق تاریخ پر محققانہ نظر فرما کر خود معلوم کرسکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر علامہ ذہبی کی منقولہ بالا روایت کو پیش کرنے سے فقط اتنا ہی دکھانا مدنظر تھا کہ شمر بن ذی الجوشن تمام عقائد اور رفتار و کردار میں صحابہ کرام کا سچا پیرو تھا۔ اور غیر معصوم و خطاکار امرا و خلفاء کی اطاعت و پیروی کے مسئلہ میں انہیں اصول و عقائد کا پابند تھا۔ جن کی تبلیغ صحابہ کرام نے اپنے اقوال و اعمال سے عامہ مسلمین میں فرمائی تھی۔ اور جو آج تک اہلسنت

Marfat.com

کی عمارت دین و مذہب کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں - لہذا اس کے سنّی مذہب ہونے میں کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا - اور اگر ہو تو بے عقلی کا نتیجہ ہوگا الحمد للہ کہ پہلے ملا علی قاری کے ارشاد سے سردار فوج کوفہ عمر بن سعد کا مجتہد مذہب اہلسنّت ہونا ثابت ہوا تھا - اب قاتل امام شمر بن ذی الجوشن کا سنّی شریف ہونا بھی اسی طرح ثابت ہوگیا کہ دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی -

پیروان اجماع و شوریٰ کے مزید اسلام نواز کارنامے شیعوں پر مظالم کربلا کا الزام عائد کرنے والے اس مرقع کی بھی سیر کریں

پیروان اجماع و شوریٰ کے اسلامی خدمات کا سلسلہ مذکورہ بالا واقعات پر ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی کڑیوں کے شمار کرنے کے لئے ایک دفتر عظیم کی ضرورت ہوگی - اور ناظرین کا وقت عزیز بہت کچھ ضایع ہوگا - لہذا سب سے قطع نظر کر کے دو ایسے ایمانی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے - جو واقعات کربلا کے بعد انجام دئے گئے - تاکہ ناظرین کو مزید اندازہ ہو سکے کہ خالص تسنّن کے رحجان طبع کا اصلی رنگ درج کیا جا رہا ہے - اور زمانہ حاضرہ میں اس ملّت کے ارباب علم شیعہ امامیہ پر قتل امامؑ کی تہمت لگانے میں کس غیر معمولی خود فراموشی اور حیاداری سے کام لے رہے ہیں -

واقعہ حرّہ کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟

واقعات ۶۳ھ کے ذیل میں مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں :-

Marfat.com

فلما كانت هذه السنة اخرج
اهل المدينة عثمان بن محمد بن ابي
سفيان عامل يزيد وحصروا
بني امية بعد بيعتهم عبد الله
بن حنظلة فاجتمع بنو امية و
مواليهم ومن يرى رأيهم في
الف رجل حتى نزلوا دار مروان
بن الحكم فكتبوا الى يزيد يستغيثون
به فقدم الرسول اليه وهو جالس
على كرسي وقد وضع قدميه في
طشت فيه ماء لنقرس كان بها
فلما قرأ الكتاب تمثل به

لقد بدلوا الحلم الذي من سجيتي
فبدلت قومي غلظة بليان

ثم قال اما يكون بنو امية الف
رجل فقال الرسول بلى والله اكثر
قال فما استطاعوا ان يقاتلوا ساعة
من النهار فبعث الى عمرو بن سعيد
فاقرأه الكتاب وامره ان يسير اليهم

" یعنی ۶۳ھ میں اہل مدینہ نے عامل یزید عثمان
بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا اور
عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد
بنی امیہ کا محاصرہ کر لیا۔ پس بنی امیہ مع موالی اور ان کے ہمخیال
لوگوں نے جنکی تعداد ایک ہزار تھی مروان کے گھر میں پناہ
لی اور یزید کو ایک خط امداد کیلئے لکھ بھیجا۔ جب
قاصد یزید کے پاس پہونچا تو وہ ایک کرسی پر بیٹھا
تھا اور عارضۂ نقرس کی وجہ سے دونوں پاؤں
پانی سے بھرے ہوئے طشت میں رکھے ہوئے
تھا۔ جب اس نے خط دیکھا تو یہ شعر پڑھنے
لگا..... پھر قاصد سے پوچھا کیا بنی امیہ
کی تعداد ایک ہزار نہ ہوگی۔ قاصد نے جواب
دیا کیوں نہیں بلکہ زیادہ ہوگی۔ یزید بولا پھر
کیا ایک ساعت بھی نہ لڑ سکے۔ یہ کہکر عمرو
بن سعید کو بلا بھیجا۔ اور خط پڑھکر سنایا اور
حکم دیا کہ فوج لیکر اہل مدینہ کی سرکوبی کیلئے
روانہ ہو جائے۔ مگر عمرو بن سعید نے انکار کیا
اور کہا کہ میں نے تیری خاطر سے امور سلطنت
اور بلاد و امصار کی مہمات کا انتظام سب کیا مگر

Marfat.com

في الناس فقال قد كنت ضبطت
لك الامور والبلاد فاما الآن اذا
صارت دماء قريش تهرق
بالصعيد فلا احب ان اتولى
ذالك وليبعث الى عبيد الله ابن
زياد ويامره بالسير الى المدينة
ومحاصرة ابن الزبير بمكة فقال
والله لا اجمعها للفاسق قتل ابن
رسول الله وغزو الكعبة ثم ارسل
اليه يعتذر فبعث الى مسلم ابن عقبة
المري وهو الذي سمي مسرفا وهو
شيخ كبير مريض فاخبره الخبر فقال
اما يكون بنو امية الف رجل فقال
الرسول بلى قال فما استطاعوا ان
يقاتلوا ساعة من النهار ليس هؤلاء
باهل ان ينصروا .... قال
ويحك انه لا خير في العيش بعدهم
فاخرج بالناس ....

(کامل جلد ۴ ص ۴۵)

اب جبکہ قریش کا خون پانی کیطرح زمین پر بہا
جانے لگا تو میں اس کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے
سکتا۔ جب یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس
مدینہ کیطرف کوچ کرنے اور مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ
کر لینے کا حکم بھیجا مگر اس نے کہا کہ میں اس فاسق کے
لئے قتل فرزند رسولؐ اور جنگ کعبہ دونوں برے اعمال
کو جمع نہیں کروں گا۔ القصہ اس نے بھی معذ
ظاہر کی تب یزید نے مسلم بن عقبۃ المری کے پاس
پیام بھیجا اس نے قاصد سے پوچھا کہ کیا بنی ا
ایک ہزار کی تعداد میں نہ ہوں گے۔ اس نے کہا ک
یہ تعداد کیوں نہ ہوگی۔ مسلم نے کہا کہ پھر وہ ایک
گھنٹہ بھی نہ لڑ سکے۔ ایسے ذلیل لوگ امداد کے
قابل نہیں ہیں .... یزید تو افسوس
ہے تجھ پر ان بنی امیہ کے بعد زندگی میں کوئی
خوبی باقی نہ رہ جائے گی۔ لہذا فوج لیکر
فوراً روانہ ہو جا۔

....

....

....

Marfat.com

حرم رسولؐ یعنی مدینہ طیبہ کا احترام مسلمانوں کیجانب سے۔ عام قتل و غارتگری اور فسق و فجور کی گرم بازاری۔ صحابہ اور تابعین کی خونریزی اور عزت و ناموس کی بربادی مباح کردی گئی۔ سقیفہ میں جو بیج بویا تھا آج اسی کے پھل کھا رہے ہیں

---

(۱) اباح مسلم مدینۃ النبی ثلاثۃ ایام یقتلون فیھا الناس ویاخذون مابھا من الاموال ولفیسقون بالنساء وعن الزھری ان قتلی الحرۃ کانوا سبعمائۃ من وجوہ الناس من قریش والمھاجرین والانصار وعشرۃ الاف من وجوہ الموالی وممن لا یعرف ..... ثم ان مسلما بایع من بقی من الناس علی انھم خول وعبید لیزید بن معاویۃ۔ (تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۹۲)

(۱) مسلم نے تین دن تک مدینۃ النبیؐ کو مباح رکھا شامی مسلمانوں نے اہل مدینہ کا قتل عام کردیا مال و متاع بیدریغ لوٹتے اور عورتوں کی عصمت و عفت برباد کرتے رہے۔ زہری کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کے مقتولین قریش کے ذی وجاہت اشخاص اور مہاجرین وانصار میں سے سات سو تھے اور آزادکردہ موالی اور غیر معروف اشخاص جو مقتول ہوئے ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ پھر جو لوگ باقی رہے اور دہل سکے اُن سے مسلم نے اس قول و قرار پر بیعت لی کہ وہ لوگ یزید بن معاویہ کے غلام ہیں۔"

شامی مسلمانوں کی اسلامی حمیت کا ہولناک منظر۔

---

(۲) قال بلغ عدۃ قتلی الحرۃ یومئذ من قریش والانصار وجوہ الناس

(۲) محصل عبارت یہ ہے کہ قریش وانصار اور دیگر باوجاہت لوگ حرہ کے ہولناک قتل عام میں اکثر

الف وسبعمائة وسائرهم من الناس عشرة آلاف سوی النساء والصبیان

قال ابو معشر دخل رجل من اهل الشام علی امرأة نفساء من نساء الانصار ومعها صبی لها فقال هل من مال قال لا واللہ ما ترکوا لی شیئاً فقال واللہ لتخرجن لی شیئاً او لاقتلنک وصبیک ھذا فقالت ویحک انہ ولد ابن ابی کبشۃ الانصاری صاحب رسول اللہ ....

.... ثم قالت لابنھا یا بنی واللہ لو کان عندی شیء لافتدیتک قال فاخذ برجل الصبی والثدی فی فمہ فجذبہ من حجرھا فضرب بہ الحائط فانتثر دماغہ فی الارض

سات سو کی تعداد میں مقتول ہوئے اور عام لوگوں میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار مارے گئے۔ ابو معشر کا بیان ہے کہ ایک مرد شامی ایک ایسی عورت کے پاس پہونچا جو زچگی کی بیماری میں اپنے نوزائیدہ بچے کو لئے ہوئے تھی۔ اس شامی نے عورت سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے؟ عورت نے جواب دیا بخدا کچھ بھی نہیں۔ لوٹنے والوں نے میرے پاس کچھ بھی چھوڑا نہیں ہے۔ مرد شامی بولا کہ تجھے کچھ مال حاضر کرنا پڑے گا۔ ورنہ میں تجھے اس بچے سمیت قتل کر دوں گا۔ عورت نے کہا حیف ہے تجھ پر یہ صحابی رسولؐ ابن ابی کبشہ انصاری کا بچہ ہے (مگر اس بدبخت شامی نے اس عورت کی ان باتوں کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا) تب وہ بچہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی بیٹا! خدا شاہد ہے کہ اگر کچھ مال و متاع میرے پاس ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی (ابھی وہ یہ کہہ رہی تھی کہ) بدبخت شامی نے بچہ کا پاؤں پکڑا۔ درانحالیکہ وہ ماں کی چھاتی منہ میں لئے ہوئے دودھ پی رہا تھا۔ اور ماں کی گود سے کھینچکر دیوار پر اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ زمین پر بکھر گیا۔"

Marfat.com

مسلم بن عقبہ کی رپورٹ یا سفاکیوں کی مفصل داستان

مسلم بن عقبہ نے واقعات حرّہ کی جو رپورٹ دربار یزید میں بھیجی اوس کے بعض حصے اون واقعات کی نوعیت اور حقیقی اسباب و علل پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں :-

فادخلنا الخيل عليهم حين ارتفع النهار من ناحية عبد الاشهل لطريق فتحه لنا رجل منهم لما دعاه اليه مروان بن الحكم الى صنع امير المومنين وقد تضمن له عنه من قرب المكان وجزيل العطاء وايجاب الحق وقضاء الذمام وقد بعثته الى امير المومنين وارجو من الله عز وجل ان يلهم خليفه وعبده عرفان ما اولى من الصنع واسدى من الفضل وكان اكرم الله امير المومنين من محمود مقام مروان بن الحكم وجميل مشاهده وشديد باسه وعظيم نكاية لعدو امير المومنين ما لا اخال ذالك

"جب دن چڑھا تو ہم نے قبیلہ عبد الاشہل کی آبادی کی سمت سے اہل مدینہ پر اس راستہ سے دھاوا بولدیا جو اسی قبیلہ کے ایک شخص نے ہمارے لئے اس سبب سے کھولدیا تھا کہ مروان نے امیر المومنین کے دربار سے بہت زیادہ انعام واکرام عطا ہونیکی ضمانت کرلی تھی۔ میں اس شخص کو بھی امیر المومنین کے پاس بھیج رہا ہوں اور خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے خلیفہ اور بندے کے دل میں اس شخص کے سلوک اور فضل وکرم کا حق پہچاننے کی توفیق ڈالدیگا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ مروان نے خدمات جنگ میں جو خدمات جمیلہ کی ہیں اور امیر المومنین کے دشمنوں کی سرکوبی میں جسقدر شدید قوت و شجاعت ظاہر کی ہے وہ امام مسلمین اور خلیفہ رب العالمین اوسے پہچانتے

Marfat.com

فما لقاعند امام المسلمین وخلیفۃ رب العالمین ان شاء اللہ وسلم اللہ رجال امیر المومنین فلم یصب احد منہم بمکروہ ولم یقم عدوہم ساعۃ من ساعات نہار ہم فما صلیت الظہر الا فی مسجدہم بعد القتل الذریع والانتہاب العظیم واوقعنا بہم السیوف وقتلنا من اشرف لنا منہم واتبعنا مدبرہم واجہزنا علی اجریحہم وانہبناہا ثلاثا کما قال امیر المومنین اعز اللہ نصرہ وجعلت دور بنی الشہید المظلوم عثمان بن عفان فی حرز وامان فالحمد للہ الذی شفی صدری من قتل اہل الخلاف القدیم والنفاق العظیم فطالما عتوا وقدیما طغوا۔

متقدمہ صحابی رسول کی ذہنیت دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ مترجم) کے نزدیک رائیگاں نہ جائیگی ان شاء اللہ۔ خدا نے امیر المومنین کے سپاہیوں کو بالکل صحیح و سالم رکھا۔ کسی ایک کو بھی کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آیا۔ اور ان کے دشمن (اہل مدینہ) ایک گھڑی بھی ان کے مقابلہ میں تھم نہ سکے ہم نے قتل عام اور بڑی لوٹ مار کے بعد نماز ظہر ان کی مسجد میں ادا کی۔ ہم نے تلواریں اہل مدینہ پر ڈالدیں۔ اور جس نے بھی سر اٹھایا اُسے تہ تیغ کر دیا۔ ہم نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور زخمیوں کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور حکم امیر المومنین کے مطابق ہم نے تین دن تک اہل مدینہ کو خوب لوٹا اور شہید مظلوم عثمان بن عفان) کے بیٹوں کے گھروں کو اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے سینے کو شفا بخشی۔ ان لوگوں کے قتل سے جو پرانے مخالف اور بڑے منافق تھے انھوں نے اکثر سر اٹھایا اور ہمیشہ شورش برپا کی؟

یہ تھے ان شامی مسلمانوں کے اسلامی و دینی کارنامے جو تمام مذہب سنن کے سچے پیرو تھے۔ اور جنکو سب سے پہلے اہل سنت والجماعت کا ممتاز لقب حاصل ہوا تھا۔

Marfat.com

اگر شیعوں پر مظالم کربلا کی تہمت لگانے والے اب بھی نہ شرمائیں تو یقین کر لینا چاہیئے کہ ان سے بڑھکر بے حیا دنیا میں کوئی نہیں ۔ اپنے اعمالنامہ کی اتنی سیاہیوں کے بعد بھی شیعوں پر الزام لگانے کی ہوس ۔ حیف ہزار حیف ۔

حرم نبوی کے بعد حرم خدا کی باری، رجز خوانی کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر پتھروں کی بارش کی گئی ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خانہ خدا میں آگ بھی لگا دی گئی

مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتل وغارت سے فارغ ہو کر ابن زبیر سے لڑنے کیلئے مکہ کا رخ کیا ۔ اور وہاں پہونچکر شام کے سنی مسلمانوں نے خانہ خدا کی تعظیم واحترام کا جو حق واجب ادا کیا اس کے متعلق مورخین کا بیان یہ ہے :-

(۱) وقعت النار على الكعبة فاحترقت الخشب وتصدع الركن واحترقت الاستار وتساقطت الى الارض۔

(یعنی اہل شام کی آتش باری سے) خانہ کعبہ پر آگ گری جس سے لکڑیاں جل گئیں ۔ رکن پھٹ گیا ۔ پردے جلکر زمین پر گر پڑے ۔ (امامت وسیاست صفحہ ۱۱ جلد ۲)

(۲) رموا البيت بالمجانيق وحرقوه بالنار واخذوا يرتجزون ويقولون خطارة مثل الفنيق المزبد ترمى بها اعواد هذا المسجد (شعر)

(۲) یعنی شامیوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس کو آگ سے پھونک دیا اور اشترانے کے موقع (اس فعل پر) رجز خوانی کرنے لگے ۔ رجز کا شعر یہ تھا ....

سبحان اللہ! کس قدر حیرت انگیز اسلامی حمیت وایمانی حیا وغیرت کا جوش سینوں میں لئے ہوئے رجز پڑھ پڑھکر بربادی خانہ خدا کی مہم سر کی جا رہی ہے ۔ مولوی عبدالشکور اور مفتی محمد خلیل صاحبان دین وایمان کی قسم کھا کر ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ بہادران شام

Marfat.com

خالص سنی ست سبز نہ تھے اور کیا اسی فرقہ کے غیرت مند یا ایمان سوز بادؤں نے خدا و رسول کے حرم کی انتہائی بیحرمتی و توہین کا سہرا اپنے سروں پر نہیں باندھا تھا۔ اور کیا اس عمل بد کو دیکھ کر یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ جس فرقہ کے بہادروں نے خانہ خدا میں آگ لگادی اسی کے باحمیت افراد نے سرزمین کربلا پر خانہ رسالت میں بھی آگ لگائی ہوگی اور جن مسلمانوں نے صحابیت کی پرستش کے باوجود خاص مدینہ طیبہ کی سرزمین پر اصحاب رسولؐ اور ان کے شیرخوار بچوں کا خون ناحق پانی کی طرح بہایا انہیں کے ہمشرب و ہم خیال اشقیاء نے کربلا کی سرزمین پر اہلبیتؑ رسولؐ کا خون بھی بہایا ہوگا۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ ان تباہ کن واقعات میں بھی مقتدیان اہلسنت و جماعت صحابہ کرام کی رہنمائی و قیادت کام کر رہی تھی۔ چنانچہ فوج شام کا امیر الامراء و قائد اعظم مسلم بن عقبہ صحابی تھا۔ آنحضرتؐ سے روایت کرتا تھا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسکے مرویات کو بے عذر وارد کیا ہے۔ (دیکھو اصابہ جلد ۶) علاوہ اس کے دیگر امراء فوج بھی صحابیت کے نمایاں اور شاندار طرۂ امتیاز سے آراستہ ہوکر ان اسلامی خدمات کو انجام دے رہے تھے۔ منجملہ ان کے صحابۂ عدول کے اسماء اور مختصر اوصاف یہ ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے۔ ص ۲۴۷

فلما بلغ ذالک یزید ندب له الحصین بن نمیر السکونی وروح بن زنباع الجذامی وضم الی کل واحد جیشا واستعمل علی الجمیع مسلم بن عقبة المری وجعله امیر الامراء	"جب یزید کو اہل مدینہ کی بغاوت کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع جذامی کو طلب کیا اور ایک ایک لشکر کا افسر بنادیا اور مسلم بن عقبہ کو سب کا امیر الامراء مقرر کیا۔"

Marfat.com

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حصین بن نمیر السکونی اور روح بن زنباع الجذامی کو یزید نے ایک ایک فوج کا افسر مقرر کر کے اہل مدینہ اور ابن الزبیر کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ یہ دونوں بدنصیب صحابی تھے۔ ہر ایک کے مختصر حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

روح بن زنباع الجذامی

قال احمد بن زهير وممن روى عن النبیؐ من جذام روح بن زنباع ...... وذكره مسلم بن الحجاج فی كتاب الأسماء والكنى فقال ابو زرعة روح بن زنباع الجذامی له صحبة .... وذكره ابو جعفر العقیلی ایضا فی الصحابة ..... كان عبدالملك بن مروان يقول جمع ابو زرعة روح بن زنباع طاعة اهل الشام ودهاء اهل العراق ولفقة اهل الحجاز (استیعاب جلد ا ص)

"احمد بن زہیر نے کہا کہ قبیلہ جذام میں سے جن لوگوں نے حضرت رسولؐ خدا سے روایت کی ہے ان میں روح بن زنباع بھی تھے .... امام مسلم بن حجاج نے کتاب الاسماء والکنی میں انکا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحابی تھے ..... ابوجعفر عقیلی نے بھی صحابہ کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے .... عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ روح بن زنباع کی ذات میں اہل شام کی اطاعت اور اہل عراق کی چالاکی وعیاری اور اہل حجاز کا نفقہ جمع ہے (ایسی مجمع کمالات ذات نے حرم رسولؐ میں سفاکی و غارت گری کے جوہر دکھائے۔ مترجم)

ان بزرگوار نے اپنے قبیلہ کے متعلق اس حدیث رسولؐ کی روایت فرمائی ہے "بارك الله فی جذام" اور امام شافعی راوی ہیں کہ روح بن زنباع کہا کرتے تھے کہ "لم اطلب بابا من الخير الا تيسر لی" میں نے خیر کے دروازے کو جب چاہا کھل گیا۔

Marfat.com

ولا طلبت بابا من الشر الالم ینبتسن ۔ اور جب شر کا دروازہ مطلوب ہوا تو وہ
لی ۔۔ نہیں کھل سکا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک خاص منظور نظر قدرت صحابی تھے ۔ عنایت ربانی
آپ کی اصلاح اور تائید کے لئے ہمیشہ حاضر رہتی تھی ۔ جب چاہا کہ کوئی باب خیر آپ
کیلئے کھل جائے تو کھل گیا ۔ اور جب شر کے دروازہ میں داخلہ مطلوب ہوا تو عنایت ربانی نے
یلسر نہ ہونے دیا ۔ اور مبتلائے شر ہونے سے بچا لیا ۔ کیوں نہ ہو آپ اس درجہ کار خیر کے
عاشق بھی تو تھے کہ جب حمام سے باہر نکلتے تو ایک غلام آزاد کر دیتے تھے ۔

(دیکھو اصابہ جلد اول صـ ۵۲۴)

اس ارشاد سے غالباً یہ دکھانا مقصود رہا ہو گا کہ مدینہ میں صحابہ اور تابعین،
عورتوں، بچوں کا جو قتل عام کیا گیا اور جو بے پناہ زناکاری اور عزت وناموس ۔ ال ومتاع
کی بیدریغ غارت گری کی گئی اس میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی اس وجہ سے حاصل
ہوئی کہ یہ اعمال قدرت کی نظر میں بھی خیر عمل تھے ۔ لہٰذا آپ کے لئے اس نے اس خیر کے دروازے
کو مفتوح کر دیا ۔ بہر حال آپکی جلالت مراتب بارگاہ الٰہی میں جتنی بھی ہو دنیا میں تو آپ
کی زندگی نہایت شاندار مناصب پر فائز رہتے ہوئے گذری ۔ کبھی فلسطین کے گورنر
رہے ۔ کبھی شام کے سفاک مسلمانوں کی کمان آپ کے ہاتھ میں رہی ۔ اور جب مسلم بن عقبہ
مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر ابن زبیر کے محاصرہ کے لئے مکہ کی جانب کوچ کرنے لگا تو حسن
خدمات کے صلے میں مدینہ کا حاکم اعلیٰ بنا کر چھوڑ گیا ۔ (کامل جلد ۴ صـ ۴۹)

حصین بن نمیر السکونی

علامہ ابن حجر عسقلانی کتاب اصابہ میں حصین بن
نمیر انصاری کا مختصر حال لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

Marfat.com

حصین بن نمیر آخر ما ادری هو
الذی قبله او غیره ذکره ابن عساکر
فی تاریخه فقال کان عامل عمر علی
الاردن وقد مثا انهم ما کانوا
یؤمرون علی الفتوح الا الصحابة
وروی البخاری فی تاریخه من طریق
یزید بن حصین عن ابیه ......
وخلط هذا بترجمة حصین بن نمیر
السکونی الذی کان امیر یزید بن معاویة
علی قتال اهل مکة والذی یظهر
انه غیره والله اعلم وذکر ابو علی
بن مسکویه فی کتابه تجارب الامم
الحصین بن نمیر فی جملة من کان
یکتب النبیؐ کذا ذکره العباس بن محمد
الاندلسی فی التاریخ الذی جمعه
للمعتصم بن صمادح فقال وکان
المغیرة بن شعبة والحصین یکتبان
فی حوائجه وکذا ذکره جماعة من
المتاخرین منهم القرطبی المفسر

۔۔ ایک اور حصین بن نمیر۔ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی
حصین بن نمیر ہے جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا یا کوئی دوسرا
شخص ہے۔ اس کا تذکرہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے
اور کہا ہے کہ وہ علاقہ اردن میں عمر کا عامل تھا۔
اور ہم پہلے یہ کہہ آئے ہیں کہ یہ لوگ ممالک مفتوحہ
پر صحابہ کے سوا کسی دوسرے کو حاکم نہیں بناتے
تھے۔ بخاری نے حصین بن نمیر سے اس کے بیٹے یزید
بن حصین کے طریق سے روایت کی ہے ......
...... اس (حصین بن نمیر سابق) کے تذکرہ کو اس
حصین بن نمیر السکونی کے تذکرے سے مخلوط کر دیا ہے
جو اہل مکہ کی لڑائی میں یزید بن معاویہ کی جانب سے
افواج شام کا امیر تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سابق
الذکر حصین بن نمیر دوسرا شخص ہے۔ واللہ اعلم۔ ابو علی
بن مسکویہ نے کتاب تجارب الامم میں حصین بن نمیر
کا تذکرہ ان لوگوں کے ذیل میں کیا ہے جو
آنحضرت کے کاتب تھے۔ عباس بن محمد اندلسی
نے بھی اس تاریخ میں جو معتصم بن صمادح کیلئے
لکھی تھی۔ یہی لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مغیرہ
بن شعبہ اور حصین یہ دونوں حضرتؐ کے

Marfat.com

فی المولد النبوی والقطب الحلبی فی شرح السیرۃ واشار الی ان اصل ذالک ما اخذ من کتاب القضاعی الذی صنفہ فی کتاب النبی و فیہ انہما کان یکتبان المدانیات والمعاملات فلا ادری اراد ھذا او اراد الذی قبلہ وکانہ اراد الذی قبلہ والذی کان امیر لیزید نسبہ ابن الکلبی فقال حصین بن نمیر بن فاتک بن لبید بن جعفر بن الحارث بن سکانہ وقال انہ کان شریفا بحمص وکذا ولدہ یزید وحفیدہ معاویۃ بن یزید ولیا امرۃ حمص ۔

(اصابہ جلد اول ص ۳۳۹)

حوائج و خرد ریات کی کتابت کیا کرتے ایسا ہی ایک جماعت متاخرین نے بھی ذکر کیا ہے قرطبی مفسر نے کتاب مولد نبوی میں اور قطب حلبی نے شرح السیرۃ میں بھی لکھا ہے۔ اور اس بات کی اشارہ کیا ہے کہ یہ قول (مغیرہ اور حصین کا کاتب ہونا) دراصل قضاعی کی اس کتاب سے لیا گیا ہے جو اس نے آنحضرت کے کاتبوں کے متعلق تصنیف کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ یہ دونوں (مغیرہ اور حصین) آنحضرت کے معاملات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔ (حافظ ابن حجر) نہیں جانتا کہ مراد قضاعی کون ہے۔ یہی حصین بن نمیر السکونی وہ حصین بن نمیر جس کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ غالباً یہی شخص ہے (یعنی حصین بن نمیر السکونی) وہ حصین بن نمیر یزید کیطرف سے سپہ سالار تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب ابن کلبی نے یوں بیان کیا ہے۔ ......

...... ابن کلبی کہتا ہے کہ حصین بن نمیر السکونی حمص کا حاکم تھا۔ اور اس کا بیٹا یزید اور پوتا معاویہ بن یزید یہ دونوں بھی حمص کے والی اور امیر رہے"۔

حافظ ابن حجر کا یہ دعوی کہ "حصین بن نمیر نامی دو شخص تھے"، قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس دعوے پر کوئی شہادت پیش نہیں کر سکے ہیں۔ کسی شہادت کے دستیاب ہونے تک

Marfat.com

وجہ سے آپ نے حصین بن نمیر کا تذکرہ شروع کرتے ہی یہ اقرار کرلیا کہ۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی سابق الذکر شخص ہے یا کوئی دوسرا شخص، جبکہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ اس نام کے دو شخص ہیں یا ایک ہی شخص کا تذکرہ بار بار کیا جاتا ہے۔ تو چند سطروں کے بعد کیونکر یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ ایک ہی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ اسی نام کے دو شخص ہیں۔ علی ہذا القیاس مورخین کے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہ حصین بن نمیر آنحضرت کا کاتب تھا اور معاملات کی تحریر اس سے متعلق رہا کرتی تھی۔ یہ ارشاد کرنا کہ یہ عہدۂ جلیلہ غالباً مقدم الذکر سے متعلق تھا بالکل بے دلیل ہے۔ کیونکہ جن مورخین کے اقوال نقل کئے ہیں ان کے کسی قول میں اس کا اشارہ نہیں پایا جاتا کہ یہ نام دو شخصوں کا تھا۔ اور عہدۂ کتابت مقدم الذکر حصین بن نمیر انصاری سے متعلق تھا نہ کہ اس حصین بن نمیر سکونی سے جو مکہ کی مہم میں یزید بن معاویہ کی طرف سے سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ علامہ ابن حجر کے ارشاد سے حصین بن نمیر کے متعلق صرف اتنا احتمال ہو سکتا ہے کہ حصین انصاری کا ہمنام دوسرا شخص تھا اور یہ بارگاہ رسالت میں عہدۂ کتابت اس شخص سے متعلق نہیں تھا مگر اس کے صحابی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور بالفرض یہ شخص اگر صحابی بھی نہ مانا جائے تو کم سے کم اس کا تابعی ہونا تو یقینی ہے۔ اور اس کے افتخار کیلئے یہی عزد شرف کیا کم ہے کہ امام بخاری کا اعتماد و اعتبار اس کو حاصل ہے وہ اس کی روایت کو بے عذر قبول کر لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اگرچہ باعث حیرت نہیں مگر عبرت حاصل کرنے کے قابل ضرور ہے کہ امام بخاری جیسے محتاط شخص کو جس نے آئمہ اہلبیت کی روایات کو بھی لائق اعتبار نہ سمجھا ہو۔ ایک ایسے دشمن خدا و رسول کی روایت قبول کر لینے میں مطلق تردد نہ ہوا جس نے حرم نبوی کی بے حرمتی اور اصحاب رسول کی بیدریغ خونریزی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ خانہ خدا کی حرمت برباد کر دی۔ فرزند رسول کے

Marfat.com

خلاف کوفہ اور کربلا میں ایک سپہ سالار کی حیثیت سے خونخواری وسفاکی کا مظ
کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جس شخص کا اعمالنامہ اس قدر سیاہ ہو
بخاری کے نزدیک معتبر و مستند ٹھہرے۔ اس سے زیادہ اندھیر اور کیا ہوگا؟ فاعتبر
یا اولی الابصار۔ مکہ اور مدینہ کی تباہ کن مہم میں ان دو صحابیوں کے علاوہ۔ جو
اصحاب نبیؐ نے خدمات لائقہ انجام دیں۔ اُن میں یہ دو شخص نمایاں شخصیت رکھتے ہے

عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش:۔

مسلم بن عقبہ اپنی اس رپورٹ میں
کچھ حصہ اوپر نقل کیا گیا۔ لکھتا ہے۔ (امامت وسیاست ص۱۷۹)

ووجهت عبد الله بن مسعدة	میں نے عبداللہ بن مسعدہ کو روانہ کیا کہ بقیع
الى ناحية بقيع الغرقد۔	کی سمت سے حملہ آور ہو۔

نیز اصابہ ابن حجر میں منقول ہے۔ جلد ۲ ص۳۶۸۔

وحكى الواقدی عن عباد بن عبد الله	یعنی واقدی راوی ہے کہ عبداللہ بن الزبیر
بن الزبیر...... قال خرجت لنا	بیٹے عباد کہتے تھے کہ ایک فوج ہم پر حملہ آور
كتيبة فيها عبد الله بن مسعدة	جس میں عبداللہ بن مسعدہ موجود تھا۔
	(وہ فوج کا افسر رہا ہوگا)

اس شخص کے صحابی ہونے پر علماء اسلام کی مندرجہ ذیل تحریرات شاہد ہیں:۔

يقال كان ابن مسعدة صاحب	یعنی عبداللہ بن مسعدہ صاحب الجیوش
الجيوش قيل له ذالك لانه كان	لقب سے مشہور تھا۔ اور یہ شہرت اس لئے
اميرا فی الجيوش فی غزو الروم	کہ وہ عہد معاویہ میں جنگ روم کے موقع
ايام معاوية وهو من صغار الصحابة	امیر افواج تھا۔ اس کا شمار چھوٹے (اور کم عمر

ذکرہ البغوی وغیرہ فی الصحابۃ واخرجوا من طریق ابن جریج عن عثمان بن ابی سلیمان عن ابن مسعدۃ صاحب الجیوش قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تسبقونی بالرکوع والسجود۔

(اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

صحابہ میں ہے۔ بغوی وغیرہ نے اس کو زمرہ صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ اور محدثین نے بطریق ابن جریج روایت کی ہے۔ اس نے عثمان بن ابی سلیمان اور اس نے ابن سعدہ صاحب الجیوش سے نقل کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو لوگوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تملوگ رکوع وسجود میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو۔

اس صحابی کی شرافت نفس پر مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ابن حجر کا یہ کلام ملاحظہ ہو:۔

کان عبد اللہ فی سبی بنی فزارۃ فوھبہ النبی ﷺ لابنتہ فاطمۃ ؑ فاعتقہ وکان صغیرا۔ فیربی عندھا ثم کان عند علی ؑ ثم کان بعد ذالک عند معاویۃ وصار اشد الناس علی علی ؑ۔ (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)

عبد اللہ بنی فزارہ کے اسیروں میں سے تھا آنحضرت نے اسکو اپنی صاحبزادی فاطمہ ؑ کی غلامی میں دے دیا۔ ان معظمہ نے اسکو آزاد کر دیا۔ اس وقت کم سن تھا لہذا آپ ہی کے پاس پرورش پائی پھر حضرت علی ابن طالب کے پاس رہا۔ اس کے بعد معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا سخت مخالف ہو گیا

ع (عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود)

مروان بن الحکم:۔ مسلم بن عقبہ کی مندرجہ بالا رپورٹ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ جنگ حرہ میں اہل شام کی کامیابی تمام تر انھیں حضرت کی رہین منت تھی۔ آپکی مساعی جمیلہ اور خدمات لائقہ کا تذکرہ جس قدر پر زور الفاظ میں مسلم بن عقبہ نے کیا ہے۔ ان سے اس صحابی کے حسن اخلاق اور اعمال پر کافی روشنی پڑتی ہے

Marfat.com

واقعات حرّہ اور صحابی مرحوم معاویہ بن ابی سفیان کی اپنے خلف الصدق سے آخری وصیت۔ تمام خونریزی اور غارت گری اسی وصیت کا نتیجہ تھی

ناظرین اس حقیقت کو نظر انداز نہ فرمائیں کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین پر سفاکی اور غارت گری کا جو عدیم النظیر مظاہرہ کیا گیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام اہلسنت و صحابی رسولؐ معاویہ ابن ابی سفیان پر عائد ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی کیا گیا وہ آپکی وصیت اور آخری ہدایت کے مطابق کیا گیا۔ لہذا اس مقام پر آپ کا ذکر خیر نہ کرنا ظلم صریح ہوگا نورالدین سمہودی کتاب وفاء الوفا میں لکھتے ہیں:۔

اخرج بن ابی خثیمہ بسند صحیح الی جویریۃ ابن اسماء سمعت اشیاخ المدینۃ یتحدثون ان معاویۃ لما احتضر دعی یزید فقال ان لک من اھل المدینۃ یومًا فان فعلوا فارمھم بمسلم بن عقبۃ فانی عرفت نصیحتہ۔

(الفصل الخامس عشر من الباب الثانی)

ابن ابی خثیمہ نے بسند صحیح جویرہ بن اسماء سے روایت کی ہے۔ اسنے کہا کہ میں نے مدینہ کے بزرگوں کو یہ تذکرہ کرتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ پر حالت احتضار طاری ہوئی تو یزید کو بلا کر کہا کہ تجھے اہل مدینہ سے ایک برا دن دیکھنا یقینی ہے۔ جب وہ سر اٹھائیں تو مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں سے ان کی سرکوبی کر دینا میں اس شخص کے جذبہ اخلاص کی آزمائش کر چکا ہوں۔"

علاوہ اس وصیت کے یزید کے زمانہ میں جو فوج کشی کی گئی وہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے امیر معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ صحابی نے مدینۃ الرسولؐ

Marfat.com

کو تاخت و تاراج کرنے کی مثال قائم کردی تھی۔ اس وقت کی روداد کا تذکرہ اس مقام پر طول کلام کا باعث ہوگا۔ لہذا اس کو نظرانداز کردینا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ خصوصاً اس سبب سے بھی کہ اہلسنت کے علمار کبار بسر بن ارطاۃ صحابی کے نامۂ اعمال پر نظر نہ کرنا ہی بمقتضائے حیاو غیرت مناسب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں رقمطراز ہیں "له اخبار شهيرة فى الفتن لا ينبغى التشاغل بها" یعنی بسر بن ارطاۃ نے جو فتنے برپا کئے ان کے افسانے مشہور و زبان زد خاص و عام ہیں۔ اُن کے تذکرہ میں مشغول ہونا بالکل غیر مناسب ہے۔ لہذا ہم بھی ان کو زیادہ زیر بار شرم و حیا بنانا خلاف ہمدردی تصور کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال پر خود شرمندہ ہو رہے ہیں اور اس کی خواہش ظاہر کررہے ہوں کہ اُن کے اعمالنامہ کو بار بار نہ دہرایا جائے۔ ہم کو ان سے بھی بمقتضائے رد ابطہ انسانیت ہمدردی ضرور ہوگی۔ لہذا اتنا ہی ثبوت ہمدردی دینے پر قناعت نہیں، آپ کے ذہن افکار سے ان کو شرم آتی ہو ان کو زبان پر نہ لائیں۔ بلکہ اس بار ندامت کو ہلکا کرنے کے لئے ان کی خدمت میں یہ گذارش بھی پیش کرینگے کہ بفضل خدا یہ شرم و غیرت بالکل بے ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت کی حدیث شریف کے صاف و صریح مفہوم کی بموجب یہ "صحابہ سب کے سب ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں" ہر ایک میں خدا کے فضل و کرم سے نور ہدایت کافی موجود ہے۔ عقل کی آنکھیں بند اور خوش اعتقادی کی آنکھیں کھول کر جس کی پیروی کیجائے منزل ہدایت پر پہنچ جانا یقینی ہے اور بہر حال یقینی ہے۔ پھر اسلامی دنیا میں ستاروں کے نورانی اخلاق و اعمال سے جو روشنی پھیلی اس پر شرمندگی کیسی؟ اور ان کے ذکر خیر کو حیا سے ترک کرنا کیسا؟ آخر آپ سے زیادہ خوش قسمت و قابل مبارکباد اور کون فرقہ ہوگا؟ جبکہ آپ ایسے ایسے صحابہ کے انوار سے

Marfat.com

دیدۂ دل کو روشن فرماتے ہوئے ہیں جن کی شان میں یہ حدیث شریف مروی ہے۔

تمام صحابہ ستارے ہیں اور سب کے سب نورانی ہیں

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی (مشکوٰۃ)

عمر بن الخطاب راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے سوال کیا پروردگار عالم سے اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت جو میرے بعد ان کے درمیان واقع ہوگا۔ تو مجھ پر خدا نے وحی نازل فرمائی کہ تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے ہیں بعض نورانیت میں بعض سے قوی تر ہیں۔ مگر نور سب میں ہے پس جو شخص بھی ان کے اختلاف میں سے کسی کی پیروی کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔"

تنقیح پنجم: ۔ جو لوگ سرزمین کربلا کے واقعات مظالم کا الزام شیعوں پر عائد کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے عارضہ نافہمی وفتور عقل میں مبتلا ہو کر اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے کہ خاندان رسالت کی بربادو تباہی بھی انھیں برکات میں سے ایک بہت برکت تھی جو انوار صحابیت کی بدولت اسلامی دنیا کو حاصل ہوئیں۔ اگر ان لوگوں نے آنکھوں پر جاہلانہ تعصب کی مضبوط پٹی نہ باندھ لی ہوتی تو یہ اصلیت پوشیدہ رہنے کے قابل ہی نہ تھی۔ اہلبیت پر وحشیانہ وسفاکانہ مظالم کرنے میں دہی صحابہ وتابعین تمامتر شریک تھے جن کے ذکر خیر سے صفحات تاریخ روشن ہو رہے ہیں۔ اور جن کی بیان کردہ روایات سے کتب احادیث کے سینے پر نور ہیں۔ علمائے مذہب

اُن کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور اُن کی روایتوں کو اُن مذہبی رسائل میں جنکے ذخیرہ میں بے عذر شامل کئے ہوئے ہیں جن پر دین و مذہب کا انحصار ہے۔ پھر کیا ان کو شیعہ تصور کرنا اور "رافضیت" کے بدترین عیب کو اُن کی جانب منسوب کرنا وہ ناقابل عفو جرم نہیں ہے جس کے بعد سنی عقائد کے بموجب دین و ایمان کی خیر نہیں ہو سکتی۔ پہلے رافضی شیعوں کے باب میں اس حدیث کو دیکھو اور پھر فیصلہ کرلو کہ جن صحابہ و تابعین نے اہلسنت میں خاندان رسالت کی حمایت میں اخلاق اور علمی طور پر پورا پورا حصہ لیا اُن کو شیعہ "رافضی" ٹھہرانا کہاں تک اُن عقائد و اصول کے مطابق ہو سکتا ہے جو مذہب اہلسنت کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی تبلیغ و اشاعت ائمہ اسلام آجتک کرتے چلے آئے ہیں۔

روافض کی شان میں ایک حدیث نبوی

عن عکرمة عن ابن عباس مرفوعا یکون فی آخر امتی الرافضة ینتحلون حب اھل بیتی وھم کاذبون علامتھم انھم یشتمون ابابکر وعمر من ادرکھم منکم فلیقتلھم فانھم مشرکون

(میزان الاعتدال ذہبی [illegible])

"عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ (آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ) آخر امت میں ایک قوم رافضہ ہوگی جو اہلبیت کی محبت کا جھوٹا دعویٰ کرے گی ان کذابوں کی علامت یہ ہوگی کہ ابوبکر و عمر کو سب و شتم کرینگے۔ تم میں سے جو شخص انھیں پائے قتل کردے کیونکہ وہ لوگ مشرک ہوں گے۔"

شنف

مولوی عبدالشکور و مفتی محمد خلیل صاحبان اہلسنت سے فرمائیں کہ جب رافضی شیعہ

آپ کی حدیثوں کے بموجب مشرک و واجب القتل ٹھہرے تو کسی صحابی یا تابعی کو "شیعان" کہنا اُس کو "مشرک و واجب القتل" کہنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کیا صحابہ کی شان میں اس بے ادبی و شوخ چشمی کے بعد بھی اصول تسنن سے انحراف لازم نہیں آتا؟

کیا صحابہ رسول نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں علمی و اخلاقی امداد نہیں کی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جماعت صحابہ کے معزز اشخاص ہی کی قیادت میں خاندان رسالت تباہ و برباد کیا گیا ہے؟ اور کیا ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین ذوی الاحترام ان ایام میں جبکہ قتل فرزند رسول کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اس حادثۂ کبریٰ کے بعد بھی خالص موالاۃ اور اشتراک عمل کے اصول پر کاربند ہو کر اُموی حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے رہے۔ دربار کی حاضر باشی میں اس ان بھی ناغہ نہیں ہوا جس میں حسینؑ اور اصحاب حسینؑ (صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) کے سرہائے بریدہ مع اسیران حرم کے دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔؟ اگر واقعہ کی نوعیت یہی ہے اور ضرور یہی ہے جیسا کہ آپ دیکھیں گے تو کیا آپ اُن اصحاب رسول اور اُن کے تابعین کو "رافضی شیعہ" کہہ کر صحابیت کی انتہائی تذلیل و توہین نہیں کر رہے ہیں۔ آخر شیعوں کے بغض و عناد میں سرشار ہو کر اپنی عاقبت کو خراب کرنا کبتک؟

ایک فائدہ اتفاقیہ:۔ اس حدیث سے ایک فائدہ غریبہ اور بھی اتفاقاً حاصل ہو گیا۔ وہ یہ کہ حدیث میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ آخر امت میں ایک فرقہ رافضہ پیدا ہو گا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ اول امت میں رافضیت کا وجود نہ تھا۔ لہٰذا اس حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے پہلی صدی کے صحابہ و تابعین کو "رافضی شیعہ" کہنا جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ الحمدللہ کہ خود اہلسنت

Marfat.com

کی سلمہ روایت سے ثابت ہو گیا کہ فرزند رسولؐ کو شہید کرنے والے تمام تر سنی ہی تھے فرقۂ رافضہ کا تو اس عہد میں وجود ہی نہ تھا۔

اگر امام حسینؑ سے لڑنیوالے بیدین کہے جائیں تو امیر المومنینؑ کے خلاف صف آرائی کرنیوالے اسی لقب کے مستحق کیوں نہ ہونگے؟

اگر امام حسینؑ اور ان کے اعزہ و اصحاب کو شہید کرنے سے صحابہ و تابعین "رافضی شیعہ" کہے جانے کے مستحق ٹھہرائے جائیں جبکہ حدیث مذکورہ کے بموجب "مشرک" و "واجب القتل" مرادف ہے، تو پھر کون سی وجہ ہو سکتی ہے کہ معاویہ کے ساتھ ہو کر امیر المومنین علیؑ ابن طالب سے لڑنے والے مشرک و بیدین نہ کہے جائیں۔ عقل تو یہی کہتی ہے کہ الاعمال بالنیات "یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ امیر المومنینؑ سے لڑنے والے اگرچہ آپ کو درجہ شہادت نہ پہونچا سکے۔ لیکن اس ارادہ خیر کے سوا اور کون سا حوصلہ لے کر میدان جنگ میں شمشیر بکف ہوئے تھے؟ لہذا اگر بیٹے کے خلاف ہنگامہ کارزار گرم کرنے والے "رافضی اور مشرک" کہے جانے کے مستحق ہوں تو باپ کے خلاف تلوار کھینچنے والے بدرجہ اولیٰ "مشرک و بیدین" کے لقب سے سرفراز کئے جانے کے حقدار ثابت ہو سکتے ہیں "یک بام و دو ہوا ندارد" جملہ حقوق و القاب اور خطابات میں دونوں کا مساوی حصہ دار ہونا از روئے انصاف ضروری ہے۔ حالانکہ علمائے فرقۂ سنیہ اپنے اصول مسلمہ کی بنا پر امیر المومنینؑ کے حریفوں اور دشمنوں کی سیہ کاریوں کا اقرار کر لینے کے بعد بھی ان کی شان میں باس ادب صحبت رسولؐ کرتے ہوئے ایک ناگوار کلمہ بھی زبان پر لانا دین و ایمان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ امام حسینؑ سے لڑنیوالے

صحابہ و تابعین رافضی و مشرک کے القاب سے ملقب کئے جائیں۔ اور ان کی تذلیل و توہین کے لئے رسائل و کتب تصنیف کئے جائیں۔ اور ان حقوق تعظیم و احترام سے سراسر محروم کر دئیے جائیں جو دشمنان امیر المومنینؑ کو اصول مسلمہ کے رو سے عطا کئے گئے ہیں ناظرین پہلے علمائے اہلسنت کے مندرجہ ذیل بیانات میں صحابیت کے مخصوص حقوق ملاحظہ کر لیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ قتل اہلبیت رسولؐ میں حصہ لینے والے صحابہ کو رافضی بتانے والے ان کے حقوق واجبہ کا کہانتک احترام کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے وضعی اصول مسلمہ کی خلاف ورزی کر کے مذہب تسنن کی بیخکنی کی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کے اعمالنامہ کے بعد خیر عاقبت کی امید ان کو کہانتک ہو سکتی ہے؟

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا بصیرت افروز بیان محاربان جناب امیرؑ اہلسنت کے پیر و مرشد

لکھتے

مجدد صاحب اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اے برادر! تنہا معاویہ دریں نیست نیمے از اصحاب کرام کم و بیش دریں معاملہ	"اے بھائی تنہا معاویہ ہی اس میں نہیں ہے بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرام اس معاملے میں

لہ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ حدثنا خلف بن قاسم حدثنا عبد اللہ بن عمر حدثنا احمد بن محمد بن الحجاج حدثنا یحیی بن سلیمان الجعفی حدثنا حفص بن غیاث حدثنا الثوری عن ابی القیس الاودی قال ادرکت الناس وهم ثلاث طبقات اهل دین یحبون علیا واهل دنیا یحبون معاویة وخوارج۔ یعنی ابو قیس ابو داؤدی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو تین طبقات میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۵ پر)

با وے شریک اند پس محاربان امیرؑ اگر
کفرہ یا فسقہ باشند اعتماد از شطر دین می خیزد
کہ از راہ تبلیغ ایشاں بما رسیدہ است
و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ
مقصودش ابطال دین است۔
(مکتوب از مکاتیب شیخ احمد سرہندی مجدد الف
ثانی از تشئید المطاعن جلد دوم ص ۲۲۵)

(محاربہ جناب امیرؑ) میں اس کے شریک حال ہیں
پس اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و
فاسق ٹھہریں تو دین سے اعتماد اٹھ جائیگا
حالانکہ وہ انھیں صحابہ کی تبلیغ سے ہم تک
پہونچا ہے۔ اور اس بات کو وہی زندیق
جائز ٹھہرائیگا جس کا مقصود دین کو
ملیامیٹ کر دینا ہے۔

اس تحریر سے چند امور کا انکشاف ہوا جن سے مذہب اہلسنت کی حقیقت طشت از بام ہو گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱) اگر جناب امیرؑ سے لڑنے والے کافر و فاسق سمجھے جائیں تو اہلسنت کا دین و ایمان رخصت ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ لوگ جس دین کے پیرو ہیں وہ ان لوگوں تک انھیں محاربان و دشمنان جناب امیرؑ کی تبلیغ سے پہونچا ہے۔ کیا اب بھی حضرات اہلسنت مستحق مبارکباد نہ ٹھہریں گے۔ کس قدر عجیب ماجرا ہے کہ جب شیعوں کی طرف سے یہی طعن والزام علمائے فرقہ سنیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کے دین و مذہب کا مدار دشمنان جناب امیرؑ کی تعلیم و تبلیغ سے ہے تو

(بقیہ صفحہ ۱۲۴) منقسم پایا۔ ایک اہل دین جو علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ دوسرے دنیا پرست جو معاویہ کے محب تھے۔ اور تیسرے خوارج۔ اس روایت پر نظر کرنے کے بعد منکشف ہو جائیگا کہ اصحاب رسولؐ کی نصف جماعت جو معاویہ کی شریک حال تھی خالص دنیا پرست تھی۔ ۱۲

Marfat.com

نہایت جرائت یا ہو کر مدافعت میں سرگرم ہو جاتے تھے۔ مگر آج خود اس کا اقرار کر لیا گیا کہ جس سے یہ کہنے کا حق باقی نہیں رہ گیا کہ ہم اہلبیت رسولؐ کے پیرو ہیں۔

(۲) کم و بیش نصف تعداد اصحاب کرام کی جناب امیر علیہ السلام سے منحرف ہو گئی تھی اور معاویہ کے ساتھ اشتراک عمل کر کے آپ کے خلاف شمشیر بکف تھی۔ آخر اس کا سبب کیا تھا؟ اس کو علمائے اہلسنت ہی بیان فرما سکتے ہیں۔

(۳) جناب امیرؑ سے لڑنے والوں کو کافر و فاسق کہنا کفر و زندقہ ہے اس کی جرأت وہی شخص کر سکتا ہے جو دین کو نلیامیٹ کر دینا چاہتا ہو۔ میں آیندہ یہ دکھا دوں گا کہ جن صحابہ و تابعین نے ابن زیاد کے مقاصد کی تکمیل میں عملی یا کم از کم اخلاقی تائید فرمائی۔ اہلسنت کا دین و مذہب ان کی تبلیغ و تعلیم کا بھی رہین منت و احسان ہے۔ وہ بھی احادیث نبی کے ناقل اور سیرت شیخین کے حامل تھے۔ کتب احادیث و اخبار کے اوراق اُن کی روایات سے بھی پُر نور ہو رہے ہیں پھر اس تفرقہ پردازی کی گنجائش کیونکر مل سکتی ہے کہ دشمنان و محاربان جناب امیرؑ کو کافر و فاسق کہنا تو کفر و زندقہ اور ابطال دین ٹھہرے۔ لیکن امام حسینؑ کیخلاف ابن زیاد کی امداد و تائید کرنے والوں کو "رافضی شیعہ" کہکر رسوا کرنا خرابی دین و ایمان کا سبب نہ ہو سکے؟

مولوی عبدالشکور صاحب کیطرف سے پاس ادب صحبت سرور انبیاء

مولوی عبدالشکور صاحب بسر بن ارطاۃ صحابی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:۔

"باقی رہے وہ لیعنی بعض صحابہ جو مبتلائے فتن ہوئے اُن کے فضائل کے

ہم معتقد نہیں ہیں مگر بپاس ادب صحبت سرورِ انبیاء ان کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ اسد الغابہ منقول از رسالہ الآل والاصحاب)

نہایت افسوس ہے کہ مولوی صاحب رسالہ قاتلان حسینؑ کی تالیف کے وقت خود اپنے کلام کو فراموش کر گئے اور بپاس ادب صحبت سرورِ انبیاؐ نہ کرتے ہوئے قاتلان امام کو "رافضی شیعہ" کہنے لگے۔ جو عقائد اہلسنّت کی رو سے سب و شتم کی بدترین صورت ہوگی۔ ہم وہ حدیث پیش کر چکے ہیں جس کا مفاد یہی ہے کہ رافضی "مشرک اور واجب القتل ہیں۔ لہذا اصحابہ و تابعین کو "شیعہ" بمعنی رافضی کہنا بمنزلہ اس کے ہوگا کہ ان کو مشرک و واجب القتل کہا جائے۔ اور اگر ان کو "شیعہ" کا لقب دینے سے "رافضی شیعہ" کہنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ لقب ان کو محض اس بنا پر عطا کیا ہے کہ بمقابل معاویہ وغیرہ انھوں نے جناب امیرؑ کا ساتھ دیا۔ ورنہ وہ تمامتر عقاید اہلسنّت رکھتے تھے۔ تو ہم کو مولوی صاحب پر توہین صحابہ کا الزام عائد کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ہم نہایت شکریہ کے ساتھ شاباش و مرحبا کہتے ہوئے ان کی اس تحقیق حق کو قبول کر لیں گے۔

ہم ان تمام صحابہ اور تابعین کے اسماء مع مختصر حالات کے یہاں پیش کرتے ہیں جنھوں نے مظالم کربلا میں اخلاقی طور پر حصہ لیا اور جو افواج کو فہ میں بڑے بڑے

۱؎ تاریخ کی اس شہادت سے انکار غیر ممکن ہے کہ سب سے پہلا خط امام حسینؑ کو کئی بہت ہیں لکھنے والے اور وعدۂ نصرت و بیعت کرنے والے سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ وغیرہ ہی تھے۔ ان لوگوں نے حضرت کو بہ نیت نصرت کے وعدے پر طلب کیا مگر بعد میں

(بقیہ صفحہ ۱۳۸ پر)

Marfat.com

عہد وفا پر معین ہو کر کوفہ اور کربلا میں تمام ایمان سوز حوادث کے بانی ہوئے
اون کو شیعہ بتانے والے حضرات اس بات میں آزاد و با اختیار ہوں گے
رافضیوں کی تقلید کرکے اون پر صد ہزار لعنت کی بھر مار کریں یا اپنے مذہبی اصول
کی پیروی کرتے ہوئے اون کو مستحق اجر و ثواب تصور کرلیں اور صبح و شام دعائے
مغفرت فرماتے رہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۷) مجرمانہ خاموشی کا رویہ اختیار کرلیا۔ ان کی اس بیوفائی و غداری کو دیکھتے ہوئے مناسب تو یہی تھا کہ قاتلانِ حسینؑ کی فہرست میں ان کے اسماء بھی درج کئے جاتے مگر اون کو اس فہرست سے اس بنا پر علیحدہ رکھا ہے کہ انھوں نے بعد میں ترک نصرت سبط رسولؐ پر توبہ و انابت کا انتہائی طریقہ اختیار کیا اور آپ کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ لیکن یہ کہدینا ضروری ہے کہ فرزند رسولؐ کو بیعت و نصرت کا وعدہ کرکے طلب کرنے والے بھی رافضی شیعہ نہیں بلکہ صحابہ کرام ہی تھے۔ سلیمان بن صرد خزاعی صحابۂ کبار کے حلقہ میں نہایت ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبد البر کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:۔

کان رضی اللہ عنہ خیراً فاضلاً لہ دین وعبادۃ کان اسمہ فی الجاہلیۃ یساراً فسماہ رسول اللہؐ سلیمان سکن الکوفہ وابتنی بھا داراً فی خزاعۃ و کان نزولہ بھا فی اول ما نزلھا المسلمون وکان لہ سن عالیۃ وشرف وقدر وکلمۃ فی قومہ

وکان ممن کتب الی الحسینؑ بن علی رضی اللہ عنہما یسئلہ القدوم الی الکوفۃ فلما قدمھا ترک القتال معہ فلما قتل الحسینؑ تندم ھو والمسیب

(بقیہ ص ۱۳۹ پر)

سمرہ بن جندب صحابی :- (۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے :-
جلد ۲ صـ ۷۹

نزل سمرة البصرة وكان زياد يستخلفه عليها اذا سار الى الكوفة ...... كان الحسن و ابن سيرين يثنيان عليه وقال ابن سيرين فى رسالة سمرة الى بنيه علم كثير و روى عنه ابو رجاء العطاردى والشعبى وابن ابى ليلى ومطرف بن الشخير واخرون وعبد الله بن سليمان عنه -

"یعنی سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی زیاد جب کوفہ جاتا تھا تو ان کو ان کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ جاتا تھا .... حسن بصری اور ابن سیرین ان کے ثناخواں تھے ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ سمرہ کے اوس مکتوب میں علم کثیر ہے جو اس نے اپنے بیٹوں کو لکھا تھا۔ سمرہ سے ابو رجاء عطاردی شعبی، ابن ابی لیلیٰ، مطرف بن الشخیر، عبداللہ بن سلیمان وغیرہم نے روایت کی ہے"

(بقیہ حاشیہ صـ ۱۳۸) بن نجبة الفزارى وجميع من خذله فلم يقاتل معه ثم قالوا مالنا من توبة مما فعلنا الا ان نقتل انفسنا فى الطلب بدمه - یعنی سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صاحب خیر و مرد فاضل تھے - دیندار و عبادت گذار تھے - ان کا شمار ان مسلمانوں میں ہے جو دوسرے مسلمانوں سے پہلے کوفہ میں آکر آباد ہوئے - اپنی قوم میں صاحب شرف و قدر و منزلت تھے - سب پر ان کی باتیں خاص اثر رکھتی تھیں - لوگ ان کے حکم کے تابع رہتے تھے - امام حسین ؑ کو خط لکھنے والوں میں یہ بھی تھے - اپنے خط میں حضرت سے کوفہ آنے کی درخواست کی - جب آپ تشریف لائے تو انھوں نے آپ کے ساتھ ہو کر لڑنے سے منہ موڑ لیا جب حضرت شہید ہو چکے تو یہ اور ان کے ساتھ مسیب بن نجبہ فزاری اور دیگر اشخاص جنھوں نے حضرت کی

(بقیہ صـ ۱۴۰ پر)

Marfat.com

(۲) حافظ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں: جلد دوم ص ۵۷۹

سکن البصرة کان زیاد یستخلفه	سمرہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی
فیها ستة اشهر وعلی الکوفة	زیاد ان کو چھ مہینے بصرہ اور چھ مہینے کوفہ میں
ستة اشهر فلما مات زیاد استخلفه	اپنا قائم مقام گورنر کرتا تھا۔ جب زیاد مرا تو اپنی
علی البصرة فاقره معاویة	جگہ ان کو حاکم بصرہ مقرر کر گیا۔ معاویہ نے بھی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹) امداد نہیں کی تھی نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہمارے لئے اس جرم سے توبہ کی بس یہی صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت کے خون ناحق کا قصاص وانتقام لینے میں اپنی جانیں دے دیں الخ اسی طرح مسیب بن نجبہ فزاری بھی صحابی تھے۔ حذیفہ یمانی اور جناب امیرؑ سے روایت کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی روایت جناب امیرؑ سے صحیح ترمذی میں موجود ہے۔ (اصابہ جلد ۶ ص ۱۲۵)

اس حقیقت پر مطلع ہو جانے کے بعد کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ امام حسینؑ کو بیعت و نصرت کا وعدہ کر کے کوفہ تشریف لانے کی دعوت دینے والے۔ اور پھر بیوفائی اور غداری کا شیوہ اختیار کرنے والے رافضی تھے۔ ؟ کیا وہ صحابی رافضی ہو سکتا ہے جس کی شان میں محدثین "رضی اللہ عنہ" کا جملہ لکھ رہے ہیں۔ اور جس کے فضائل و مناقب کے اعتراف سے دیدہ دل کو منور کئے ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی یہ یقین نہ ہو کہ بفضلہ تعالیٰ امام حسینؑ کو کوفہ کی طرف بلانے والے اور آپ کو شہید کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے۔ اور وہ بھی ایسے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اہلسنت کے بڑے پیر و مرشد تھے تو اس کے عقلی کا علاج شہر آدند عالم کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ ۱۲

علیها عاماً او نحوه ثم عزله ... کان ابن سیرین و فضلاء اهل البصرة یثنون علیه ...... قال ابن سیرین فی رسالة سمرة الی بنیه علم کثیر وقال الحسن تذاکر سمرة وعمران بن حصین فذکر سمرة انه حفظ عن رسول الله سکتتین سکتة اذا کبر وسکتة اذا فرغ من قراءة ولا الضالین فانکر ذالک علیه عمران بن حصین فکتبوا فی ذالک الی المدینة الی ابی بن کعب فکان فی جواب ابی بن کعب ان سمرة قد صدق و حفظ ..... عن محمد بن سیرین قال کان سمرة ما علمت عظیم الامانة صدوق الحدیث یحب الاسلام واهله .... وکان سمرة من الحفاظ المکثرین عن رسول الله انتهی ملخصاً

ان کو ایک سال تک بصرہ کی گورنری پر برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔ ...... ابن سیرین اور دیگر فضلائے بصرہ اس صحابی کے مداح و ثناخواں تھے ...... ابن سیرین کا مقولہ تھا کہ سمرہ کے اس خط میں جو بیٹوں کے نام لکھا تھا علم کثیر ہے۔ حسن بصری راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سمرہ اور عمران بن حصین کے درمیان مباحثہ ہوا۔ سمرہ نے دعویٰ کیا کہ مجھے یاد ہے کہ آنحضرت (نماز میں) دو جگہ سکتہ فرماتے تھے۔ ایک سکتہ بعد تکبیر اور دوسرا "ولا الضالین" کی قرأت کے بعد۔ عمران بن حصین نے سمرہ کے اس بیان کو نہ مانا تب اہل بصرہ نے فیصلہ کیلئے مدینہ میں ابی بن کعب کے پاس اس بحث کو لکھ بھیجا۔ ابی بن کعب نے جواب میں تحریر کیا کہ سمرہ اپنے قول میں سچے ہیں اور یہ مسئلہ ان کو یاد ہے ...... محمد بن سیرین کہتے تھے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ سمرہ بڑا امانت دار، روایت احادیث میں سچا تھا۔ اور اسلام و مسلمین کو محبوب رکھتا تھا ...... سمرہ کا شمار ان صحابہ میں ہے جو احادیث کے یاد رکھنے والے اور آنحضرت سے بکثرت روایات نقل کرنے والے تھے۔"

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ سمرہ بن جندب کس قدر بلند مرتبہ صحابی تھا اور آئمہ مذہب اہلسنت ان کے کس قدر مداح و ثناخوان تھے۔ ابن سیرین تو صاف صاف کہتے تھے کہ "جہاں تک میں جانتا ہوں یہ صحابی بڑا امانت دار، روایت و احادیث میں نہایت سچا اور محب اسلام و اہل اسلام تھا" مگر افسوس ہے کہ اس شخص نے رسولؐ کی اس امانت میں جس کی حفاظت و نگہداشت کے بارے میں نہایت شد و مد سے آخری وصیت فرمائی تھی۔ لاجواب خیانت کی اور فرزند رسولؐ کے ساتھ امانت داری و محبت کا برتاؤ کرنے کے عوض انتہائی دشمنی کا ثبوت دیا۔ ممکن ہے کہ یہ شخص فرزند رسولؐ کو مسلمان بھی نہ سمجھتا رہا ہو۔ پھر آپ کو محبوب کیونکر رکھتا۔

آئمہ اہلسنت کی یہ دیانت داری قابل صد آفرین ہے کہ قاتل حسینؑ کو بڑا امانت دار، صدوق الحدیث اور محب اسلام و مسلمین تصور فرماتے اور اسکی روایت کردہ احادیث پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ باوجود اس کے زمانہ حاضرہ کے نام نہاد علماء کو یہ کہنے میں ذرا شرم دامنگیر نہیں ہوتی کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے۔ "این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اس صحابی کے قاتل حسینؑ ہونے پر علامہ ابن ابی الحدید المعتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نص صریح فرمائی ہے۔

قال فبقی سمرة بن جندب حتی شهد مقتل الحسینؑ وروی احمد بن بشیر عن مسعر بن کدام قال کان سمرة بن جندب ایام	راوی کا بیان ہے کہ سمرہ بن جندب زمانہ قتل حسینؑ تک بقید حیات رہا۔ احمد بن بشیر نے مسعر بن کدام سے روایت کی ہے کہ جن دنوں میں امام حسینؑ کوفہ کی جانب

Marfat.com

سیر الحسینؑ الی الکوفة علی شرطة عبید اللہ بن زیاد فکان یحرض الناس علی الخروج الی الحسینؑ وقتاله۔	کوچ کیا۔ یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا پولیس افسر تھا۔ اور لوگوں کو امام حسینؑ پر چڑھائی کرنے اور اُن سے لڑنے پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دیتا تھا۔"

ناظرین اس شخص کی صحابیت کا یہ دوسرا رُخ بھی بغور ملاحظہ فرما کے انصاف فرمائیں کہ یہ قاتل حسینؑ علماء اہلسنت کے نزدیک "عظیم الامانة" "صادق الحدیث" محب اسلام و اہل اسلام، حافظ اور راوی احادیث کثیرہ ہونے کی حیثیت سے اُن صحابیوں کی صف اول میں جگہ پا سکتا ہے یا نہیں جن کی تبلیغ سے بقول مجدد الف ثانی "دین اہلسنت تک پہنچا ہے" پھر اس کو "شیعہ" بتانا اصول مسلمہ اہلسنت کے مطابق کیونکر ہوگا۔ اور اس کو "شیعہ" کہنے والے توہین صحابی کے مجرم بلکہ بقول مجدد الف ثانی "زندیق" ٹھہرینگے یا نہیں؟ دیکھئے مولوی عبدالشکور صاحب اس بلند پایہ صحابی کے بارے میں پاس ادب صحبت سرور انبیاء آئندہ کہاں تک فرماتے ہیں؟

یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی عداوت ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس صحابی کی موت نہایت عبرت خیز طریق پر ہوئی۔ اس کے فی النار ہونے کی پیشین گوئی آنحضرت صلعم نے فرما دی تھی جس کی تصدیق دنیا میں جس طریق پہ ہوئی اس کی مفصل کیفیت ان عبارات سے معلوم ہوسکتی ہے:۔

سمرہ بن جندب کی عبرت خیز موت۔

قال ابن عبد البر سقط فی قدر	(۱) ابن عبدالبر ناقل ہیں کہ وہ کھولتے پانی سے بھرے ہوئے دیگ میں گر پڑا۔ اور

مملوءً ماءً حاراً فکان تصدیقاً لقول رسول اللہ لہ ولابی ھریرۃ ولابی محذورۃ آخرکم موتاً فی النار۔

آنحضرتؐ نے سمرہ اور ابو ہریرہ اور ابو محذورہ سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص آخر میں مریگا وہ فی النار ہوگا۔ (سمرہ سب کے بعد مرا اور فی النار ہوا)

(۲) سمرۃ بن جندب مرضہ الذی مات فیہ اصابہ برد شدید فاوقدت لہ نار فجعل کانونا بین یدیہ وکانونا خلفہ وکانونا عن یمینہ وکانونا عن یسارہ فجعل لا ینتفع بذالک ویقول کیف اصنع بمافی جوفی فلم یزل کذالک حتی مات۔

(۲) سمرہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو ٹھنڈک کا اثر اس پر غالب ہوا۔ اس کیلئے یہ تدبیر کی گئی کہ اس کے چاروں طرف چار بھٹیاں آگ کی روشن کردی گئیں مگر ان سب سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا اور برابر یہی کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں جو کرب (بے چینی) ہے اس کو کیونکر دفع کروں۔ یہانتک کہ اسی حالت میں جان بحق تسلیم ہوگیا (الحمد للہ)

عمرو بن حریث صحابی:-

عمرو بن الحریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی لہ ولابیہ صحبۃ قال ابن حبان ولد فی ایام بدر وقال غیرہ قبل الھجرۃ بسنین ...... وقد روی عن النبیؐ وابی بکر

(۱) عمرو بن حریث قرشی خود بھی صحابی تھا اور اس کا باپ بھی۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ صحابی جنگ بدر کے ایام میں پیدا ہوا۔ مگر دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ اس کی ولادت ہجرت سے دو سال پہلے ہوئی..... حضرت سرورِ عالمؐ اور ابوبکر و عمر و علیؑ و

و ابن مسعود و غيرهم
روى عن اخيه سعيد بن الحريث
وله صحبة روى عنه جعفر و آخرون
من اهل الكوفة ...... قال
البخاري ابن حبان و غير واحد
مات سنة خمس و ثمانين كان
قد ولى امرها نيابة لزياد و لابنه
عبيد بن زياد - اصابه جلد ۲ ص ۵۳۱
(۲) يكنى ابا سعيد رأى النبي و سمع
منه مسح براسه و دعى له بالبركة
و خط له بالمدينة دار القوس ....
...... نزل الكوفة و ابتنى بها دارا
و سكنها و ولده بها و زعموا انه اول
قرشي اتخذ بالكوفة دارا و كان
له فيها قدر و شرف و سلطان قد
ولي امارة الكوفة و مات
بها سنة خمس و ثمانين و يقال و
اخو سعيد بن الحريث من حديث
عمرو بن حريث عن النبي اذا

ابن مسعود وغیرہم سے نیز اپنے بھائی سعید
بن حریث صحابی سے روایت کرتا تھا اور
اس سے جعفر اور دوسرے کوفیوں نے روایت
کی ہے .... بخاری و ابن حبان
اور دوسرے مورخین نے بھی لکھا ہے کہ
اس کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی - زیاد
اور اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کی
نیابت میں کوفہ کا گورنر رہ چکا تھا -
(۲) عمرو بن حریث کی کنیت ابو سعید تھی جب
سرور عالم کی زیارت اور صحبت اس کو
نصیب ہوئی - اور آپ سے حدیثیں بھی سنیں
حضرت نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرا اور
برکت کی دعا دی - اور ایک کمان سے بنفس
نفیس مدینہ میں اس کے لئے ایک مکان کی
نقشہ کشی فرمائی ...... یہ صحابی وارد کوفہ ہوا
اور وہاں ایک مکان بنا کر سکونت اختیار
کر لی اس کی اولاد بھی اسی شہر میں رہی یار
کا خیال ہے کہ عمرو بن حریث سب سے پہلا قرشی
تھا جو کوفہ میں آباد ہوا - اور اسی شہر میں ۸۵ھ میں فوت

Marfat.com

رآہ یصلی فی نعلین مخصوفتین ۔ ہوا۔ یہ شخص سعید بن حریث صحابی کا بھائی تھا

(استیعاب جلد ۲ ص ۴۲۹) منجملہ اس کی روایت کردہ احادیث کے ایک یہ

بھی ہے کہ اس نے حضرتؐ سرورِ عالم کو دیکھا کہ آپ

پیوندار نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ بلند مرتبہ صحابی تھا جس کے سر پر سرورِ انبیاءؐ نے دستِ شفقت پھیرا تھا۔ اور برکت کی دعا دی تھی۔ اور خود بہ نفسِ نفیس مدینہ میں اس کے گھر کی نقشہ کشی فرمائی تھی۔ خود بھی صحابی تھا۔ اور اس کے باپ اور بھائی بھی صحبتِ نبی کے شرف یافتہ تھے۔ آنحضرت کے علاوہ دیگر صحابۂ کبار سے بھی روایت کرتا تھا۔ اور اس سے روایت کرنے والے کوفہ میں کثیر التعداد تھے پھر بتاؤ کہ ایسے صحابی کی جلالتِ قدر و منزلت میں اصولِ تسنن کے مطابق کسکو شبہہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے مبلغِ دینِ اہلسنت ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ اگر اس کو کافر و فاسق کہا جائے تو بقول شیخ احمد مجدد الف ثانی دین پر اعتماد و اعتبار ہی باقی نہ رہے گا۔ لہذا اس کو شیعہ، بمعنی رافضی وہی اہلسنت کہہ سکتے ہیں جن کو اپنی عاقبت و آخرت کی خیر و فلاح مطلوب نہ ہو اور جو صحبتِ سرورِ انبیاء چھوڑ کر کفر و زندقہ اور ابطالِ دین پر کمربستہ ہو جائیں۔ یا یوں کہو کہ رافضی مشرب ہو جائیں۔

ان تمام باتوں پر پوری اطلاع حاصل کر لینے کے بعد اب ناظرین تصویرِ صحابیت کا دوسرا رخ بھی بہ نظرِ عبرت ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) ثم نزل ابن زیاد فدخل وقد (۱) ابن زیاد منبر سے اترا اور دار الامارۃ

عقد لعمرو بن حریث رایة و وامرہ علی الناس - (طبری جلد ۶ ص ۲۱۱)

میں داخل ہو گیا۔ اور عمرو بن حریث کو ایک جھنڈا دیکر اہل کوفہ پر امیر و حاکم مقرر کر دیا۔

(۲) ان ابن الاشعث حین قام لیاتیه ابن عقیل بعث الی عمرو بن حریث وھو فی المسجد خلیفته علی الناس ان ابعث مع ابن الاشعث ستین او سبعین رجلا کلھم من قیس - (طبری جلد ۶ ص ۲۱۱)

(۲) جب محمد ابن اشعث حضرت مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لئے جانے لگا تو ابن زیاد نے عمرو بن حریث کے پاس پیام بھیجا کہ محمد ابن ابن الاشعث کے ہمراہ ساٹھ یا ستر سپاہی بھیجدو جو سب کے سب قبیلہ قیس سے ہوں۔ عمرو بن حریث ان دنوں مسجد کوفہ میں ابن زیاد کی نیابت کر رہا تھا۔"

معلوم ہوا کہ جن دنوں میں حضرت مسلم کے قتل کی تیاری ہو رہی تھی یہ متقی بدبخت صحابی مسجد کوفہ میں ابن زیاد کا قائم مقام تھا۔ اور تمام امور حکومت و امارت اوسی کے ہاتھوں میں دیدئے گئے تھے۔ چونکہ ابن زیاد حضرت مسلمؑ اور آپ کے مددگار رفقا سے خائف تھا اس لئے دار الامارۃ میں روپوش رہا کرتا تھا۔ لہذا عمرو بن حریث کو اپنا جانشین بنا کر حکومت کی باگ اوس کے حوالے کر دی تھی۔ یہ صحابی منجملہ ان لوگوں کے ہے جنھوں نے زیاد بن ابیہ کے حکم سے حجر بن عدی کندی صحابی جلیل کے خلاف شہادت دی تھی۔ اور اون کے خون ناحق کا وبال اپنی گردنوں پر لے گئے۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

عبد الرحمن بن ابی سبرۃ الجعفی

(۱) اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے:-

عبد الرحمن بن ابی سبرۃ واسم

عبد الرحمن بن ابی سبرۃ - ابو سبرہ کا نام

ابی سبرة یزید بن مالك بن
عبد الله بن سلمة بن عمرو الجعفی
والد خیثمة عداده فی اهل الکوفة
وقال ابن حبان یقال له صحبة و
قال واخرج احمد وابن حبان
فی صحیحه من طریق ابی اسحق
عن خیثمة بن عبد الرحمن عن
ابیه قال اتیت النبیؐ مع ابی وانا
غلام فقال ما اسم ابنك هذا
قال اسمه عزیز قال
لا تسمه عزیزا ولکن سمه
عبد الرحمن الخ
(اصابه جلد ۷ ص ۳۹۹)

یزید بن مالک الجعفی تھا یہی عبدالرحمان خیثمہ
کے والد تھے ۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے
ابن حبان نے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ
یہ صحبت نبیؐ کے شرف یافتہ تھے ۔ احمد اور ابن
حبان نے صحیح میں بطریق ابو اسحاق خیثمہ سے
روایت کی ہے کہ وہ اپنے باپ عبدالرحمان سے
روایت کرتا ہے کہ میں (عبدالرحمان) اپنے
باپ (ابو سبرة) کے ہمراہ خدمت رسولؐ
میں حاضر ہوا ۔ اس وقت میں کمسن تھا
حضرتؐ نے میرے والد سے پوچھا کہ تمہارے
اس لڑکے کا نام کیا ہے ؟ عرض کی کہ
اس کا نام عزیز ہے ۔ فرمایا کہ اس کا
نام عزیز نہ رکھو بلکہ عبدالرحمن رکھو ۔

(۲) عبد الرحمن بن ابی سبرة
الجعفی واسم ابی سبرة یزید بن
مالك معدود فی الکوفیین کان
اسمه عزیزا فسماه رسول اللهؐ
عبد الرحمن وقال احب الاسماء
الی الله عبد الله وعبد الرحمن

(۲) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عبدالرحمن
بن ابی سبرة الجعفی کے والد ابو سبرة کا نام
یزید بن مالک تھا ۔ ان کا شمار کوفی صحابہ رسولؐ
میں ہوتا تھا ۔ ان کا نام پہلے عزیز تھا
پھر آنحضرتؐ نے عبدالرحمن نام رکھ دیا اور
فرمایا کہ محبوب ترین نام خدا کے نزدیک عبداللہ

وابو والد خیثمة بن عبد الرحمٰن روی عنہ الشعبی وابنہ خیثمہ بن عبد الرحمٰن وقد ذکرنا ابا سبرۃ واخاہ سبرۃ بن ابی سبرۃ فی ما بینھما الی ھذا الکتاب

(استیعاب برحاشیہ اصابہ ص ۱۴۱)

و عبد الرحمٰن ہے۔ یہ عبد الرحمن خیثمہ کے والد تھے۔ آپ سے شعبی نے نیز ان کے بیٹے خیثمہ نے روایت کی ہے۔ ہم نے اون کے والد ابو سبرۃ اور اون کے بھائی سبرۃ بن ابی سبرۃ کا تذکرہ ان کے مخصوص ابواب میں اسی کتاب کے اندر کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص خود بھی صحابی تھا اور اس کے باپ بھائی بھی شرف صحابیت سے سرفراز تھے۔ اور سب سے بڑھکر فضیلت کہ ان کا نام "عبد الرحمان" خود آنحضرت نے تجویز فرمایا تھا۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اس صحابی نے ان تمام مناقب جمیلہ پر ایک بڑی فضیلت کا اس طرح اضافہ کیا کہ عمر ابن سعد کیجانب سے بروز عاشورہ افواج کوفہ کے ایک حصہ کا جنرل بننا قبول کر لیا۔ اور اس طرح صحابیت کی اصلی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر دی۔ کیا اب بھی اس حقیقت میں شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ بڑی بڑی منقبت وفضیلت والے صحابہ ہی امام حسینؑ کے قاتل تھے نہ کہ غریب روافض۔

مورخ طبری وابن اثیر لکھتے ہیں۔ طبری جلد ۶ ص ۲۴۱۔ کامل جلد ۴ ص ۲۴

لما خرج عمر بن سعد بالناس کان علی ربع اھل المدینة یومئذ عبد اللہ بن زھیر بن سلیم الازدی وعلی ربع

جب عمر ابن سعد نے میدان جنگ میں صف آرائی کی تو اہل مدینہ کی فوج کا سالار عبداللہ ابن زہیر بن سلیم ازدی تھا اور قبیلہ مذحج واسد کی افواج کا جنرل

Marfat.com

مذحج واسد عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی ۔الخ

عبد الرحمان بن ابی سبرۃ الجعفی تھا ۔

عمارۃ بن عقبہ صحابی

عمارۃ بن عقبۃ بن ابی معیط اخو الولید.... قال اتیت النبیؐ لا بایعہ قال فقبض یدہ فقال بعض القوم انما یمنعہ ھذ الخلوق الذی بک فذھب فغسلہ ثم جاء فبایعہ اقام عمارۃ بالکوفۃ وعقبۃ الخ

(اصابہ جلد ۲ صـ ۲۱۶)

عمارۃ بن عقبہ بن ابی معیط راوی ہے کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے دست مبارک کھینچ لیا۔ کسی شخص نے بتایا کہ بیعت لینے سے یہ خلوق (ایک خوشبودار شئے جو زعفران وغیرہ سے بنائی جاتی ہے) مانع ہوا۔ پس میں گیا اور اس کو پانی سے دھوکر واپس آیا تو آپ نے بیعت لی۔ عمارہ بن عقبہ کوفہ میں آباد ہوا وہاں اس کی نسل بھی آباد رہی۔

یہ صحابی حضرت عثمان کے مخصوص فدائیوں اور مریدوں میں سے تھا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ کا برادر رضاعی تھا۔ اس نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ تصنیف کیا تھا جس کے چند اشعار حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں نقل کئے ہیں جو بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کئے گئے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل وارد کوفہ ہوئے اور کوفیوں نے آپ کی بیعت کرلی تو عبداللہ بن مسلم بن سعید الحضرمی اور عمارہ بن عقبہ و عمر بن سعد نے یزید کو خطوط لکھے مضمون سب کا ایک تھا۔ ان میں سے ایک خط کی نقل یہاں پیش کیجاتی ہے

اما بعد فان مسلم بن عقیل قد قدم

یعنی مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعوں نے

الکوفة فبایعته الشیعة للحسین
بن علیؑ فان کان لک بالکوفة
حاجة فابعث الیها رجلا قویا
ینفذ امرک ویعمل فی عدوک
مثل عملک فان النعمان بن بشیر
رجل ضعیف او هو یتضعف ۔

ان کی بیعت کر لی ہے۔ پس اگر تجھے کوفہ کی
حکومت درکار ہے تو کسی شخص کو حاکم کوفہ
مقرر کر کے بھیج دے جو تیرا حکم نافذ کرے اور تیرے
دشمنوں کے ساتھ تیرے ہی جیسا برتاؤ کرے
کیونکہ نعمان بن بشیر یا تو دراصل کمزور واقع
ہوا ہے یا عمداً کمزور بنتا ہے۔"

(طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۹)

جب ان لوگوں کے خطوط یزید کے پاس پہونچے تو اس نے سرجون سے مشورہ کرنے کے بعد عبید اللہ ابن زیاد کے پاس جو شاہی فرمان بھیجا اس کی ابتدا یوں کی اما بعد فانہ کتب الی شیعتی من اهل الکوفة یعنی "میرے پاس اہل کوفہ میں سے میرے شیعوں نے لکھ بھیجا ہے"

ناظرین کو یزید کے فرمان میں مندرجہ بالا فقرہ دیکھ لینے کے بعد اس حقیقت میں کوئی شبہہ باقی نہ رہ جائیگا کہ امام حسینؑ کے قاتل وہی کوفی صحابہ و تابعین تھے جو شیعہ معاویہ اور یزید ہونے کا شرف رکھتے تھے" اور تاج و تخت بنی امیہ کے اس قدر پرجوش وفادار و خیرخواہ تھے کہ کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر صحابی دشمن خاندان رسالت کو بھی اپنے مقابلہ میں کمزور بتانے لگے۔ اور یزید کو یہ ہدایت کی کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنے کی حاجت ہو تو کسی ایسے شخص کو امارت کے لئے بھیج جو تیرے دشمنوں سے تیرے ہی جیسا سلوک کرے۔

Marfat.com

خالد بن عرفطہ صحابی:-

صحب النبیؐ وروی عنه وکان سعد بن وقاص ولاہ القتال یوم القادسیة وھو الذی قتل الخوارج یوم النخیلة ونزل الکوفة بعد ذالک وابتنی بھا دارا ولہ بقیة وعقب الی الیوم - (طبری جلد ۱۲)

طبقات ابن سعد میں ہے:- "خالد بن عرفطہ نے شرف صحبت رسولؐ پایا۔ سعد بن ابی وقاص نے اس کو جنگ قادسیہ کے دن سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے خوارج کو بروز جنگ نخیلہ قتل کیا۔ بعد اس کے وارد کوفہ ہوا۔ اور ایک گھر بنالیا وہاں اس کے اخلاف آجتک موجود ہیں۔

آسمان صحابیت کے اس ستارے نے بہت سی اسلامی خدمات انجام دی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ حجر بن عدی کندی جیسے صحابی جلیل کیخلاف حکومت شام سے بغاوت کی شہادت دی اور ان کے قتل کے بانی ہوئے۔ چنانچہ مورخ طبری لکھتے ہیں:-

ثم بعث زیاد الی اصحاب حجر حتی جمع منھم اثنی عشر رجلا فی السجن ثم انه دعی رؤس الارباع فقال اشھدوا علی حجر بما رأیتم منه وکان رؤس الارباع یومئذ عمرو بن حریث علی ربع اھل المدینة وخالد بن عرفطہ علی ربع

"پھر زیاد نے اصحاب حجر کی گرفتاری کیلئے (ایک فوج) بھیجی۔ اور ان میں سے بارہ آدمیوں کو جمع کرکے قید خانہ میں مقید کردیا۔ پھر افواج کے سرداروں کو طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کے خلاف ان کے ان حرکات کی گواہی دو جو تم نے دیکھی ہیں سرداران فوج میں عمرو بن حریث صحابی اور خالد بن عرفطہ بھی تھا۔ مقدم الذکر اہل مدینہ کا سردار تھا

تمیم و ھمدان و قیس الخ۔ | اور پھر خالد کو قبیلہ تمیم و ہمدان و قیس کا سپہ سالار بنایا۔

(طبری جلد ۶ ص ۱۵۱)

معلوم ہوا کہ جو لوگ حجر بن عدی کندی صحابی کے خون میں شریک ہوئے ان میں یہ دو صحابی عمرو بن حریث اور خالد بن عرفطہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ حجر بن عدی کے قتل کا واقعہ ایسا نہیں جو نظر انداز کیا جاسکے۔ لہٰذا علماء اسلام کی چند تحریریں پیش کیجاتی ہیں۔ جن سے اس خون ناحق کی عظمت و اہمیت کے ساتھ ان لوگوں کے انجام پر بھی روشنی پڑتی ہے جو اس کے بانی تھے۔

حجر بن عدی صحابی کے فضائل اور ان کے قاتلوں کا حشر

استیعاب ابن عبد البر میں ہے :-

(۱) کان حجر من فضلاء الصحابۃ و مع صغر سنہ من کبارھم	(۱) حجر کا شمار فضلائے صحابہ میں تھا باوجود کمسنی کے زمرہ صحابہ کبار میں داخل تھے۔
(۲) قال احمد قلت لیحیی بن سلیمان ابلغک ان حجرا کان مستجاب الدعوۃ قال نعم وکان من افاضل اصحاب النبی صلعم۔	(۲) احمد ناقل ہے کہ میں نے یحیی بن سلیمان سے پوچھا کہ تمھیں یہ معلوم ہوا ہے کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات (جنکی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو) تھے۔ انھوں نے کہا ہاں اور وہ افاضل اصحاب نبی میں سے تھے۔

Marfat.com

(۳) عن مسروق بن الاجدع
قال سمعت عائشة ام المؤمنين
تقول اما واللّٰه لو علم معاویة
ان اہل الکوفة منعة ما اجترأ
علی ان یاخذ حجراً واصحابہ
من بینہم حتیٰ یقتلہم بالشام
ولکن ابن آکلة الاکباد علم انہ قد
ذہب الناس....... ولما
بلغ الربیع بن زیاد الحارثی من
بنی الحرث بن کعب وکان فاضلاً
جلیلاً وکان عاملاً لمعاویة
علی خراسان وکان الحسن
بن ابی الحسن کاتبہ فلما بلغہ
قتل معاویة حجر بن عدی دعی
اللّٰہ عز وجل فقال اللّٰہم
ان کان لربیع عندک خیر
فاقبضہ الیک وعجل فلم
یبرح فی مجلسہ حتیٰ مات۔

(۳) مسروق بن الاجدع نے روایت کی ہے کہ
میں نے ام المومنین عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر
معاویہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی عزت و
قوت باقی ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن
عدی اور ان کے اصحاب کو انھیں کے
درمیان گرفتار کرلے اور شام میں لیجاکر
قتل کرے لیکن ہندہ جگرخوار کے بیٹے نے
تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت و قوت
والے) لوگ نہیں رہ گئے۔ ...... ربیع بن
زیاد حارثی جو مرد فاضل جلیل تھا اور معاویہ
کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا۔ جب اس کو
یہ خبر معلوم ہوئی کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو
قتل کرا دیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگارا
اگر ربیع کے لئے تیرے نزدیک کچھ بھی خیر ہے
تو اسے بہت جلد اپنے پاس بلالے (ایسا ہی
ہوا کہ) ابھی ربیع اپنے مقام سے اٹھنے
نہ پایا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گیا۔

(استیعاب)

Marfat.com

قتل حجر بن عدی کے متعلق رسول کی پیشین گوئی

اس خوں ریزی پر خدا اور ملائکہ غضبناک ہونگے

(۴) عن ابی الاسود قال دخل معاویۃ علی عائشۃ فقالت ماحملك علی قتل اهل عذراء حجر واصحابه فقال یا ام المومنین انی رأیت قتلهم صلاحًا للامۃ وبقاءهم فسادًا للامۃ فقالت سمعت رسول اللہ یقول سیقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لهم واهل السماء الخ
(کنز العمال کتاب الفضائل)

(۴) ابوالاسود ناقل ہیں کہ معاویہ عائشہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے کہا کہ آخر کس سبب سے تو نے اہل عذراء حجر اور ان کے اصحاب کو قتل کرایا؟ معاویہ نے جواب دیا کہ ام المومنین میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے قتل میں امت کی بھلائی ہے۔ اور باقی رکھنے میں خرابی ہے یہ سنکر ام المومنین نے کہا کہ میں نے یہ ارشاد نبوی اپنے کانوں سے سنا ہے کہ عنقریب عذراء میں کچھ لوگ قتل کئے جائیں گے جنکے لئے خداوند عالم اور آسمان والے غضبناک ہونگے

جانکنی کے وقت حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کا پچھتانا

"ہائے عاقبت کی خیر نہیں"

(۵) قال ابن سیرین بلغنا ان معاویۃ

(۵) ابن سیرین ناقل ہیں کہ جب معاویہ پر

لما حضرتہ الوفاۃ جعل یقول یومی منک یا حجر طویل ۔
جب موت کا وقت آ پہنچا تو کہنے لگا کہ حجر تمہاری شہید کیے جانے کے باعث روز حشر طویل ہوگا۔ (یعنی اس دن تمہارے خون کی باز پرس لمبی ہوگی)
تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۶

امیر معاویہ کی بابت حسن البصری کی رائے

(۶) قال الحسن البصری اربع خصال کن فی معاویۃ لو لم تکن فیہ الا واحدۃ لکانت موبقۃ - ابتزاءہ علی ھذہ الامۃ بالسیف حتی اخذ الامر من غیر مشورۃ وفیھم بقایا الصحابۃ وذوو الفضیلۃ -

واستخلافہ بعدہ ابنہ سکیرا خمیرا یلبس الحریر ویضرب بالطنابیر وادعائہ زیادا وقد قال رسول اللہ الولد للفراش وللعاھر الحجر وقتلہ حجرا واصحاب حجر فیا ویلا لہ من حجر ویا ویلا لہ من اصحاب حجر - کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲

(۶) حسن بصری کہتے تھے کہ معاویہ میں چار باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں ایک بھی ہوتی تو آخرت کی تباہی کیلئے کافی ہوجاتی۔ ایک اس امت پر تلوار کے زور سے غالب ہو جانا۔ یہاں تک کہ امر خلافت بہ بغیر مشورہ جانشین قابض ہوگیا۔ حالانکہ باقی ماندہ صحابہ اور صاحبان فضیلت موجود تھے

دوسرے اور اپنے نہایت بدمست اور بڑے شرابخوار بیٹے کو جو کہ لباس حریر پہنتا اور طنبورہ بجاتا تھا اپنا جانشین بنانا تیسرے اور زیاد کو اپنے نسب میں داخل کرنا حالانکہ حدیث نبوی الولد للفراش الخ اس کے خلاف صریح نص ہے۔ اور چوتھے حجر اور ان کے رفقا کو قتل کرنا۔ پس

حجر بن عدی ولی خدا تھے، پیروان اجماع وشوریٰ نے مرید صحابہ ہونے کے باوجود اُن سے وفا نہ کی

صحابہ کی محبت و پیروی کا دم بھرنے والے اپنے اعمال نامہ کے اوراق پر حجر ابن عدی کے خون کے نورانی قطروں کی جگمگاہٹ آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ حجر بن عدی کوئی معمولی صحابی نہ تھے۔ بلکہ خود علماء اہلسنت کو اعتراف ہے کہ یہ بہت بڑے فاضل مقدس اور ولی خدا تھے۔ بارگاہ الٰہی میں ان کی دعا اس درجہ مقبول تھی کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہو جاتا تھا۔ لیکن ہزار حیف کہ صحابہ کے نام پر مرنے والے ایسے صحابی کبیر کا خون بیدردی سے بہا دینے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور پھر اس کے قاتل کو بھی امام برحق اور مجتہد شریعت سمجھنے میں اُن کو مطلق تردد نہیں ہوتا۔

ناظرین وہ روایت ملاحظہ کریں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر بن عدی ایک ولی خدا، مستجاب الدعوۃ، مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ ان کے قاتل کون تھے؟ اور اُن کے قاتلوں کا اشتعال، عدم وفا، خونخواری، وحشت و بربیت کا وہ مرقع ہے یا نہیں جو وحشیان تاتار و بربر کیلئے بھی مرقع عبرت بن سکتا ہے؟

روی ابراهیم بن الجنید فی کتاب الاولیاء بسند منقطع الخ

"ابراہیم بن جنید نے کتاب اولیاء میں روایت کی ہے کہ حجر بن عدی کو جنابت عارض ہوئی تو

حجر بن عدی اصابته جنابة فقال للموکل به اعطنی شرابی اتطهر به ولا تعطنی غداً شیئاً فقال اخاف ان تموت عطشاً فیقتلنی معاویة فدعی الله فانسکبت له سحابة بالماء فاخذ منها الذی احتاج الیه فقال له اصحابه ادع ان یخلصنا الله فقال اللهم خر لنا
(اصابہ جلد اول ص۳۱۵)

تو انھوں نے اس شخص سے جو ان کی نگرانی پر متعین تھا یہ کہا کہ تو مجھے جتنا پانی پینے کو دیتا ہے وہ آج ہی دیدے تاکہ طہارت کر لوں اس کے عوض میں کل کچھ پانی نہ دینا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پیاس سے ہلاک ہو جاؤ اور معاویہ اس الزام میں مجھے قتل کر دے۔ تب حجر بن عدی نے خدا سے دعا کی اور فوراً ایک ابر آیا اور پانی برس گیا۔ حجر بن عدی نے بقدر حاجت پانی لے کر طہارت کر لی۔ یہ ماجرا دیکھ کر اُن کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ ہماری رہائی کیلئے دعا کیجئے۔ اُنھوں نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ پروردگار ہمارے لئے خیر مقدر فرما۔"

خالد بن عرفطہ صحابی نے حجر بن عدی کندی کے خون میں ہاتھ رنگ لینے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ قتل فرزند رسولؐ کی مہم میں بھی حکومت بنی اُمیہ کی شاندار خدمتیں انجام دیں۔ اصابہ ابن حجر عسقلانی میں مذکور ہے:۔

عن سوید بن غفلة قال جاء رجل الی علیؑ فقال انی مررت بوادی القری فرأیت خالد بن عرفطة بها مات فاستغفر له فقال انه

سوید بن غفلہ ناقل ہے کہ ایک شخص نے آکر جناب امیرؑ سے عرض کی کہ میرا گذر وادی القریٰ میں ہوا اور وہاں دیکھا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا ہے آپ اس کے حق میں استغفار فرمائیں حضرتؑ

لم یمت ولا یموت حتی یقود	نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا ہے اور نہ مرے گا۔
جیش ضلالۃ ویکون صاحب	اس وقت تک کہ ایک لشکر ضلالت کا سردار
لوائہ حبیب بن حماز فقام رجل	بنے اور اس لشکر کا علمبردار حبیب بن حماز
فقال یا امیرالمومنین انی لک محب	ہوگا۔ یہ کلام سنکر ایک شخص اٹھکر کہنے لگا
وانا حبیب بن حماز فقال تحملها	کہ امیرالمومنین! حبیب بن حماز میں ہی ہوں
وتدخل بها من هذا الباب واشار	اور میں تو آپ کا دوستدار ہوں۔ (پھر آپ
الی باب المقبل فاتفق ابن زیاد	میرے حق میں یہ کیا فرماتے ہیں؟) آپ نے
بعث عمر بن سعد الی الحسین	فرمایا کہ ایسا ہی ہونے والا ہے کہ تو اس لشکر
بن علیؑ فجعل خالداً علی مقدمته	کا علمبردار ہوگا۔ اور اس دروازے سے علم
وحبیب بن حماز صاحب	لئے ہوئے داخل کوفہ ہوگا۔ آپ نے باب مقبل کی
رایته فدخل بها المسجد	طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن
من باب المقبل۔	زیاد نے عمر بن سعد کو حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کیلئے
اصابہ جلد اول	روانہ کیا۔ اور اس نے مقدمۃ لشکر پر خالد بن
ص ۱۴	عرفطہ کو مقرر کیا۔ اور حبیب بن حماز کو اس کا

علمبردار بنایا اور وہ علم لئے ہوئے باب مقبل سے داخل مسجد کوفہ ہوا۔"

زبرقان بن اسلم

ابن منده نے ان کا شمار بھی صحابہ کیا ہے۔
ابو وائل شفیق بن سلمہ راوی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کربلا میں جنگ کے لئے تشریف لائے۔ ہو ہل من مبارز" فرمایا تو ایک شخص ...... مقابلہ میں آیا جس کا نام زبرقان بن اسلم تھا۔ اور

Marfat.com

اُس نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ زبرقان نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ تم واپس جاؤ اس لئے کہ خدا کی قسم میں نے ایک مرتبہ حضرت رسولخداؐ کو دیکھا کہ آپ قبا کی طرف سے ناقہ سرخ پر سوار چلے آرہے تھے۔ اور تم اُن کے آگے بیٹھے تھے۔ پس میں نہیں چاہتا کہ رسولؐ خدا سے اس حالت میں ملوں کہ تمہارا خون میری گردن پر ہو۔ پس حضرت واپس آئے اور زبرقان بھی لوٹ گیا۔

(اسد الغابہ ص ۲۶۹ منقول از رسالۃ الآل والاصحاب)

سبحان اللہ! کس قدر باحیا اور حق شناس رسولؐ صحابی ہیں کہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود یزید کی طرفداری کو فرزند رسولؐ کی حمایت پر مقدم رکھتے ہیں۔ بہر حال یہی غنیمت ہے کہ آپ کو امام حسینؑ کے خون میں آلودہ ہوکر بروز قیامت رسولؐ عربی سے آنکھیں چار کرنے شرم تو آئی۔ دوسروں میں تو اتنی بھی حمیت و غیرت باقی نہ تھی۔

عمرو بن حجاج زبیدی

علامہ ابن حجر اصابہ میں فرماتے ہیں:-
ذکر الطبرانی انہ صحبۃ جلد ۲ ص ۵۳۶

یہ صحابی اس فوج کا افسر تھا جس کو عمر بن سعد نے نہر فرات پر متعین کیا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں:-

عن حمید بن مسلم الازدی قال جاء من عبید اللہ بن زیاد کتاب الی عمر بن سعد اما بعد فحل بین الحسینؑ واصحابہ وبین الماء ولا

حمید بن مسلم ازدی راوی ہے کہ عمر بن سعد کے پاس عبیداللہ بن زیاد کا ایک خط پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ حسینؑ و اصحاب حسینؑ پر پانی بند کردے وہ قطرہ پانی بھی

يسدّ وقوا منه قطرة كما صنع بالتقي الزكي المظلوم امير المومنين عثمان بن عفان فبعث عمر بن سعد عمرو بن الحجاج على خمس مائة فارس فنزلوا الشريعة وحالوا بين الحسين واصحابه وبين الماء ان يسقوا قطرة وذالك قبل قتل الحسين بثلاث۔ جلد ۶ صفحہ ۲۳۵

نہ پی سکیں جیسا کہ عثمان بن عفان کیلئے کیا گیا تھا۔ حمید کہتا ہے کہ خط پہونچنے کے بعد عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچسو سواروں کے ساتھ بھیجا ان لوگوں نے گھاٹ پر اتر کر پہرہ بٹھادیا۔ یہ کام قتل حسین سے تین دن پیشتر کیا گیا۔

عمرو بن حجاج صحابی امام حسینؑ کو دین سے خارج سمجھتا تھا۔ صحابیت کی پرستش کرنے والوں کیلئے ایک اسوہ حسنہ

مورخ طبری کا بیان ہے:۔

قال الزبیدی انه سمع عمرو بن الحجاج حین دنی من اصحاب الحسینؑ یقول یا اهل الکوفة الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام فقال له الحسینؑ یا عمرو بن الحجاج علیّ تحرض الناس انحن مرقنا من الدین وانتم ثبتم علیه الخ

(طبری صفحہ ۳۴۹)

زبیدی کا کہنا ہے کہ اس نے عمرو بن حجاج کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے کوفہ والو! (اپنے امام کی) اطاعت اور اپنی جماعت بندی پر قائم رہو اور اس شخص کے قتل کرنے میں کچھ تردد نہ کرو جو دین سے خارج ہو گیا ہے اور جس نے امام وقت کی مخالفت کی ہے (یہ سنکر) امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عمرو بن حجاج! کیا تو میرے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے۔ کیا ہم دین سے خارج ہیں اور تم دین پر ثابت قائم ہو۔

کیا عمرو بن حجاج صحابی کے اس کام کو دیکھ لینے کے بعد بھی کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ ذی شان صحابی

Marfat.com

کر رسنی تھے۔ دیکھو عمرو بن حجاج صحابی اسی طاعت و جماعت پر ثبات و استقلال کا اظہار کرنے کی اہل کوفہ کو ہدایت کر رہا ہے جو اہلسنت کا دین و مذہب ہے اور یہ صحابی امام حسینؓ کو دین سے خارج اور امام وقت کا مخالف ٹھہرا کر اپنے ہمشرب لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ ایسے شخص کے قتل میں کچھ تردد نہ کریں جس سے اس کے اس عقیدہ پر صاف روشنی پڑتی ہے کہ یزید امام وقت و خلیفہ رسولؐ ہے۔ لہذا اس کا مخالف خارجی و واجب القتل ہوگا۔

اور اس کا یہ عقیدہ عبداللہ عمرؓ جیسے بلند مرتبہ صحابی کے عقائد کے سراسر مطابق تھا۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے :۔ جلد پنجم صفحہ ۱۰۱

عبداللہ بن عمر بھی بیعت یزید کو دین و ایمان اور اس کی مخالفت کو کفر و جاہلیت تصور فرماتے تھے، عمرو بن حجاج و عبداللہ بن عمر کا اتحاد عقیدہ

(۱) ان عبد اللہ بن مطیع اراد ان یفر من المدینۃ لیالی فتنۃ یزید بن معاویۃ فسمع بذالک عبد اللہ بن عمر فخرج الیہ حتی جاءہ وقال این ترید یا ابن عم فقال لا اعطیہم طاعۃ ابدا فقال یا ابن عم لا تفعل فانی اشہد انی سمعت رسول اللہ یقول من مات ولا بیعۃ علیہ مات میتۃ جاہلیۃ۔

یعنی جب شامیوں نے فتنے برپا کر رکھے تھے عبداللہ بن مطیع نے مدینہ سے بھاگ جانے کا قصد کیا جب یہ خبر عبداللہ بن عمر نے سنی تو ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے بھائی! کہاں جاتے ہو عبداللہ بن مطیع نے جواب دیا کہ میں اہل شام کی اطاعت قبول نہ کروں گا۔ عبداللہ بن عمر نے سمجھایا کہ ایسا نہ کرو۔ میں اس کا گواہ ہوں کہ اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرے گا کہ کسی کی بیعت میں نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔

(۲) صحیح بخاری میں ہے :۔ جلد ششم صفحہ ۵۵ برحاشیہ فتح الباری۔

Marfat.com

عن نافع قال لما خلع اهل المدینة
یزید بن معاویة جمع حشمه وولده
فقال انی سمعت النبی ﷺ یقول ینصب لکل
غادر لواء یوم القیامة وانا قد بایعنا
هذا الرجل علی بیع الله ورسوله وانی
لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل
علی بیع الله ورسوله ثم ینصب له
القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعه
ولا تابع فی هذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینه

نافع راوی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت و اطاعت کا طوق اتار پھینکا تو عبداللہ بن عمر نے اپنی اولاد اور حشم و خدم کو جمع کر کے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ہر غدار کیلئے ایک جھنڈا بروز قیامت کھڑا کیا جائیگا۔ تا کہ رسوا ہو، ہم نے بیعت خدا و رسول ﷺ کے ذریعہ... اس شخص (یزید بن معاویہ) کی بیعت کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر غدر کچھ اور بھی ہوگا کہ کسی شخص کی بیعت کرنے کے بعد اس سے جنگ کی جائے۔ لہذا تم لوگوں میں سے جو شخص یزید کو خلافت سے معزول کرایا جائیگا اور اس امر میں (دوسروں کی) پیروی کریگا تو ہمارے اور اس کے درمیان روابط کا فیصلہ ہوگا۔"

دیکھئے اور بغور دیکھئے عبداللہ جیسا مقدس ترین صحابی بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بیعت یزید بن معاویہ پر دین و ایمان کا انحصار ہے۔ یہ طوق اگر جس گلے میں نہ ہوگا اس کی موت کفر و جاہلیت کی موت ہوگی پس جبکہ باعتبار عقیدے عمرو بن حجاج اور عبداللہ بن عمر میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں بیعت و طاعت یزید ثابت قدم رہنے کی بنا پر عمرو بن حجاج اہل کوفہ کو کر رہا تھا اسی کی نصیحت عبداللہ بن عمر بھی اپنے اعزہ و احباب کو کر رہے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کے فضائل و مناقب میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے گئے ہیں اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی صاحب زہد و تقویٰ نہ تھا۔ اور عمرو بن حجاج کو شیعہ و سنی کہہ کر رسوا کیا جاتا ہے۔ کسی ایسے صحابی کو جو عبداللہ بن عمر کی طرح فرقہ سنیہ کے اصول و عقائد کی تعلیم و اشاعت...

میں جد وجہد کر رہا ہو "شیعہ رافضی" ٹھہرانا اور یہ شور مچائے رہنا کہ قاتلان حسینؑ شیعہ تھے بے عقلی اور بیدینی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحابی بھی رافضی ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایسا صحابی جو اہلسنت کے اصول و عقائد مذہبی کی تبلیغ میں مجاہدہ کر رہا ہو۔؟ نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ کے چند نا عاقبت اندیش مولوی صاحبان مبلغ دین و مذہب صحابہ کو رافضی و مستحق لعن وطعن "ٹھہرا کر" اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اور اپنے سادہ لوح مریدین کو بھی سب و شتم صحابہ کی بدعت میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں۔ کاش یہ بندگان شکم صحابہ رسولؐ ہی سے وفا کرتے۔

حجار بن ابجر :- اصابہ ابن حجر میں ہے۔ جلد ۱ ص ۳۴۷

حجار بن ابجر بن جابر العجلی له ادراک

"حجار بن ابجر بھی شرف یافتہ صحبت سرور انبیاء تھا"

یہ صحابی عبید اللہ بن زیاد کے مخصوص وفاداروں میں سے تھا۔ تاریخ طبری میں ہے۔ جلد ۶ ص ۲۰۸

وامر محمد بن الاشعث ان یخرج فیمن اطاعه من کندة وحضرموت فیرفع راية الامان لمن جاءه من الناس وقال مثل ذالک للقعقاع بن شور الذهلی وشبث بن ربعی التمیمی وحجار بن الجبر العجلی۔

(واقعات حضرت مسلمؑ کے ذیل میں ہے) عبید اللہ بن زیاد نے محمد بن الاشعث کو حکم دیا کہ قبیلہ کندہ و حضر موت میں سے جو لوگ اس کی اطاعت کریں ان کو اپنے ہمراہ لیکر نکلے اور امان کا جھنڈا ان لوگوں کے لئے نصب کرے جو (حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ کر) اس کے پاس آئیں ایسا ہی حکم قعقاع بن شور و شبث ربعی و حجار بن الجبر کو بھی دیا۔"

(یہ صحابی میدان کربلا میں بھی عمر بن سعد کی فوج میں موجود تھا۔ چونکہ امام حسینؑ کے پاس خط طلب لکھنے والوں میں وہ بھی تھا۔ اس لئے حضرتؑ نے دوسرے خط بھیجنے والوں

ص ۲۴۳

کے ذیل میں اس کو بغرض اتمام حجت مخاطب فرمایا تھا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں جلد

قال فنادی یا شبث بن ربعی یا حجار بن ابجر و یا قیس بن الاشعث و یا زید بن الحارث الم تکتبوا الی الخ	امام حسینؑ نے بآواز بلند فرمایا کہ اے شبث بن ربعی اے حجار بن ابجر۔ اے قیس بن الاشعث۔ اے یزید بن الحارث کیا تم لوگوں نے میرے پاس یہ باتیں نہیں لکھی تھیں الخ

کثیر بن شہاب الحارثی۔ اس شخص کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن اس کے تابعی ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ ص ۱۰۱

کان کثیر بن شہاب سید مذحج بالکوفة ...... وقد روی عن عمر بن الخطاب وولی الری لمعاویة بن ابی سفیان۔	کثیر بن شہاب کوفہ میں قبیلہ مذحج کا سردار تھا۔ ...... عمر بن الخطاب سے روایت کرتا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے اسکو ملک رے کا حاکم مقرر کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص معاویہ کیجانب سے ملک رے کا گورنر تھا۔ اور بالخصوص حضرت عمر کی روایات کی تبلیغ و اشاعت کرتا تھا۔ اب کون مولوی عبدالشکور صاحب جیسے عقلائے زمانہ سے پوچھے کہ حضرت عمر کے خاص معتقدین اور امیر معاویہ کے خواص امرائے سلطنت کو شیعہ رافضی کہنا آخر عدیم المثال جہل و نافہمی نہیں ہے۔؟ بہر حال حضرت عمر کے عقیدتمندوں اور امیر معاویہ کے نمک خواروں سے بجز اس کے اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ خاندان رسالت کی تباہی میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا ہوگا۔ اگر ایسے لوگ علمائے اہلسنت کے خیال میں شیعہ رافضی تھے تو شوق سے ان پر صد ہزار ...... فرمائیں۔ ہم بھی "بیش باد" کہنے کیلئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

Marfat.com

مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جبتک ان لوگوں کی روایات کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ اور ان پر اس مذہب کے عقائد و اعمال کی بنیاد قائم ہے۔ اس وقت تک ان لوگوں کو "رافضی" ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

اس صحابی نے عبید اللہ بن زیاد کی جو خدمات انجام دیں اور جسطرح وفاداری کا حق ادا کیا وہ مورخ طبری کے مندرجہ ذیل بیانات سے معلوم کیجیے۔

(۱) خرج کثیر بن شہاب یخذل الناس عن مسلم بن عقیل۔	(۱) کثیر بن شہاب باہر آیا اور اہل کوفہ کو مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دینے پر بہکانے لگا۔
(۲) قال اشرف علینا الاشراف فتکلم کثیر بن شہاب اول الناس حتی کادت الشمس ان تجب فقال یا ایہا الناس الحقوا باھالیکم ولا تعجلوا الشر ولا تعرضوا انفسکم للقتل فان ھذہ جنود امیر المومنین یزید قد اقبلت۔	(۲) یعنی بالائے قصر سے اشراف و معززین ہماری جانب متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی یہاں تک کہ آفتاب قریب غروب پہونچا۔ اس نے یہ کہا کہ لوگو! تم اپنے اہل و عیال کیطرف واپس چلے جاؤ اور شر انگیزی میں جلدی نکرو۔ اور اپنی جانوں کو معرض قتل و ہلاکت میں نہ ڈالو (دیکھو) امیر المومنین یزید کی فوجیں یہ آپہونچیں۔ الخ
(۳) فلما اجتمع عند عبید اللہ کثیر بن شہاب ومحمد والقعقاع بن شور فیمن اطاعہم من قومہم فقال لہ کثیر و کانوا مناصحین لابن زیاد اصلح اللہ الامیر معک فی القصر ناس کثیر من اشراف الناس من شرطک واھل بیتک وموالیک فاخرج بنا الیھم [illegible]	(۳) جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس کثیر بن شہاب اور قعقاع بن شور جو اس کے مخلصین میں سے تھے مع ان افراد قوم کے جمع ہوئے جو ان لوگوں کی اطاعت کی جمع ہوئے تو کثیر نے ابن زیاد سے کہا کہ تمہارے ساتھ اس قصر میں سرداران قبائل، پولیس کے سپاہیوں اور تمہارے گھرانے والوں، غلاموں کی ایک بڑی جمعیت موجود ہے۔ ہم سب ساتھ ملکر [illegible]

Marfat.com

فابی عبید اللہ الخ — اصحاب مسلمؓ کے مقابلہ کیلئے باہر چلو مگر ابن زیاد نے اس رائے کو نہ مانا۔

مسروق بن وائل الحضرمی:- یہ شخص وفد حضر موت کیساتھ خدمت نبیؐ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ "استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۰" قدم علی النبی صلعم فی وفد حضر موت فاسلموا۔

اس کا بھائی عبد الجبار بن وائل (جس کا شمار تابعین میں کیا گیا ہے) جس کے متعلق ابن سعد کی رائے ہے "کان ثقۃ انشاء اللہ" یعنی انشاء اللہ یہ تابعی قابل وثوق ہے۔ واقعہ کربلا خود اس کی زبانی ناقل ہے:-

قال کنت فی اوائل الخیل ممن سار الی الحسینؑ فقلت اکون فی اوائلھا لعلی اصیب راس الحسینؑ فاصیب بہ منزلۃ عند عبید اللہ بن زیاد الخ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۶)

"میں ان سواروں کی اگلی صف میں تھا جو حسینؑ کی طرف بڑھے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اگلی ہی صف کے سواروں میں رہوں تاکہ مجھے حسینؑ کا سر مل جائے۔ اور اس ذریعہ سے عبید اللہ کے دربار میں قدر و منزلت پاؤں۔"

سبحان اللہ آسمان صحابیت کا یہ جگمگاتا ستارہ کس قدر روشن تمنائیں دل میں رکھتا ہے کہ "اگر مجھے حسینؑ کا سر ہاتھ آجائے تو قسمت چمک اٹھے اور ابن زیاد کے دربار میں قدر و منزلت حاصل ہو جائے۔ اور غریب اس تمنا میں یہ کوشش کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے تا تا ان حسینؑ کی صف اول میں رہے تا کہ موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ کیا علمائے اہلسنت اب بھی اس کو مصداق حدیث قدسی "ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء ولکل نور" قرار دیکر اس کی بزرگی تسلیم کریں گے۔ تو غالباً میرا یہ سوال بے محل ہے کیونکہ اگر حضرات ابن زیاد و یزید کی خوشنودی کی وہی تمنائیں دلوں میں موجزن ہوں جو مسروق بن وائل صحابی کے دل میں

تو ہر سال محرم آتے ہی عزادارانِ حسینؑ کے خلاف عالم جذبات میں طوفانِ عظیم کیوں بپا ہو جاتا ہے۔ اگر حسینؑ نہیں نہ سہی اون کی یادگاریں تو موجود ہیں۔ انھیں کو مٹانے کی انتھک کوشش کر کے ثوابِ دارین کا سامان بہت کچھ جمع کر لیتے ہیں۔

قاضی شریح:- ان بزرگ کا نام نامی اسلامی دنیا میں زبان زد خاص و عام ہے۔ سب سے پہلے حضرت عمر نے ان کو قاضی مقرر کیا۔ اس وقت سے تقریباً یہ منصب ان کی جاگیر قرار پا گیا تھا۔ ۵۳ برس کوفہ میں اور سات برس بصرہ میں اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ اصابہ ابن حجر میں ذکر ہے:

قال ابن المدینی قضی لزیاد بالبصرۃ سنۃ سنین وقضی بالکوفۃ ثلاثا و خمسین سنۃ وقد روی شریح عن النبیؐ وعن عمر وعن علیؑ وابن مسعود و غیرھم وروی عنہ ابو وائل وقیس بن ابی حازم والشعبی ومجاہد و ابن سیرین وآخرون۔

"ابن المدینی کہتا ہے کہ شریح زیاد کی جانب سے سات برس بصرہ کا قاضی رہا۔ اور کوفہ میں ۵۳ سال اس عہدہ پر فائز رہا۔ شریح نبی کریمؐ اور عمر و حضرت علیؑ و ابن مسعود وغیرہم سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے ابو وائل و قیس بن ابی حازم و شعبی و مجاہد و ابن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہے۔"

مگر افسوس ہے کہ آپ باایں ہمہ مناقب و مفاخر زیاد و ابن زیاد کے آلۂ کار بنے رہے۔ پھر زیاد کے حکم سے حجر بن عدی کندی اور اون کے رفقاء کے خلاف شہادت دیکر اون لوگوں کے خون ناحق میں شریک ہوئے اور ثوابِ دارین حاصل کیا۔ پھر ابن زیاد کے عہد میں اس کے مقاصد کی تکمیل میں نمایاں حصہ لے کر صحابیت میں چار چاند لگاتے رہے مورخ طبری لکھتے ہیں:

Marfat.com

وبلغ عمرو بن الحجاج ان هانئا قد قتل
فاقبل فی مذحج حتی احاط بالقصر
ومعه جمع عظیم ثم نادی انا عمرو بن الحجاج
هذه فرسان مذحج ووجوهها لم تخلع طاعة
ولم تفارق جماعة وقد بلغهم ان
صاحبهم یقتل فاعظموا ذلک فقیل
لعبید الله هذه مذحج بالباب فقال
لشریح القاضی ادخل علی صاحبهم
فانظر الیه ثم اخرج فاعلمهم انه لم یقتل
وانک قد رأیته فدخل علیه شریح فنظر
الیه قال ابو مخنف فحدثنی الصقعب
بن زهیر عن عبد الرحمن بن
شریح قال سمعته یحدث اسمعیل بن
طلحة قال دخلت علی هانئ فلما
رآنی قال یا الله یا للمسلمین
اهلکت عشیرتی فاین اهل
الدین واین اهل المصر
تفاقدوا یخلونی وعدوهم
وابن عدوهم والدماء تسیل

جب عمرو بن حجاج کو معلوم ہوا کہ ہانی قتل کر دیے
گئے تو اس نے قبیلہ مذحج کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ
آکر قصر ابن زیاد کا محاصرہ کر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو
بن حجاج ہوں اور یہ قبیلہ مذحج کے شہسوار اور معززین
ہیں۔ ہم نے نہ طاعت سے اپنی گردنوں کو پھرایا
اور نہ جماعت سے علیحدہ ہوئے ہیں۔ ہمکو یہ خبر ملی ہے کہ ہمارا
ساتھی (یعنی ہانی) قتل کیا جا رہا ہے۔ اس خبر کو ہم نے
بہت عظیم سمجھا ہے۔ ابن زیاد سے کہا گیا کہ قبیلہ مذحج
قصر کے دروازہ پر جمع ہو گیا ہے تو اس نے شریح قاضی
سے کہا کہ تم ہانی کے پاس جاؤ اور انکو دیکھ کر کہدو کہ
وہ زندہ ہیں قتل نہیں کیے گئے۔ تم نے ان کو
بچشم خود صحیح سالم دیکھا ہے۔ قاضی شریح
نے آکر ہانی کا معائنہ کیا۔ ابو مخنف نے روایت
کی ہے کہ عبد الرحمن بن شریح نے اپنے باپ کو
اسماعیل بن طلحہ سے یہ بیان کرتے
ہوئے سنا کہ میں ہانی کے پاس گیا اور انھوں
نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا اللہ کیا میرے
عشیرہ والے [illegible] کے سبب ہلاک ہو گئے
کہاں ہیں اہل دین اور کہاں ہیں شہر والے

Marfat.com

ثم لحيته اذ سمع الرجة على باب القصر
وخرجت واتبعني فقال يا شريح اني
لا ظنها اصوات مذحج وشيعتي
من المسلمين ان دخل علي عشرة
نفر انقذوني قال فخرجت اليهم
ومعي حميد ابن بكر الاحمري ارسله
معي ابن زياد وكان من شرطه
ممن يقوم على راسه وايم الله لولا
مكانه لكنت ابلغت اصحابه ما
امرني به فلما خرجت اليهم قلت ان
الامير لما بلغه مكانكم ومقالتكم
في صاحبكم امرني بالدخول اليه
فاتيته فنظرت اليه فامرني
ان القاكم وان اعلمكم انه حي و
ان الذي بلغكم من قتله كان
باطلا۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۰۶)

انھوں نے مجھے دشمن کے حوالے کیوں کر دیا ہے
ہانی یہ کہہ رہے تھے اور خون ان کی داڑھی پر
جاری تھا۔ اسی اثنا میں قصر کے دروازے
پر شور و غل سنا۔ میں باہر آنے لگا تو انھوں نے مجھ
سے کہا کہ اے شریح میں گمان کرتا ہوں کہ یہ
آواز قبیلۂ مذحج والوں کی ہے۔ اگر دس نفر
بھی ان میں سے مجھ تک پہونچ جائینگے تو مجھے
بچا لیں گے۔ میں باہر آیا تو حمید بن بکر جو اس
کے محافظ سپاہیوں میں سے تھا اور
ابن زیاد نے اس کو میرے ساتھ بھیجا
تھا میرے ساتھ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو
میں اصحاب ہانی تک ان کا پیام پہونچا دیتا
میں نے ان سے فقط اتنا ہی کہدیا کہ جب امیر
کو تمہارے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور ہانی
کے متعلق تمہاری گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے
مجھے حکم دیا کہ میں ہانی کو اپنی آنکھوں سے
دیکھ لوں اور تم کو بتا دوں کہ وہ زندہ صحیح و سالم ہیں اور ان کے قتل کی خبر جو تم نے سنی ہی غلط تھی۔"

یقین ہے کہ ناظرین کے لئے عمرو بن حجاج زبیدی کے یہ کلمات کہ "یہ
عمرو بن حجاج اور یہ قبیلۂ مذحج کے بڑے بڑے سردار حاضر ہیں یہ لوگ نہ تو اطاعت

Marfat.com

...وفی گئے سے نہیں اتار پھینکا اور نہ جماعت میں تفرقہ پردازی کی۔" سرمۂ چشم بصیرت بن جائیں گے کیونکہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو بن حجاج اور اس کے قبیلہ کے دوسرے سرداروں نے امام حسینؑ اور جناب مسلم بن عقیل کی جانب مائل ہوکر جادۂ طاعت وجماعت سے کبھی منہ نہیں موڑا تھا۔ لہٰذا اس کے راسخ العقیدہ اور خالص سنی ہونے...... میں کون سی گنجائش شک کی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور جب کہ عمرو بن حجاج اور اس کے دوسرے سرداران قبیلہ جن کو امام حسینؑ کی طرف کبھی رجحان تک سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ سرزمین کربلا پر پہنچ کر نہر کے کنارے پہرہ بٹھانے اور طرح طرح کے مظالم کرنے میں سرگرم رہے۔ تو یہ کہنا کیونکر نتیجہ عقلی و فہم تصور کیا جا سکتا ہے کہ "قاتلانِ حسینؑ شیعہ تھے" اس سے زیادہ حیرت انگیز ماجرا ہے کہ خود عمرو بن حجاج صحابی جیسے کوئی سردار تو پکار پکار کر یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ہم ابتدا سے مسلک سنن پر ثابت قدم ہیں۔ ہم نے اصول طاعت وجماعت سے منہ پھیر کر حسینؑ ابن علیؑ اور مسلمؑ بن عقیل کی بیعت و اطاعت سے کبھی سروکار نہیں رکھا۔ مگر اس زمانہ کے روشن دماغ علمائے دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ مذہب شیعہ کے پیرو تھے بھلا اس ہٹ دھرمی اور کج فہمی کا کیا علاج ہے۔ نعوذ باللہ من سوء السریرۃ و فقدان البصیرۃ

حصین بن نمیر سکونی

اس دشمن خدا کا صحابی ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

اس کی بداعمالیوں کا جائزہ لینے میں بہت وقت ضائع کرنا ہوگا۔ لہٰذا اسی قدر لکھ دینے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ یہ شخص ابن زیاد کی فوج میں بہت بڑا افسر تھا اور تمام اطراف و جوانب سے کوفہ تک پہونچنے والے راستوں کی ناکہ بندی پر مقرر کیا گیا تھا اس نے

جب ... [illegible]

امام حسینؑ کے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کو مقام قادسیہ میں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا اور وہ اس کے حکم سے بہ کمال ظلم و ستم شہید کر دیے گئے۔

(دیکھو طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۳)

(۲) ...... روایت کردہ چند حدیثیں کتب احادیث اہل سنت میں موجود ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے:

یزید بن حصین بن نمیر عن ابیہ قال البخاری لم یصح حدیثہ سمع منہ محمد بن الزبیر (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۹۹)

یزید بن حصین بن نمیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس سے محمد بن الزبیر نے سنا۔

شبث بن ربعی (۱) لہ

ادراک وروایۃ عن حذیفۃ وعلیؑ وروی عنہ محمد بن کعب القرظی وسلیمان التیمی قال الدارقطنی یقال انہ کان مؤذن سجاح التی ادعت النبوۃ ثم راجع الاسلام وقال ابن الکلبی کان من اصحاب علیؑ ثم صار مع الخوارج ثم تاب ثم کان فیمن قاتل الحسینؑ ...... کان اول من

(۱) شبث بن ربعی رسولؐ کا صحبت یافتہ تھا۔ حذیفہ اور علیؑ سے روایت کرتا تھا اور اس سے امام محمد بن کعب قرظی اور سلیمان تیمی نے روایت کی ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ سجاح بنت منذر جو بعد آنحضرتؐ مدعی نبوت ہوئی تھی، شبث بن ربعی اس کا مؤذن بنا۔ پھر دوبارہ اسلام میں داخل ہوا۔ ابن کلبی کہتے ہیں۔ وہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں داخل ہوا۔ پھر خوارج کا ساتھی ہو گیا پھر اس سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد قاتلان حسینؑ میں شامل ہو گیا ...... یہ پہلا شخص ہے

اعان علی قتل عثمان و بئس الرجل هو الخ — جس نے قتلِ عثمان میں قاتلوں کی امداد کی وہ بہت برا آدمی تھا۔
میں کہتا ہوں کہ اس نے خارجیوں سے جدا ہو کر توبہ و انابت کر لی تھی۔
ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ صحابیت میں جتنے کمالات و اوصاف مضمر ہو سکتے ہیں شبث بن ربعی ان سب کا مظہرِ اتم تھا۔ کاش نظر والے اب بھی عبرت حاصل کر لیں۔ اور سمجھ لیں کہ کسی کے صحابی ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ خواہ وہ شخص پاکباز و دیندار بھی ہو۔ بلکہ صحابیت کی دنیا میں ایسی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ جن کے سایہ سے دور رہنا ہی ہر دیندار کا سب سے بڑا فریضہ ہو گا۔ علامہ ذہبی نے اس کا شریک قاتلانِ حسینؑ ہونا بالکل نظر انداز کر دیا۔ غالباً اس تذکرہ کی ضرورت اس لئے نہیں سمجھی کہ یہ کوئی بڑا جرم و عیب نہ تھا۔ بخصوص طور سے نظر میں کہ کچھ کے قائل رہا ہو رہا خوارج کے مذہب میں داخل ہو جاتا تو وہ اس جرم سے توبہ و انابت کر کے پاک و صاف ہو گیا تھا۔ غالباً اسی سبب سے آئمہ اہلسنت نے اس کی روایت قبول کرنے میں تردد نہیں فرمایا۔
اس صحابی کے اعمالنامہ میں یہ عجیب و غریب خصوصیت ہے کہ جس طرح قاتلانِ حسینؑ کی جماعت کا افسر اور رفیق کار رہا۔ اسی طرح حضرت عثمان کے خونِ ناحق میں سب سے پہلے اسی نے امداد دی تھی۔ اب دیکھئے مولانا عبد الشکور صاحب اور ان کے دوسرے ہمخیال اوس کے مذہب کے بارے میں کون سا ناطق فیصلہ فرماتے ہیں۔؟ کہنے والے تو یہی کہیں گے اگر لفظ حسن سال اوس نے شیعہ ہونے کی حیثیت سے امام حسینؑ کے خونِ ناحق میں شرکت کی تو کون سا تعجب ہے جب کہ وہ اس سے پہلے سنی ہونے کے باوجود قتلِ عثمان کا سب سے پہلا بانی ہو چکا تھا۔ لہذا اوس نے میزان الضاف کو بلائے رکھکر

Marfat.com

یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر بالفرض شیعوں نے اپنے امام سے غداری کی تو مذہب اہلسنت کے علمبردار بھی اون سے پہلے اپنے امام و خلیفہ برحق کے خون ناحق سے دین و ایمان کی کھیتی کو سیراب کر چکے تھے۔ پھر فرقۂ شیعہ کو بالخصوص مجرم و ملزم قرار دینے کی ہوس کرنا انتہائی ناعاقبت اندیشی ہے یا نہیں؟

ابوبکر صدیق کے بھانجے محمد بن الاشعث

اس مشہور و معروف قاتل حسینؑ کی جلالت قدر اہلسنت کے نزدیک اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا حقیقی بھانجا تھا۔ اور اس قرابت کی وجہ ام المومنین عائشہ کی خدمت میں آمد و رفت کا شرف عظیم رکھتا تھا۔ طبقات ابن سعد میں جلد ۶ ص ۴۹

امه ام فروة بنت ابی قحافة ..... ان محمد بن الاشعث ..... كان يكنى ابا القاسم ..... وكان يدخل على عائشة فيكونه بابی القاسم وقد روى محمد بن الاشعث عن عمر وعثمان۔

اس کی ماں ام فروہ بنت ابی قحافہ تھی۔ ..... کنیت اس کی ابو القاسم تھی ..... ام المومنین عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا۔ (غرض حضرت علی علیہ السلام سے اس کو کوئی سروکار نہ تھا)

کیا اندھیر ہے کہ رافضیوں کی عداوت میں سرشار ہوکر بعض علمائے اہلسنت ایسے شخص کو بھی "شیعہ" کا لقب دے رہے ہیں جو حضرت ابوبکر کا بھانجا۔ ام المومنین عائشہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اور حضرت عمر و عثمان سے روایت کرتا تھا۔ اس کے مرویات سے کتب اہلسنت مالا مال ہیں۔ میزان الاعتدال ذہبی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ابن عدی

Marfat.com

جیسے امام ملت درکن مذہب کے شیوخ اساتذہ میں سے تھا
(دیکھو میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۲۵۱)

چونکہ ابن زیاد کے دربار میں اس شخص کا تقرب اور کوفہ و کربلا کے واقعات مظالم میں اوس کی پرجوش سرگرمی عام شہرت کی حد کو پہونچی ہوئی ہے۔ لہذا اوس کے اعمال کی فہرست پیش کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اوراق تاریخ پر اس کا طویل و عریض اعمالنامہ موجود ہے۔ ناظرین عند الضرورت ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قیس بن الاشعث:۔ محمد بن الاشعث کا بھائی ہے۔ اوس کی انتہائی شقاوت کے ثبوت کے لئے طبری کا یہ بیان کافی ہے۔

واخذ قیس بن الاشعث قطیفتہ وکانت من خز وکان یسمی بعد قیس قطیفۃ۔
(طبری صفحہ ۲۶۰)

"قیس بن اشعث نے بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جسم مبارک سے خز کی ردا اوتار لے گیا۔ اوس دن سے لوگ اوس کو "قیس قطیفہ" کہنے لگے۔"

حمید بن مسلم الازدی:۔ مشہور تابعی ہے۔ بہت سی روایات جن میں مظالم کربلا کا تذکرہ ہے اون کا ناقل یہی شخص ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ صفحہ ۲۵۶

حمید بن مسلم الازدی رأی واثلۃ بن الاسقع تفرد بالروایۃ عنہ سعید بن ابی ایوب

"حمید بن مسلم نے واثلہ بن الاسقع صحابی کو دیکھا تھا۔ سعید بن ایوب اس سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔"

Marfat.com

واقعات کربلا کے تذکرہ میں اس شخص کا ذکر جا بجا کیا گیا ہے منجملہ ان کے ایک موقع یہ بھی ہے۔

فسرح براسہ من یومہ ذالک مع خولی بن یزید وحمید بن مسلم الازدی الی عبید اللہ بن زیاد۔

عمر بن سعد نے سر مطہر امام خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ و کامل جلد ۴ صفحہ ۳۳)

عزرہ بن قیس احمسی

روی عن خالد بن الولید وکان معہ فی مغازیہ بالشام وروی ابو وائل عن عزرۃ بن قیس

طبقات بن سعد میں ہے: ۔ جلد ۶ صفحہ ۱۴۵

"عزرہ بن قیس خالد بن الولید صحابی سے روایت کرتا تھا۔ اون کے ساتھ شام کی لڑائیوں میں رہ چکا تھا۔ ابو وائل تابعی اس سے روایت کرتا ہے۔"

مورخ طبری کا بیان ہے۔ جلد پنجم صفحہ ۲۵۰

وقاتلھم اصحاب الحسین قتالا شدیدا واخذت خیلھم تحمل وانما ھم اثنان وثلثون فارسا واخذت لاتحمل علی جانب من خیل اھل الکوفۃ الاکشفتہ فلما رای ذالک عزرۃ بن قیس وھو علی

"سپاہ کوفہ سے اصحاب حسین نے سخت جنگ کی۔ فقط ۳۲ سوار تھے۔ مگر حالت یہ تھی کہ جس جانب کوفیوں پر حملہ کرتے تھے انکی صفوں کو درہم و برہم کر دیتے تھے۔ عزرہ بن قیس جو کوفیوں کی سوار فوج کا افسر تھا اس نے یہ حالت دیکھکر کہ اپنی فوج میں ہر جانب بھگدڑ پڑی ہوئی ہے عمر بن سعد

Marfat.com

خیل اہل الکوفۃ ابن خیلہ تنکشف
من کل جانب تبعث الی عمر بن سعد
عبد الرحمن بن حصین فقال الا تری
ما تلقی خیلی منذ الیوم من ھذہ
العدۃ الیسیرۃ ابعث الیھم الرجال والرماۃ

کے پاس عبد الرحمن (بن حصین) کے ذریعہ سے پیام
بھیجا کہ تو دیکھتا ہے کہ ان گنتی کے چند
سواروں کے ہاتھوں سے آج میری فوج کس
آفت میں مبتلا ہے۔ لہذا تو ان پر حملہ کرنے کیلئے
تیر اندازوں کی فوج روانہ کر۔

اس شخص کے مذہبی عقائد کا جائزہ لینے کے لئے طبری کی مندرجہ ذیل تحریر پر نظر کرنی چاہئے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۷)

فقال لھم حبیب ابن مظاھر اما
واللہ لبئس القوم عند اللہ غدًا
قوم یقدمون علیہ قد قتلوا ذریۃ
نبیہ علیہ السلام وعترتہ واھل بیتہ
صلعم وعباد اھل ھذا المصر المتھجدین
بالاسحار والذاکرین اللہ کثیرا
فقال لہ عزرۃ بن قیس انک
لتزکی نفسک ما استطعت
فقال لہ زھیر یا عزرۃ ان
اللہ قد زکاھا وھداھا
فاتق اللہ یا عزرۃ فانی
لک من الناصحین انشدک اللہ

"حبیب ابن مظاہر نے اشقیاء کوفہ سے مخاطب
ہو کر کہا کہ مطلع ہو جاؤ! وہ قوم خدا کے
نزدیک کل بہت بری ثابت ہوگی جو نبی کی
ذریت و عترت و اہل بیت اور اس شہر کے
ان عابدوں کی جو صبح کے اوقات میں
طاعت و عبادت خدا کرنے والے اور خدا کو
بہت یاد کرنے والے ہیں قاتل ہوگی۔ عزرہ بن
قیس نے حبیب سے کہا کہ جہاں تک تم سے ہو سکا اپنے
نفس کی پاکیزگی بیان کر رہے ہو۔ زہیر بن
قین نے جواب دیا کہ اے عزرہ! اس نفس کو
خدا ہی نے پاک کیا ہے اور اس کی ہدایت فرمائی
ہے پس خدا سے ڈر۔ میں تیرے نصیحت کرنیوالوں

يا عزرة ان تكون ممن يعين اهل الضلال على قتل النفوس الزكية قال يا زهير ما كنت عندنا من شيعة اهل هذا البيت انما كنت عثمانيا قال افلست تستدل بموقفي هذا انى منهم

میں سے ہوں۔ یقیناً تجھے خدا کی قسم دیتے کہتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو نفوس زکیہ کے قتل کرنے پر گمراہوں کی مدد کرتے ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر! ہمارے خیال میں تم تو اس خاندان کے پیروؤں میں کبھی بھی نہ تھے۔ تم تو عثمانی تھے۔ زہیر نے فرمایا کہ تو میرے اس مقام پر ہونے سے اس بات پر استدلال نہیں کر سکتا کہ میں اسی گھرانے کا ساتھ دینے والا ہوں۔

علی بن قرظہ انصاری

فقتل عمرو بن قرظة بن كعب وكان مع الحسين وكان على اخوه مع عمر بن سعد فنادى على بن قرظة يا حسين يا كذاب ابن الكذاب اضللت اخى وغررته حتى قتلته الخ

یہ شخص قرظہ بن کعب انصاری کا بیٹا تھا (مورخ طبری لکھتے ہیں)

"عمرو بن قرظہ بن کعب امام حسین کے ساتھ تھے وہ جب شہید ہوئے تو علی بن قرظہ جو ان کا بھائی تھا اور عمر بن سعد کے ساتھ تھا پکار کر کہنے لگا اے حسین! اے کذاب ابن کذاب تم نے آخر میرے بھائی کو گمراہ کر کے قتل ہی کرا دیا"

قعقاع بن شور تابعی

قعقاع بن شور قال ابو حاتم ضعيف الحديث

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)

"ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ شخص ضعیف الحدیث تھا"

Marfat.com

کثیر بن شہاب کے ساتھ اس شخص کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ زیادہ تطویل بے ضرورت ہوگی۔

جبیب بن حماز تابعی :۔ طبقات ابن سعد میں ہے جلد ۶ م ۱۶۲ قد روی جبیب عن علی ؑ" "جبیب نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔"

عمر بن سعد بن ابی وقاص :۔ ملا علی قاری کا وہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے صاف لفظوں میں افواج کوفہ کے اس امیر الامراء و قائد اعظم کو مجتہد اور خوش انجام ظاہر فرمایا ہے۔

اب علامہ ذہبی کا وہ کلام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علمائے اہلسنت اس دشمن اہلبیت ؑ کی جلالت قدر کے کس حد تک قائل ہیں اور وہ اس کو کہاں تک نظر اعتماد و اعتبار سے دیکھتے ہیں۔

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ھو فی نفسہ غیر متہم لکنہ باشر قتال الحسین علیہ السلام و فعل الافاعیل روی شعبۃ عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن عمر بن سعد فقام الیہ رجل فقال اما تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی و قال

(۱) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اگرچہ فی نفسہ متہم نہیں ہے (یعنی روایت احادیث کے معاملہ میں اس پر کسی قسم کی تہمت وارد نہیں کی گئی ہے) لیکن اس نے حسین ؑ کے جنگ کی اور بہت سے افعال اس سے سرزد ہوئے۔ ایک موقعہ پر شعبہ نے بسلسلہ ابو اسحاق عمر بن سعد سے روایت نقل کی تو ایک شخص نے اٹھکر یہ کہا کیا تم

؎ اس تابعی کا تذکرہ خالد بن عرفطہ صحابی کے تذکرہ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

Marfat.com

لا الیہود وقال العجلی روی عنہ الناس تابعی ثقۃ۔ (میزان جلد ۲ صہ ۲۳۲) خوف خدا نہیں ہے جو عمر بن سعد سے روایت کرتا ہے۔ اس کلام سے شعبہ رونے لگے اور کہا کہ آیندہ ایسا نہ کروں گا۔ عجلی نے کہا کہ لوگوں نے عمر بن سعد سے روایت کی ہے کہ اور وہ تابعی ثقہ تھا۔

(۲) نیز تہذیب التہذیب میں ہے:

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی سکن الکوفۃ روی عن ابیہ وابی سعید الخدری وعنہ ابنہ ابراہیم وابن ابنہ ابوبکر بن حفص بن عمر وابو اسحاق السبیعی والعیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتادۃ والزہری ویزید بن حبیب وغیرہم وھو تابعی ثقۃ وھو الذی قتل الحسین (جلد ۴ صہ ۴۵۱)

(۲) عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اس کی کنیت ابو حفص تھی۔ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص اور ابو سعید خدری سے روایت کرتا تھا اور اس سے ابراہیم اور اس کے پوتے ابوبکر بن حفص اور ابو اسحاق السبیعی اور عیزار بن حریث و یزید بن ابی مریم وقتادہ و زہری و یزید بن حبیب وغیرہم نے روایت کی ہے۔ وہ تابعی ثقہ تھا اور اسی نے حسینؑ کو قتل کیا۔"

معلوم ہوا کہ یہ اس قدر مقبول اور معتبر تابعی و صحابی زادہ ہے کہ بڑے بڑے تابعین و محدثین کی کثیر تعداد نے اس سے روایتیں لینے میں مطلق تردد نہیں کیا ہے اور اس کی جلالت قدر کے مقابلہ میں جرم قتل حسینؑ کو نہایت کم وزن و ناقابل اعتنا سمجھ کر اس کو ثقہ اور قابل اعتبار کہنے میں شرم و حیا کی کچھ بھی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ اس سے پہلے عرض کیا گیا ہے۔ یہ مجتہد تابعی تخت و تاج بنی امیہ کا اعتقاد تمند خیر اندیش اور وفادار تھا کہ حضرت مسلمؑ کے معاملہ میں گورنر کوفہ نعمان بن بشیر پر

Marfat.com

کی طرف سے آئندہ سخت گیری کی پالیسی ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے اس نے یزید کے پاس ایک شکایت نامہ لکھکر یہ مشورہ دیا کہ اگر تجھے کوفہ پر حکومت کرنا مطلوب ہے تو گورنر کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو تیری ہی طرح سخت گیر و تشدد پسند ہو۔ نیز یزید نے اپنے اس فرمان میں جو اس خط کے پہونچنے کے بعد ابن زیاد کو لکھا تھا۔ عمر بن سعد کو بھی "شیعتی" کا ممتاز خطاب عطا کیا۔ لہذا کسی صحیح الدماغ کو یہ خیال کیونکر ہو سکتا ہے کہ فوج کوفہ کا یہ قائد اعظم (جو تمام بد اعمالیوں کا واحد ذمہ دار تھا۔ اور جو خیام حسینی کی جانب سب سے پہلے تیر اندازی کر کے فوج سے خطاب کرتا ہے کہ تم اس کے گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر انداز میں ہوں۔ دیکھو طبری صہ ۲۴۳) کسی زمانہ میں بھی شیعوں کی جماعت میں داخل رہا ہو گا۔ کیا یہ حیرت انگیز ستم ظریفی نہیں ہے کہ جس شخص کو خود یزید اپنا بندہ مخلص ظاہر کرتا ہے۔ اور "شیعہ با اخلاص" کا خطاب دے رہا ہے اسی کے ذمہ چند خوش فہم علمائے اہلسنت شیعہ علیؑ ہونے کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تاریخ کی اس شہادت کی طرف سے اپنے ہوش و گوش کو بالکل معطل کر رکھا ہے کہ عمر بن سعد تو کیا اس کے باپ سعد بن ابی وقاص کو بھی شیعہ علیؑ بننے کی توفیق کبھی نہیں ہوئی تھی۔

شمر بن ذی الجوشن :۔ حافظ ابن حجر کتاب اصابہ میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۲۲۵

لہ حدیث عند ابی داؤد	یعنی ذوالجوشن ضبابی سے امام ابوداؤد نے
من طریق ابی اسحاق عنہ	بذریعہ ابو اسحاق روایت حدیث کی ہے اور کہا جاتا
ویقال انہ لم یسمع منہ	کہ ابو اسحاق نے ان سے نہیں سنا بلکہ انہوں نے
وانما سمعہ من ولدہ شمر	ان کی حدیث ان کے بیٹے شمر سے سنی ہے۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ جلد ۲ صہ ۲۰۴

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغۃ الضبابی
عن ابیہ وعنہ ابو اسحاق السبیعی۔ یعنی شمر ذی الجوشن اپنے باپ سے روایت کرتا تھا۔ اور اس سے ابو اسحاق سبیعی نے روایت کی ہے۔

شمر کی عزت افزائی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ابو اسحاق السبیعی جو صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام بخاری سے صدق و امانت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابو داؤد بھی اس سے روایت کو بسر و چشم قبول کر کے سرمایۂ دین و ایمان میں داخل کر لیتے ہیں

انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان بزرگ کا شمار صحابہ کبار میں ہے انکے فضائل و مناقب کے بیان کیلئے کافی وقت درکار ہوگا۔ اور پھر تحصیل حاصل کے سوا کوئی ثمرہ ہاتھ نہ آئیگا۔ کیونکہ دنیائے اسلام میں اس نجم فلک صحابیت و عدالت کی روشنی اس قدر پھیلی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کمالات کی آپ دلیل بنگیا ہے۔ کسی کے تعارف کرانے کا بالکل محتاج نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ اعلی درجہ کے صحابی تھے۔ اگر آپ کے مناقب اور کمالات کا اعتراف نہ کر کے جرح و قدح میں کچھ بھی لب کشائی کیجائے تو دین و مذہب سے اعتبار و اعتماد کے اٹھ جانے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ لہذا میں پاس ادب صحبت رسولؐ کرنے میں مولوی عبد الشکور صاحب کی پوری تقلید کرتے ہوئے فقط اتنا ہی کہنے پر اکتفا کروں گا کہ ناظرین قاتلان حسینؑ کی فہرست میں آپ کا نام نامی دیکھکر حیرت زدہ نہ ہوں۔ کیونکہ جناب امیرؑ کی طرف سے آپ کا انحراف زبان زد خاص و عام ہے۔ جبتک حدیث طیر کے ادھرے ہوئے حروف کی سیاہی کتب احادیث کے صفحات پر موجود رہے گی یہ حقیقت بھی دنیا پر روشن رہے گی کہ امیر المومنینؑ پر آپ ایک خاص قسم کی نظر عنایت

رکھتے تھے۔ اور ایک وہ وقت بھی آگیا تھا جس میں دعائے رسولؐ اور ان بزرگوار کے جذبات قوم برادری میں سخت کشمکش رونما ہوگئی تھی۔ اور امیر المومنینؑ کی حالت اس وقت اس سیارہ کی ہو رہی تھی جو دو متضاد قوتوں کے اثرات سے متاثر ہو کر ایک خاص محور پر گردش کرتا ہے۔ دعائے رسولؐ آپ کو خدا کا سب سے زیادہ محبوب بندہ قرار دیکر خدمت رسولؐ کی جانب کھینچ رہی تھی۔ اور انس بن مالک کے جذبات اوس کی پر زور مدافعت کر رہے تھے۔ غرض جناب امیرؑ نہ اپنے مقام پر ساکن رہ سکتے تھے۔ نہ خدمت رسولؐ میں باریابی کا موقع پاتے تھے۔ اسی طرح آسمان صحابیت و عدالت کے اس چمکتے ستارے کی پیشانی کے شہرۂ آفاق داغہائے سفید جن کی چمک دمک "نور علیٰ نور" کا دلکش و نظر فریب منظر دکھا رہی تھی۔ مہر صداقت و علامت بالبغض و عداوت امیر المومنینؑ کے اعزازی تمغہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جو امیر المومنینؑ کی بددعا کے بموجب بارگاہ سبحانی سے حدیث غدیریہ کا صاف انکار کر دینے کے صلہ میں عطا ہوا تھا۔ جس کے بعد آپکی جبین پر نور میں ناصبیوں کے لئے ہزاروں بشارتیں تڑپنے لگی تھیں کہ اہل بیتؑ رسولؐ کے معاملہ میں حق پوشی و ناحق کوشی شوق سے کرو روسیاہی کے عوض منہ اجالا ہی ہوتا رہے گا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ امید موہوم کسی عقلمند کے دل و دماغ میں کب جگہ پا سکتی ہے کہ یہ حضرت کسی وقت میں بھی خاندان رسالتؑ کے ہمدرد ثابت ہوئے ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے دست و بازو سے وفاداری بنی امیہ کا کوئی حق بظاہر قتل فرزند رسولؐ میں ادا نہیں کیا۔ مگر آپ ایسے با اثر اور بلند مرتبہ بزرگان دین سے ارباب حکومت کو اخلاقی امداد و تائید کی جو امید ہو سکتی ہے اس کو حق بجانب ثابت کر دینے میں آپ نے مطلق کوتاہی نہیں کی۔ آپ نے دربار ابن زیاد میں یہ منظر

Marfat.com

نہایت سکون و وقار سے مشاہدہ کیا کہ فرزند رسولؐ کا سر مطہر طشت میں ابن زیاد کے
سامنے رکھا ہے اور وہ روسیاہ چھڑی سے بے ادبی کر رہا ہے۔ مگر شان وفاداری
حکومت پرستی یہ تھی کہ اوس کے خلاف ایک حرف شکایت اور ایک کلمہ احتجاج بھی
سے نہیں نکالا۔ سبحان اللہ کس قدر با حمیت اور حق شناس صحابی ہیں کہ خاندان رسالت
کی بربادی اور توہین و تذلیل کے تمام ہولناک مناظر آنکھوں سے دیکھنا انھیں
دل سے گوارا کرتے ہیں۔ مگر حکومت وقت سے ترک موالات تو درکنار اوس
اعمال و حرکات پر معمولی نکتہ چینی بھی مقتضائے مروت و دیانت نہیں سمجھتے جن
کو میری اس گذارش کی حقیقت میں کچھ شبہہ ہو وہ صحیح بخاری کی اس روایت کو دیکھ
اطمینان کرلیں اور حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر اور پاس
صحبت سرور انبیاؐ کا جو مناسب طریقہ سمجھ میں آئے اس کو آخر دم تک فراموش نہ فرمائیں

عن محمد بن انس بن مالک الیٰ عبید بن زیاد براس الحسینؑ فجعل فی طشت فجعل ینکت فقال فی حسنه شیئاً فقال انس کان اشبھم برسول اللہ

"محمد بن انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو ایک طشت میں رکھا گیا۔ اور وہ چھڑی سے چھیڑنے لگا اور کوئی بات آپ کے حسن کے بارے میں کہی۔ انس بن مالک نے اوس سے کہا کہ امام حسینؑ رسول خدا سے سب سے زیادہ مشابہ تھے"

حضرت انس بن مالک نے دربار ابن زیاد میں اس نازک موقع پر صدائے احتجاج
بلند نہ کر کے سمابیت کے قالب میں دینی حمیت کی روح کے موجود ہونے کا ثبوت
دیا اس نے خود آپ کے مریدوں کو بھی غرق حیرت کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح

Marfat.com

صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۶۵۷) منقول از رسالہ آل و الاصحاب۔

قال سبط ابن الجوزی اما کان لرسول اللہ علی انس من الحقوق ان ینکر علی ابن زیاد و یقبح لہ مافعلہ من قرع ثنایا الحسین بالقضیب

سبط ابن جوزی نے کہا کیا رسول خدا کا انس پر اتنا حق بھی نہ تھا کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل پر اظہار ناپسندیگی اور مذمت کرتے؟

لہذا میرے قلم کی جنبش درحقیقت سبط ابن الجوزی کے اسی سوال کی ترجمانی کر رہی ہے جو خدا جانے کس حیرت کے عالم میں قلم سے نکل کر سرمۂ چشم بصیرت بنگیا ہے۔ اگر پاس ادب صحبت سرور انبیاء مانع نہ ہوتا تو اس سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسالتمآب کے حقوق ماضیہ پر ابن زیاد جیسے ولی نعمت کے حقوق حاضرہ کو از روئے عدالت و دیانت مقدم سمجھتے تھے۔ پھر اس کے کسی اسلام کش دغر نواز فعل پر اظہار ناراضی کیونکر فرماتے اور حق تو یہ ہے کہ جب کوئی شکایت اور ناراضی تھی ہی نہیں تو اظہار کیا کرتے۔

انس بن مالک کی اس معنی خیز خاموشی کے مقابلہ میں جس کے اسرار کی تحقیق کیلئے ان کے خاص عقیدتمندوں کے سوا روافض کے افکار و خیالات موزوں نہیں ہو سکتے۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اخلاقی جرأت بہت غنیمت سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ ابن زیاد کے ہاتھوں فرزند رسول کی توہین و تذلیل کا منظر زیادہ دیر تک صبر و سکون سے نہ دیکھ سکے اور بطور احتجاج چند ایسے کلمات کہہ گذرے جو اگر خدا توفیق دے تو طرفداران بنی امیہ کیلئے بہت کچھ سامان عبرت بہم پہونچا سکتے ہیں

مورخ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ جلد ۴ صفحہ ۳۲

فجلس ابن زیاد واذن للناس فاحضرت الرؤس بین یدیہ وھو ینکت بقضیب بین ثنیتہ

ابن زیاد دربار میں بیٹھا اور لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دی پس شہداء کے سرہائے مبارک اس کے سامنے لائے گئے۔ اور وہ

ساعة فلما رآه زید بن الارقم
لا یرفع قضیبه قال اعل هذا
القضیب عن هاتین الثنیتین
فوالذی لا اله غیره لقد رأیت
شفتی رسول الله علی هاتین الشفتین
یقبلهما ثم بکی فقال له ابن زیاد
ابکی الله عینیك فوالله لولا انك
شیخ قد خرفت وذهب
عقلك لضربت عنقك فخرج
وهو یقول انتم یا معشر العرب
العبید بعد الیوم قتلتم ابن فاطمة
وامرتم ابن مرجانة فهو یقتل خیارکم
ولیستعبد شرارکم فرضیتم بالذل
فلعنة لمن رضی بالذل۔

کچھ دیر تک امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک کو چھڑی سے چھیڑتا رہا۔ جب زید بن ارقم نے دیکھا کہ وہ چھڑی کو نہیں اٹھاتا تو اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ان دانتوں پر سے یہ چھڑی اٹھا لے۔ قسم خدا کی میں نے دیکھا تھا حضرت رسولؐ کے لبہائے مبارک کو انہیں لبوں کو بوسہ دیتے ہوئے تھے۔ یہ کہکر زید بن ارقم رو پڑے۔ ابن زیاد نے ان سے خطاب کیا خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے۔ بخدا اگر تم بڈھے خرف نہ ہوتے اور تمہاری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی تو میں تمہیں قتل کرا دیتا۔ زید بن ارقم دربار سے باہر نکل آئے۔ اور یہ کہتے چلے گئے کہ اے قوم عرب! آج سے تم سب غلام ہو گئے تم نے ابن فاطمہؑ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو حکومت وامارت دی۔ وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم اس ذلت پر راضی ہو گئے ہو۔ پس لعنت ہے ان لوگوں پر جو ذلت پر راضی ہو گئے ہیں۔

اگرچہ انس بن مالک کی شان وفاداری کو دیکھتے ہوئے زید بن ارقم کی یہ اخلاقی جرأت اور صاف گوئی قابل قدر ضرور ہے۔ پھر بھی یہ بات کہنے میں آسکتی ہے کہ

Marfat.com

جناب والا! اہل کوفہ نے بنی امیہ کے ہاتھوں متاع دین وایمان کا سودا کر کے دائمی ذلت وخواری کا جو سامان مہیا کر لیا وہ دراصل آپ ہی جیسے صحابۂ کبار کی رفتار وکردار کا نتیجہ تھا۔ اگر آج سے پہلے آپ حضرات نے اپنی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہوتا اور اپنے اوس غیر معمولی روحانی اثر واقتدار کو جس کا سکہ عوام کالانعام کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ خاندان رسالت کو کمزور کرنے اور اوس کے دشمنوں کو امارت وحکومت کے منصب پر پہونچانے میں صرف نہ فرمایا ہوتا تو آج وہ منظر آنکھوں کے سامنے نہ ہوتا جس پر آپ خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آپ نے اجماع وشوریٰ کے بل بوتے پر خاندان رسالت کی قعت وعظمت کو عامۃ الناس کی نگاہوں سے گرایا اور اوس کے دشمنوں سے سلسلۂ موالاۃ قائم کیا۔ آج سے پہلے ابن زیاد اور اس کے آقاؤں کے دربار میں حاضر باش رہکر نیاز مندی اور وفاداری کا مظاہرہ فرمانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور اون کے جملہ افعال کو رضامندی کی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اور عقیدتمندی کے کانوں سے سنتے رہے۔ پھر اس کے تلخ ثمرات آپکی برہمی مزاج کا سبب ہو رہے ہیں۔ جب ابن زیاد نے فرزند رسولؐ کے خلاف نعرہ جنگ بلند کیا تھا۔ اسی وقت اگر آپ نے ذرا جرأت وہمت سے کام لیکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہوتی، دربار کی روزمرہ حاضر باشی چھوڑ بیٹھے ہوتے تو یقین ہے کہ بے اثر نہ رہتی کیونکہ عوام کے جذبات وعقائد آپ کے دامن صحابیت سے تمامتر وابستہ تھے۔ اور اگر اہل کوفہ آپ کی بات نہ مانتے تو اتنا تو کر سکتے تھے کہ امام حسینؑ کے دوسرے جاں نثاروں کی طرح کوفہ سے نکلکر میدان کربلا میں آتے۔ حضرت کے سینہ سپر ہو جاتے۔ آخر اوس وقت بھی آپ کے سینوں میں دل تھے۔ اور دلوں میں ایمان وعرفان کی روشنی موجود تھی۔ پھر یہ کیوں ہوا کہ کوفہ سے انصار حسینؑ کی ایک معتد بہ تعداد

سخت ناکہ بندی اور محاصرہ کے باوجود خدمت باسعادت میں جاں نثاری کیلئے آپہ
آپ قدیم عادت کے بموجب امیر کوفہ ابن زیاد کے ایوان حکومت کا طواف کر کے غلامانہ
کا مظاہرہ فرماتے ہی رہے۔ دیکھئے عام حلقت پر جو آپ کا روحانی اثر قائم تھا اسی کی
امام حسینؑ اہل کوفہ سے فرما رہے تھے کہ میری شان میں جو احادیث نبوی وارد ہوئی ہیں
میرے بیان سے تمھیں ان کا یقین نہیں ہوتا تو زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ
پھر اگر آپ حضرات اس موقع پر ہوتے اور حضرت کے کلام کی تصدیق فرماتے تو بھلا یہ
ممکن ہوتا کہ فرزند رسولؐ شہید ظلم وجفا اور خاندان رسالت مورد آفت وبلا ہو جائے

صحابہ کی دین فروشی

خطا معاف! اک آپ کی ذات بابرکات نہ
اس میں تو شبہہ کا محل ہی باقی نہیں کہ آپ کی جم
کے دیگر معزز افراد اور ممتاز ارکان نے متاع دنیا اور چند روزہ جاہ ومنصب کے بدلے دین
کا سودا کرنے کی رسم قائم کی۔ آخر حتات بن یزید بن علقمہ بھی آپ ہی جماعت کے ایک ممتاز
جو معاویہ سے صاف ستھرے الفاظ میں درخواست کر رہے تھے کہ "اشتر منی دینی" یعنی
دین مجھ سے مول لے لو۔ (استیعاب ابن عبد البر جلد اول صفحہ ۱۵۴)

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری آپ ہی کے گروہ کے ایک معزز ترین شخص
تھے جو دربار معاویہ میں حاضر ہوتے اور "یا امین اللہ" کہکر سلام فدویانہ بجا
محض اس طمع میں کہ شاید حکومت کا کوئی عہدہ مل جائے۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۵ - طبری جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

پھر اگر آپ کی جماعت کے انھیں ہم خدا وہم دنیا پرست حضرات کے
سے اون کے سچے تابعین اور عوام الناس کے دل متاثر ہوئے اور انھوں نے انھیں

Marfat.com

(کت)اب و سنت پر چلکر متاع جان و دل کے ساتھ ساتھ سرمایۂ دین و ایمان کو بھی پامال
(غ)ارت قرار دے لیا تو کون سا نیا تصور کیا جو آپ کی زبان سے مستحق ملامت ٹھہرے دیکھیے
(جما)عت صحابہ کی دنیا طلبی و زر پرستی آخر کار اس درجہ عیاں ہو کر رہی کہ امام فخر الدین
(را)زی فدوی فخامت بھی تاویلوں اور سخن سازیوں سے تنگ آ کر رافضیوں کے ہم خیال و
(ہم) آواز ہو گئے اور تفسیر کبیر کے ایک ورق پر حسب ذیل بیان تا قرون کیلئے سرچشمہ عبرت بنا گئے۔

صحابہ کی دنیا طلبی کا اعتراف امام رازی کے قلم سے

(اذ)ا عرفت هذا فنقول العرب كانوا
(قب)ل مقدم رسول الله طالبين للمال
(وا)لجاه والمفاخرة وكانت محبتهم معللة
(به)ذه العلة فلاجرم كانت تلك المحبة
(سر)يع الزوال وكانوا بادنى سبب
(ي)قعون في الحرب والفتن فلما جاء الرسول
(عل)يه السلام دعاهم الى عبادة الله
(تع)الى والاعراض عن الدنيا والاقبال
(على) الآخرة زالت الخصومة والخشونة عنهم و
(ص)اروا اخوانا متوافقين ثم بعد وفاته
(ع)ليه السلام لما انفتحت عليهم الدنيا
(و)توجهوا الى طلبها تم... ادوا

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ عرب حضرت رسالتمآب
کی تشریف آوری سے پہلے مال و جاہ و مفاخرت
کے طالب تھے۔ اور ان کی محبت و دوستی اسی کا نتیجہ
ہوا کرتی تھی۔ اور اسی سبب سے وہ محبت و دوستی
بہت جلد زوال پذیر ہو جایا کرتی تھی۔ اور
ذرا ذرا سی باتوں پر لڑائیوں اور فتنوں میں پڑ
جایا کرتے تھے۔ مگر جب آنحضرت آئے اور انکو خدا
کی پرستش اور دنیا سے روگردانی اور آخرت کی جانب
توجہ کی دعوت دی تو ان سے خصومت
اور درشتی زائل ہو گئی اور سب کے سب آپس
میں ملے جلے بھائی بن گئے۔ پھر حضرت کی
وفات کے بعد جب دنیا کے دروازے ان پر کھل گئے

الی المحاربة بعضهم بعضا و | اور وہ دنیا طلبی کی جانب متوجہ ہوئے تو ا...
مقاتلة بعضهم مع بعض۔ | جنگ و جدال کی طرف لوٹ گئے۔ آپس
(تفسیر کبیر) | میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔

علی ہذا القیاس محدث دہلوی شاہ عبدالحق بھی شرح مشکوٰۃ میں اُن احادیث حوض کی
شرح میں لکھتے ہوئے جنہیں ارتداد صحابہ کی پیشین گوئی کی گئی ہے اور اس ارتداد کا انجام مذکور
ہے بکھلم کھلا وہ ناگفتہ بہ باتیں لکھ گئے جن کو رافضی بھی کہتے تو ہیں مگر اس طرح علانیہ نہیں
کہتے۔ تجارتی صاحب کا بصیرت افروز ارشاد یہ ہے۔

محدث دہلوی کی گوہر فشانی اصحاب مرتد ہوگئے۔ آخر کیوں ہ؟ اس لئے
کہ مبتلا ئے دنیا طلبی ہو کر نہ اہلبیت کے حقوق ادا کئے اور نہ ان کا ادب کیا

مراد بردت رجوع از دین مسلمانی نیست
بلکہ خروج از جادہ استقامت
در بعض حقوق و صلاح شریعت در
بعض امور و رجوع از مرتبہ حسن اخلاق
و صدق نیت۔ و تقصیر در بعض حقوق
در رعایت اہلبیت مراد ب باشد بہ
بجہت ابتلا بدنیا و فتنہ چہ آنحضرت
فرمودہ بود کہ من نمی ترسم بر شما
کفر را و بت پرستی را و لیکن می ترسم

"ارتداد" سے دین اسلام سے نکل جانا
مراد نہیں ہے۔ بلکہ دنیا اور اس کے فتنوں
میں پڑ کر باہر ہو جانا جادہ استقامت سے بعض
حقوق میں اور صلاح باطن سے بعض امور
میں۔ اور لوٹ جانا مرتبہ حسن و اخلاق
و صدق نیت سے اور بعض حقوق اہلبیت
اور ان کے پاس ادب میں کوتاہی کرنا
مراد ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ
میں تمھاری طرف کفر و بت پرستی میں پڑ جانے کا

خوف تو نہیں رکھتا مگر اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا اور آفات دنیا کی مداخلت ہو جائیگی۔" — از مداخلت دنیا و آفات آن کذا قالوا انتہی۔ (شرح مشکوٰۃ جلد ۱۲ منقول از فلک النجاۃ حصہ اول ص ۱۴۷)

امام رازی اور محدث دہلوی کے ان بیانات کو چشم بصیرت سے دیکھو اور پھر فیصلہ کرلو کہ ان حضرات نے جو کھری کھری باتیں سنائی ہیں وہ سراسر شیعی عقائد و خیالات کے مطابق ہیں یا نہیں؟ جب ایسے ایسے آئمہ دین وارکان ملت اس خیال کے اظہار سے ثواب دارین حاصل کرتے ہیں کہ مرور ایام سے صحابہ کی روحانی کیفیات میں انقلاب ہوگیا تھا۔ دنیا سے نفرت آخرت کی طلب جیسی عہد رسالت میں تھی بعد میں نہیں رہ گئی تھی۔ مبتلائے دنیا طلبی ہو جانے کی وجہ سے صلاح باطن، حسن اخلاق، صدق نیت، بغرض تمام اگلے اوصاف جو مدار تدین تھے ایک ایک کرکے رخصت ہو چکے تھے۔ اور یہ کہ انھوں نے حقوق اہلبیتؑ کی رعایت اور ان کا ادب کرنے میں تقصیر کی لہذا "مرتد" ٹھہرے۔ پھر بتاؤ کہ اگر یہی باتیں غریب رافضی سال میں ایک بار نویں ربیع الاول۔ کی مخصوص صحبتوں میں کہہ لیا کرتے ہیں تو ان سے ناراض و دل گرفتہ ہونے کا کیا سبب اور نفرت و بیزاری کس لئے؟ الحمدللہ کہ آئمہ اہلسنت کے محققانہ خیالات و افکار کی گردش اوسی نقطہ تک جاکر ختم ہوئی جو عقائد روافض کا مرکز ہے۔ ان بزرگان دین کو جو کچھ کہنا تھا کہہ گئے اور ارتداد صحابہ کی حقیقت اون کے بیانات سے بے نقاب ہو چکی۔ اب مولوی عبدالشکور صاحب پاس ادب و محبت سرور انبیاؐ فرمایا کریں۔

Marfat.com

شیعوں کو مولوی عبدالشکور صاحب وغیرہ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ ان کی غیر ضروری چھیڑ چھاڑ کی بدولت قاتلان حسینؑ کی مذہبی حیثیت اور دینی حالت نکھر کے دنیا کے سامنے آگئی۔ اور واضح ہوگیا کہ جس نام نہاد تشیع کی نسبت ان کی طرف کتب تواریخ وسیر میں دی گئی ہے وہ دراصل تسنن ہی کا دوسرا نام ہے۔ محض اشتراک لفظ کیوجہ سے جہلائے امت کو گرفتار دام فریب بنا دینے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اس رسالہ میں جو حقائق دنیا کے سامنے پیش کئے گئے وہ اس طلسم فریب کو توڑ دینے کیلئے کافی ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ المستعان والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

تمام شد

Marfat.com

159

قاتلانِ حسینؑ کی گرفتاری

مؤلفہ

علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری

Marfat.com